

خلافتِ راشدہ اور ہندوستان

خلافتِ راشدہ کے دور میں ہندوستان میں اسلامی غزوات و فتوحات • امارات
و انتظامات • عرب کے مسلمان ہندوستان میں • ہندوستان کے مسلمان عرب میں •
صحابہ و تابعین کی آمد اور ان کے حالات • عرب و ہند کے گونا گوں تعلقات •
اور اس موضوع سے متعلق نادر و نایاب معلومات و مباحث رسیہ و معازی اور
تاریخ و طبقات کی قدیم و مستند کتابوں سے یوں جمع کئے گئے ہیں کہ اس ملک میں
خلافتِ راشدہ کے مقدس دور کا صحیح اور واضح نقشہ پہلی بار نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے

تالیف

مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

رئیس اعزازی ندوۃ المصنفین

ندوۃ المصنفین جامعہ دہلی

سلسلہ ندوۃ المصنفین دہلی

(۱۱۸)

خلافتِ راشدہ اور ہندوستان یعنی

خلافتِ راشدہ میں ہندوستان میں اسلامی غزوات و فتوحات • امارات و انتظامات • عرب کے مسلمان ہندوستان میں • ہندوستان کے مسلمان عرب ہیں • صحابہ و تابعین کی آمد اور ان کے حالات • عرب و ہند کے گونا گوں تعلقات اور اس موضوع سے متعلق نادر و نایاب معلومات و مباحث سیر و معازی اور تاریخ و طبقات کی قدیم و مستند کتابوں سے یوں جمع کیے گئے ہیں کہ اس ملک میں خلافتِ راشدہ کے مقدس دور کا صحیح اور واضح نقشہ پہلی بار نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔

از

قاضی اطہر مبارکپوری

رفیق اعزازی ندوۃ المصنفین

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی

حقوق طبع محفوظ

بار اول
ایک ہزار

جنوری ۱۹۶۲ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

قیمت مجلد

قیمت غیر مجلد

مطبوعہ

۱۲/-

جمال پرنٹنگ پریس دہلی

مراجع ومصادر

احسن التقاسيم في معرفة الاقاليم	مقدسي بشاري موجود ٣٤٥هـ	لايدن
الاخبار الطوال	ابو حنيفة احمد بن داود دينوري ٢٨١هـ	مصر
الادب المفرد	امام محمد بن اسماعيل بخاري ٢٥٦هـ	"
اسد الغابة في معرفة الصحابة	ابو الحسن عز الدين علي بن محمد بن اثير جزري ٦٣٣هـ	طهران
الاستيعاب في معرفة الاصحاب	ابو يوسف عمر بن عبد البر اندلسي ٢٤٣هـ	حيدرآباد
الاصابة في تمييز الصحابة	حافظ احمد بن علي بن حجر عسقلاني ٨٥٢هـ	مصر
الاختصار في اللغة	ابو بكر محمد بن قاسم بن بشار بخاري ٣٢٢هـ	مصر وكويت
الاكمال في رفع الازتياب عن المتلف	امير ابو نصر علي بن هبة الله بن ماکولام ٣٤٥هـ	حيدرآباد
الاامالي لابي علي القالي	ابو علي اسمعيل بن قاسم قالي بخاري ٣٥٠هـ	مصر
كتاب الاموال	ابو عبيد قاسم بن سلام ٢٢٣هـ	"
امبراطورية العرب	تاليف سرجان گلوب، ترجمه و تعريف خيرى حماد بيروت	
انساب الاشراف	ابو الحسن احمد بن يحيى بلاذري ٢٤٩هـ	مصر وبيروت
البدايه والنهايه	ابو الفداء اسمعيل بن كثير قرشي ٤٤٥هـ	مصر
البيان والتبيين	ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ ٢٥٥هـ	"
التاريخ الكبير	امام محمد بن اسمعيل بخاري ٢٥٦هـ	حيدرآباد
تاريخ خليفه بن خياط	خليفه بن خياط، شباب بصري ٢٢٢هـ	مشق و بغداد

تاریخ یعقوبی

احمد بن یعقوب بن جعفر بن وهب بن
واضح عباسی { لاندن و بیروت

تاریخ جرجان

ابو القاسم حمزه بن یوسف سہمی جرجانی ۴۲۷ھ حیدرآباد

تاریخ طبری

امام محمد بن جریر طبری ۳۱۰ھ مصر

تاریخ الاسلام و طبقات المشاہیر
الاعلام -

امام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد
ذہبی ۷۴۸ھ مصر

تاریخ ابن خلدون

علامہ عبد الرحمن بن محمد بن خلدون مغربی ۸۰۰ھ

تاریخ غرر السیر

ابو منصور ثعالبی طہران

تاریخ الخلفاء

جلال الدین عبد الرحمن سیوطی ۹۱۱ھ ہند

تجريد اسماء الصحابة

امام ذہبی ۷۴۸ھ حیدرآباد

تحفة المجاہدین فی اخبار البرکات لیلین

زین الدین معری لمباری ۷۴۸ھ

تذکرۃ الحفاظ

امام ذہبی ۷۴۸ھ

تذکرۃ الموضوعات

شیخ محمد طاہر پٹنی گجراتی ۹۸۶ھ مصر

تفسیر ابن جریر طبری

امام محمد بن جریر طبری ۳۱۰ھ

تقدمۃ الجرح والتعديل

ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم رازی ۳۲۷ھ حیدرآباد

تقریب التہذیب

حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ مصر

تہذیب التہذیب

حیدرآباد

تہذیب الاسماء واللغات

ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی ۶۷۶ھ مصر

کتاب الثقات

ابو حاتم محمد بن حبان بستی ۳۵۴ھ حیدرآباد

الجامع الصحیح

امام محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ

جامع الترمذی

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی ۲۷۱ھ

ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم رازی ۳۲۴ھ	کتاب المخرج والتعديل
زیر بن بکار قرشی مکی ۲۵۶ھ	جمہرۃ نسب قریش و اخبارہا
ابو محمد علی بن احمد بن سعید ابن حزم اندلسی ۴۵۶ھ	جمہرۃ النساب العرب
علی بن حامد بن ابوبکر کوفی ادچی موجود ۶۱۳ھ	تجیح نامہ
قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم ۱۸۲ھ	کتاب الخراج
یحییٰ بن آدم قرشی ۲۰۳ھ	کتاب الخراج
محمد بن محمود ابن بخار ۶۲۴ھ (آخر شفا الغرام)	الدرة الثمينة فی تاریخ المدینہ
قاضی اطہر مبارک پوری	رجال السند والہند
امام عبد اللہ ابن مبارک ۱۸۱ھ	کتاب الزہد والرقائق
غلام علی آزاد بلگرامی ۱۲۰ھ	سجۃ المرجان فی آثار الہندوستان
امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۴۵ھ	سنن ابوداؤد
امام احمد بن شعیب نسائی خراسانی ۳۰۳ھ	سنن نسائی
ابو عثمان سعید بن منصور بن شعبہ خراسانی	سنن سعید بن منصور
مکی ۲۲۴ھ یا ۲۲۹ھ	
ابو محمد عبد الملک بن ہشام ۲۱۳ھ یا ۲۱۸ھ	سیرت ابن ہشام
تقی الدین محمد بن احمد بن علی فاسی مکی ۸۳۲ھ	شفا الغرام باخبار البلد المحرام
ابن العاد حنبلی	شذرات الذهب فی اخبار من ذہب
محمد بن سعد وادی ۲۳۰ھ	طبقات ابن سعد
بزرگ بن شہریار ناخدا رامہرمزی موجود ۴۰۰ھ	عجائب الہند
امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی ۲۴۱ھ	کتاب العلل ومعرفۃ الرجال
ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبة دینوری ۲۴۶ھ	عمیون الاخبار

دہلی	قاضی الطہر مبارک پوری	عرب و ہند عہد رسالت میں
ہند	" "	العقد الثمین فی فتوح الہند و من ورد فیہا من الصحابة والتابعین
مصر	حافظ ابن حجر	فتح الباری
"	ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری ۲۷۹ھ	فتوح البلدان
بیروت	محمد بن علی بن طباطبا	الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ
مصر ۳۸۰ھ	ابوالفرج محمد بن اسحاق بن محمد بن اسحاق الدیم	کتاب الفہرست
مصر	علامہ عزالدین علی بن محمد ابن اثیر جزیری ۶۳۰ھ	الکامل فی التاریخ
حیدرآباد	ابو بکر محمد بن احمد بن حماد دولابی ۳۱۰ھ	کتاب الکئی والاسمار
مصر و بیروت	ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری	لسان العرب
حیدرآباد	حافظ ابن حجر	لسان المیزان
لاہور	ابوالفتح ابراہیم بن محمد اصطخری کرخی موجود ۳۴۲ھ	مسالک الممالک
"	ابن خردادبہ موجود ۳۵۰ھ	المسالك والممالک
حیدرآباد	امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری ۴۰۵ھ	المستدرک للحاکم
مصر	عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ دینوری ۳۷۰ھ	کتاب المعارف
"	یاقوت بن عبد اللہ حموی بغدادی ۶۲۶ھ	معجم البلدان
"	ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی ۳۰۳ھ	مروج الذهب ومعادن الفضة
حیدرآباد	ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی ۲۷۵ھ	کتاب المجتر
"	"	کتاب المنطق
"	"	مقدمہ ابن صلاح
"	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن صلاح ۳۷۳ھ	مبئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین

خلافت راشدہ اور ہندوستان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸	رسول اللہ ﷺ، صحابہؓ، اور اہل ہند	۳	مراجع و مصادر
۳۱	سرنڈیپ کا وفد مدینے کی طرف	۱۳	پیش لفظ از حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن
۳۲	ایک راجہ کا تحفہ و ہدیہ	۱۵	صاحب عثمانی
۳۳	ہندی اشیاء کا استعمال		مقدمہ، از مولف
۳۵	غزوہ ہند کی پیشین گوئی اور بشارت	۱۷	چند ضروری باتیں
۳۶	ہندی مسلمان	۱۷	مقدمین اور متاخرین کی تاریخ نویسی میں
۳۷	حضرت بیزرطن ہندی مینی		ہندوستان کی خالص اسلامی
۳۸	حضرت باذان ملک الہند	۱۸	اور عربی تاریخ کی ضرورت
۳۹	بعض منکر روایات	۲۱	عالم اسلام میں اسلامی ہند کی حیثیت
۳۹	حضرت آدم کے ہندوستان میں	۲۲	خلافت راشدہ کے فیوض و برکات
	اُترنے کی روایت	۲۳	صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین کی آمد
۴۰	تاڑی کے متعلق روایت	۲۵	بلاد سندھ و ہند
۴۱	اہل ہند سے ہوشیار رہنے کی روایت	۲۷	چند رسالت اور ہندوستان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۸	ہندوستان کے راجے مہاراجے	۴۱	عرب و ہند کے درمیان آمدورفت کی روایات
۷۱	اسلامی فوج کے مقابلہ میں ۱۲ھ	۴۲	رفاعہ بنت عبد صالح حبشہ کی روایت
۷۳	شہنشاہ یزدجرد ہزیمیت کے بعد مکران میں	۴۳	پانچ صحابہؓ کے سندھ آنے کی روایت
۷۴	باغیوں اور دشمنوں کی مدد	۴۴	قنوج کے راجہ سربا تک کی روایت
۷۵	مرتدین عرب کی مدد	۴۵	بابا رتن ہندی کی روایت
۷۷	سلسلہ خروج و بغاوت اور بدعہدی	۴۷	حضرت تمیم داری کی روایت
۷۹	ہندوستان میں غزوات کے توقف	۴۸	راجہ ملیبار سامری کی روایت
۸۰	مکران اور سندھ کے ناگفتہ بہ حالات	۵۰	خلافت راشدہ اور ہندوستان
۸۳	۲۳ھ سے ۳۰ھ تک کا جائزہ	۵۱	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
۸۵	خلافت راشدہ کی ہندوستان میں فتوحات کی تعداد	۵۲	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
۸۸	غزوات و فتوحات	۵۳	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۸۸	مشرقی ممالک سے چھڑ چھاڑ	۵۴	حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ
۸۹	عہد صدیقی میں مکران کی روایت	۵۵	حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۹۱	اور اس پر تنقید	۵۵	مشرقی ممالک اور ہندوستان
۹۳	فتنہ ارتداد میں عرب کے ہندوستانیوں کی شرکت	۵۷	مشرقی فتوحات کے دو مرکز، بصرہ اور کوفہ
	عرب اور ہندوستان میں اسکے اثر و تعلق	۶۰	عراق کے دو سواد
		۶۱	سندھ کے فوجی مرکز قندیل کی معلومات
		۶۳	ہندوستان کے جاٹ اور سیاح کا اسلام
			۱۶ھ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۳	سندھ و مکران میں بصرہ و کوفہ کی فوجیں اور ان کی تعداد	۹۴	ایران کی ابتدائی فتوحات میں ہندوستان کی فتوحات کے امکانات
۱۳۵	فتوحات و غنائم کی حیثیت	۹۷	ایران کے ہندوستانیوں پر فتح و غلبہ
۱۳۹	جہاد کے اسلامی اصول	۹۸	تھانہ، بھڑوچ اور دیبل کی فتوحات
۱۴۰	دعوتِ توحید و رسالت	۱۰۴	مکران کی پہلی فتح ۲۳ھ
۱۴۲	اموال غنیمت اور جنگی قیدی	۱۰۵	مکران کی دوسری فتح ۲۳ھ
		۱۱۱	بلوچستان کی فتح ۲۳ھ
۱۴۸	انتظامات و تعلقات		سجستان سے متصل سندھی علاقوں کی فتح ۲۳ھ
۱۴۹	خلفائے راشدینؓ	۱۱۲	مکران کی تیسری فتح ۲۹ھ
۱۵۰	ہندوستان کے بصری امراء و حکام	۱۱۴	فہرج، اور مکران کی چوتھی فتح ۳۳ھ
۱۵۰	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	۱۱۸	بلوچستان کی دوسری فتح ۳۱ھ
۱۵۱	حضرت عبداللہ بن عامر بن کریمہؓ	۱۲۰	علاقہ سندھ و اور کی فتح ۳۳ھ
۱۵۱	حضرت عثمان بن حنیف انصاریؓ	۱۲۲	قندابل کی پہلی فتح ۳۳ھ
۱۵۲	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۱۲۳	مکران کی پانچویں فتح اور فہرج، جبال پایہ، قیقان، اور قندابل وغیرہ کی فتوحات ۳۶ھ تا ۳۸ھ
۱۵۲	مکران و قندابل کے مقامی امراء و حکام		مکران اور سندھ کے بری اور بحری راستے
۱۵۴	اندرونی حوادث و فتن کا اثر ہندوستان پر	۱۲۴	
۱۵۸	ناموافق حالات اور انتظامی مشکلات		
۱۶۱	انتظامی امور میں خلفاء سے خطوط کتابت اور ہدایت	۱۲۹	
۱۶۳	مذہبی، فکری اور معاشی آزادی	۱۳۱	بری اور بحری راہوں سے قافلہ اسلام کی آمد

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۵	سانی علوم اور شعرا و ادباء	۱۹۴	ہندوستان کے مذاہب اور بت خانے
۱۹۶	سیاحت و سیاح	۱۹۶	مفتوحہ زمینوں کے احکام، اور خراج و عشر اور جزیہ
۱۹۶	اعیان و اشرف اور ارباب حیثیت	۱۹۹	جو مقامات صلح و معاہدہ سے فتح ہوئے
۱۹۷	بہادران اسلام	۱۷۰	جو مقامات جہاد سے فتح ہوئے
۱۹۸	عباد و زبّاد	۱۷۲	ذمیوں اور معاہدوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم
۲۰۰	ہندوستان کے مسلمان عرب میں	۱۷۷	شرائط اور عہد و پیمان کا احترام
۲۰۰	تین قسم کے ہندوستانی مسلمان، اساوڑ	۱۷۷	مفتوحہ علاقوں سے دست برداری
۲۰۱	زط و سیاحہ اور جنگی قیدی۔	۱۷۹	زمینوں کی واپسی اور غلاموں کی رہائی
۲۰۳	غلاموں کے ساتھ حسن سلوک	۱۸۰	ذمیوں پر چند معمولی ذمہ داریاں
۲۰۵	فوجی ملازمت		اور ان کے مصالح
۲۰۵	شہری ملازمت		
۲۰۹	عطایا و وظائف میں مساوات	۱۸۵	عرب کے مسلمان ہندوستان میں
۲۱۳	کوفہ اور بصرہ میں ہندوستانیوں کی آبادی	۱۸۵	ہندوستان میں مسلمانوں کی پہلی آبادی
۲۱۴	ہندوستانی روایات و تقالید	۱۸۶	انتار، قضا اور فقہی و دینی تعلیم
۲۱۷	تجارتی تعلقات	۱۸۸	اسلامی زندگی اور دینی چہرچا
۲۱۸	اسلامی علوم اور علمائے اسلام	۱۸۹	ہندو سندھ میں علم حدیث اور علماء محدثین
۲۱۹	علاقہ سمرند سیپ کا دینی و علمی وفد	۱۹۲	علمائے صحابہ
۲۲۲	ہندوستان کے چند علمی و دینی خانوادے اور افراد	۱۹۴	علمائے تابعین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۹	حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ انصاریؓ	۲۲۳	ایک المیہ اور اس کے نتائج
۲۵۰	حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعیؓ	۲۲۷	ہندوستان میں صحابہ و تابعین
۲۵۱	حضرت عبدالرحمن بن سمرہ قرشیؓ	۲۲۷	صحابی و تابعی کی تعریف
۲۵۳	حضرت عبید اللہ بن معمر قرشی تمیمیؓ	۲۳۰	صحابہ و تابعین کی آمد کا اجمالی بیان
۲۵۵	حضرت عثمان بن ابوالعاصی ثقفیؓ	۲۳۲	وہ قبائل و مقامات جن کے صحابہ و تابعین یہاں آئے
۲۵۸	حضرت عمیر بن عثمان بن سعدؓ	۲۳۷	حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم
۲۶۰	حضرت مجاشع بن مسعود سلمیؓ	۲۳۷	حضرت حکم بن ابوالعاصی ثقفیؓ
۲۶۱	حضرت مغیرہ بن ابوالعاصی ثقفیؓ	۲۳۸	حضرت حکم بن عمرو ثعلبی غفاریؓ
۲۶۲	حضرت منذر بن جبارود عبدیؓ	۲۴۰	حضرت خزیمہ بن راشد ناجی سامی
۲۶۳	حضرات تابعین رحمہم اللہ	۲۴۲	حضرت ربیع بن زیاد عارثیؓ
۲۶۴	حضرت تاغر بن وعرؓ	۲۴۲	نذحجی
۲۶۴	حضرت حارث بن مرہ عبدیؓ	۲۴۴	حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ
۲۶۵	حضرت حکیم بن حیلہ عبدیؓ	۲۴۴	حضرت سہل بن عدی خزرجیؓ
۲۶۶	حضرت امام حسن بن ابوالحسن بصریؓ	۲۴۶	انصاریؓ
۲۶۹	حضرت سعد بن ہشام انصاریؓ	۲۴۷	حضرت صہار بن عباس عبدیؓ
۲۷۰	حضرت سعید بن کنندہ قشیریؓ	۲۴۸	حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ
۲۷۱	حضرت شہاب بن مخارقؓ تمیمیؓ		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۷۹	خولہ سندھیہ	۲۷۲	حضرت صفی بن قیل شیبانیؒ
۲۷۹	بصرہ کے ہندی مسلمان	۲۷۲	حضرت نسیر بن ولیم عمالیؒ
۲۸۰	کوفہ کے ہندی مسلمان	۲۷۶	عرب میں چند ہندوستانی مسلمان
۲۸۰	چالیس یا چار سو سیاح اور جاہل مسلمان	۲۷۸	ابو سالمہ زطیؒ
۲۸۰	ستر جاٹ مسلمان	۲۷۸	طیب زطی مدنیؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خوشی کی بات ہے کہ "ندوة المصنفین" کے لائق اور مخلص رفیق مولانا قاضی اطہر مبارکپوری کی اہم تاریخی کتاب "العقد الثمین فی فتوح الہند ومن ورد فیہما من الصحابة والتابعین" کا اردو ترجمہ جدید ترتیب و تہذیب سے آراستہ ہو کر ایک مستقل تالیف کی صورت میں شائع ہو رہا ہے موصوف نے بہت سی قیمتی معلومات اور غیر معمولی اضافوں کے بعد کتاب کو تین جداگانہ حصوں میں تقسیم کر دیا ہے پہلا حصہ یہی "خلافت راشدہ اور ہندوستان" ہے، باقی دو حصے "خلافت بنی امیہ اور ہندوستان" اور "خلافت عباسیہ اور ہندوستان" اس کے بعد شائع ہوں گے، ان تین حصوں اور پہلی تین کتابوں — "عرب و ہند عہد رسالت میں"، "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" اور "اسلامی ہند کی عظمت رفتہ" کی اشاعت کے بعد بے تکلف کہا جاسکتا ہے کہ عرب و ہند کے قدیم تعلقات کے موضوع پر یہ ذخیرہ ایک لاجواب تاریخی ذخیرہ بن گیا ہے اور اب اس کو ایک گراں قدر اور بیش بہا علمی دستاویز کی حیثیت سے میدانِ تاریخ کی دستوں میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

نسانے کی رفتار بھی کتنی تیز اور حالات کا تغیر بھی کتنا عجیب ہے کہ اب سے چالیس پچاس سال قبل جب ہمارے ملک کے مایہ ناز مورخ اور عالم مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے عرب و ہند کے تعلقات پر ایک کتاب تحریر فرمائی تو پورے ملک میں اس کی دھوم مچ گئی تھی اور اردو تاریخ کی دنیا میں اس کو ایک نادر دریافت قرار دیا گیا تھا، نصف صدی کے بعد اب یہ بحرِ ذخار ٹھاٹس مار رہا ہے، اس لیے کون کہہ سکتا ہے کہ مستقبل کا مورخ ان معلومات اور تحقیقات میں کیسے کیسے اضافے کرے گا، ایک بات بہر حال صاف ہے کہ فاضل مؤلف کی مسلسل محنت اور تلاش و جستجو سے عرب و ہند کے روابط کے بے شمار گوشے اپنی گونا گوں خصوصیات کے ساتھ سامنے آ گئے ہیں، کتاب کے جستہ جستہ ٹکڑوں کے مطالعے کے بعد مجھے یہ ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاہل نہیں ہے کہ یہ سلسلہ تصنیف وقت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرے گا اور اعلیٰ

علمی حلقوں میں اس کی اہمیت ہمیشہ کے لیے قائم ہو جائے گی۔

"ندوة المصنفین" کے وسیع اغراض و مقاصد میں ایک اہم مقصد ایسا طریقہ بھی تیار کرنا ہے جس سے ملک میں رہنے والے مختلف طبقوں میں رواداری اور یک جہتی کا حقیقی جذبہ پیدا ہو، اور قومی یک جہتی کو فروغ دینے کا یہ مقصد اس ادارے کے مقاصد میں اس وقت شامل کیا گیا تھا جب کہ اس اصطلاح میں سیاست اور پالیٹکس کی مصنوعی رونق اور گرمی نہیں آتی تھی، یقین ہے قاضی صاحب موصوف کی ان عرق ریزیوں سے اس مقصد کو بھی زبردست تقویت حاصل ہوگی اور ہندو عرب کے صدیوں پرانے خوشگوار سماجی اور تہذیبی تعلقات کے روشن ہونے سے بہت سے مفید پہلوؤں کو بھی بے غبار اور روشن ہونے کا موقع ملے گا، ہندوستان میں مسلم حکومتوں کا تصور بعض حلقوں کی طرف سے پیش کی جانے والی متعصبانہ تعبیروں کی یورش میں غیر ملکی حملہ آوروں کی حکومتوں کے تصور سے یاد کیا جاتا ہے، اس طرح کی محققانہ تصانیف کی اشاعت سے اس گمراہ کن نظریے کی تردید کرنے میں بھی خاطر خواہ مدد ملے گی اور معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں مسلم حکومتیں ان مذہبی، سماجی، تہذیبی اور تجارتی تعلقات کا ایک ناگزیر نتیجہ تھیں جو ہندوستان اور عربوں کے درمیان ہزاروں سال سے چلے آ رہے تھے۔

توقع رکھنی چاہئے کہ جناب مولف کی اس کتاب کو جس کی تدوین و ترتیب میں کم سے کم اثنیٰ ضمیمہ اور مستند کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان کی پہلی تالیفات سے بھی زیادہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

عتیق الرحمن عثمانی

۲۸ ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ

مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۷۲ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه سيدنا
ونبينا ومولانا محمد صلى الله عليه وعلى آله واصحابه واتباعه اجمعين،
۳۸۸ھ کے آخر میں راقم کی کتاب "العقد الثمين في فتوح الهند ومن ورد فيها
من الصحابة والتابعين" شائع ہوئی، اور اسی وقت خیال ہوا کہ اس کا ترجمہ ہو جانا
چاہیے تاکہ ہر طبقے کے لوگوں کو فائدہ پہنچے، نیز ان ہی ایام میں راقم کی کتاب "اسلامی ہند کی
عظمت رفته"، ندوة المصنفین سے شائع ہوئی، جس کے پیش لفظ میں حضرت مولانا مفتی
علیق الرحمن صاحب عثمانی نے تحریر فرمایا۔

”امید رکھنی چاہیے کہ موصوف کی تازہ ترین عربی تالیف "العقد الثمين
في فتوح الهند ومن ورد فيها من الصحابة والتابعين" کا اردو ترجمہ
بھی اسی ادارے سے شائع ہوگا، اس طرح تاریخ کے ان گنجائے گراں مایہ سے
ہر طبقے کے لوگ استفادہ کر سکیں گے، اور اس کا افادہ عام ہو جائے گا، بڑھاپے
میں قدرتی طور پر رخش عمر کی تیز گامی کا احساس بڑھ جاتا ہے، اس لیے خاص طور
پر میری خواہش ہے کہ یہ علمی کام پہلی فرصت میں مکمل ہو جائے۔“

اس بزرگانہ شفقت اور مربیانہ امید کے بعد ترجمہ کا احساس شدید ہو گیا، پھر درمیان میں
خیال ہوا کہ اسی کتاب کو آخذ قرار دے کر ہندوستان کے خالص اسلامی عہد کی مستقل تاریخ
مرتب کر دی جائے، تاکہ اسلامی ہند کی واضح اور مکمل تاریخ کا نقشہ سامنے آجائے، چنانچہ
جب "العقد الثمين" کو اصل قرار دے کر مزید معلومات و مباحث کی مدد سے مستقل تصنیف

کا کام شروع کیا تو اندازہ ہوا کہ اس ایک کتاب سے حسب ذیل تین مستقل کتابیں مرتب ہوں گی، (۱) خلافت راشدہ اور ہندوستان (۲) خلافت امویہ اور ہندوستان، (۳) خلافت عباسیہ اور ہندوستان۔

اس سے قبل ”عرب و ہند عہد رسالت میں“ اور ”ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں شایع ہو چکی ہیں۔ اس طرح ان پانچ کتابوں سے عہد رسالت سے لے کر غزنوی دور سے پہلے تک ہندوستان کی خالص اسلامی اور عربی تاریخ ہمارے سامنے آجائے گی۔ فی الحال ”خلافت راشدہ اور ہندوستان“ شایع ہو رہی ہے۔ ”خلافت امویہ اور ہندوستان“ بھی تقریباً مکمل ہو چکی ہے، جو کافی ضخیم ہے، اس کے بعد انشاء اللہ خلافت عباسیہ اور ہندوستان“ کی تالیف و ترتیب ہوگی۔ ان کتابوں میں معروضی مطالعہ یا تقابلی مطالعہ کے عبت نظریہ کو بالکل درخیر اعتنا نہیں سمجھا گیا بلکہ ہندوستان کی خالص اسلامی اور عربی تاریخ کو اصل مقصد قرار دے کر یہ سلسلہ تالیف و تصنیف جاری کیا گیا ہے۔ البتہ پوری کوشش کی گئی ہے کہ واقعہ نگاری میں فرق نہ آئے، اور چونکہ قدیم عربی تاریخوں ہی میں یہاں کے اسلامی عہد کے واقعات ملتے ہیں اس لیے ان ہی کو مآخذ قرار دیا ہے۔

قاضی اطہر مبارکپوری

جمعہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ - ۱۶ جولائی ۱۹۷۱ء

مبارک پور۔ اعظم گڑھ

(۱)

چند ضروری باتیں

مسلمانوں کے محاسن و مفاخر میں ان کے تاریخ و رجال کا فن بہت ممتاز ہے، انہوں نے اپنی ملی و قومی تاریخ نہایت مستند و معتبر طریقہ پر بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ مدون کی ہے، اور ان کی چند صدیوں کی تاریخ پر جو لکھا گیا ہے، دوسری قوموں کی ہزاروں سال کی تاریخ پر اس کا عشر عشر بھی نہیں لکھا جاسکتا ہے،

متقدمین اور متاخرین کی تاریخ نویسی میں فرق | پھر مسلمانوں نے اپنی تاریخ کے اسلامی، دینی، ملی، سیاسی، تمدنی، علمی، فکری،

ادبی، لسانی، اجتماعی اور انفرادی پہلوؤں میں سے ہر ایک پر الگ الگ تصانیف کے انبار لگائے ہیں، اور اپنی ملی و قومی زندگی کے ہر شعبہ کو مستقل عنوان اور موضوع قرار دے کر اس پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں، وہ بھی اس طرح کہ اس کے دائرے میں رہتے ہوئے تاریخ نویسی اور سوانح نگاری کا فرض نہایت مستوعب و مکمل طور پر بوجہ احسن انجام دیا ہے۔ مثلاً غزوات و فتوحات کے موضوع پر صرف رزم کی داستانیں مرتب کیں، اس میں علمی و فکری تاریخ کو نہیں ملایا، اور تہذیب و تمدن کے مباحث پر جو کتابیں تصنیف کیں ان میں صرف تہذیبی و تمدنی حالات درج کئے، اس طرح مسلمانوں نے تاریخ کے ہر موضوع پر مستقل تصانیف کا دائرہ المعارف تیار کر دیا۔

قدما کے اس عام طرزِ تاریخ نویسی کی وجہ سے بعض لوگوں کی طرف سے شکوہ ہونے لگا کہ ہماری تاریخوں میں غزوات و فتوحات اور حکومت و امارت کی تفصیلات تو نہایت شرح و

بسط سے پائی جاتی ہیں مگر تمدنی، فکری، علمی، معاشی، معاشرتی باتیں اور مقامی وقتی احوال نہیں ملتے ہیں، حالانکہ اس شکوہ کی وجہ ان موضوعات کی مستقل نقصانیت سے کوتاہ نظری اور صرف سیر و معازی کی کتابوں ہی میں سب کچھ تلاش کرنے کی سعی ناکام اور ذوق خام ہے۔

نیز اس زمانہ میں کسی ملک یا قوم کی تاریخ نویسی میں اس کے تمام شعبہ ہائے حیات سے بحث کا ذوق عام ہو گیا ہے اور اس کی افادیت بھی ظاہر ہے، مگر ہمارے قدیم مورخوں کا ذوق اس سے جداگانہ تھا، انہوں نے تمام باتوں کو یکجا بیان کرنے کے بجائے ایک ایک موضوع پر متبانی جمع کر دیئے، اگر ہمت و حوصلہ ہو تو ان کتابوں سے تحقیق و تلاش اور اخذ و اقتباس سے کام لے کر موجودہ ذوق کے مطابق جامع تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے، اور آج جب کہ دنیا کی دوسری قومیں اپنے ماضی کے اندھیرے غاروں اور سیہ خاؤں میں بیٹھ کر اپنی تاریخ بناتی ہیں مسلمان اپنے قدماء کی کتابوں سے تابناک ماضی کے مختلف گوشوں سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے سامنے اپنی شاندار روایات کا مینارہ نور نصب کر سکتے ہیں، چنانچہ ہندوستان کی خالص اسلامی تاریخ پر اس طرح کی یہ پہلی تحقیقی کاوش اس حقیقت کی مثال ہے۔

مشرقی عالم اسلام میں ہندوستان
ہندوستان کی خالص اسلامی اور عربی تاریخ کی ضرورت
وہ خوش نصیب ملک ہے جو عہد

رسالت ہی میں بڑی حد تک اسلام سے روشناس و مانوس ہو گیا تھا، اور خلافت راشدہ میں اس کا ایک معتد حصہ اس طرح دارالاسلام بن چکا تھا کہ آج بھی اس ملک میں اسلام اور مسلمان اپنے تمام ملی دینی اور علمی و فکری امتیازات و خصوصیات کے ساتھ زندہ و پائندہ ہیں اور علمائے اسلام نے پہلے ہی دن سے اسے دارالاسلام کا ایک قابل قدر حصہ قرار دے کر یہاں کی فتوحات و غزوات اور کوائف و احوال کو اپنی کتابوں میں ثبت کیا، اور فتوحات و معازی کی کتابوں میں فارس کے سبستان اور خراسان و کرمان وغیرہ کے ساتھ ہندوستان کے بہرہ، بلوچستان، قندھار، مکران، سندھ، قندابل اور قیقان وغیرہ کے غزوات و فتوحات کی تفصیلات

درج کیں۔ اور اس زمانہ کے فوق و معیار کے مطابق ان میں حرب و ضرب، سبایا و غنائم، اور اور ولایات و امارات کو بیان کیا، ساتھ ہی مسلمانوں کے عام علمی و فکری اور تمدنی موضوعات پر الگ سے کتابیں لکھ کر ان میں پورے عالم اسلام کے علوم و آداب اور تہذیب و تمدن کی معلومات جمع کیں، جن میں ہندوستان کے بارے میں بھی بہت سی باتیں آگئیں، مثلاً اموال و خراج پر جو کتابیں لکھی گئیں ان میں اسلام کے مالیاتی نظام، ارضیاتی نظام اور سرکاری نظام کے مباحث درج کیے گئے جو خلافت راشدہ اور اس کے بعد اموی اور عباسی ادوار میں عام طور سے رائج تھے، ان میں کسی خاص ملک یا علاقہ کی تخصیص نہیں تھی، اسی طرح شرعی قوانین، تعزیرات اور حدود کو مدون کر کے بتایا گیا کہ پورے عالم اسلام میں ان ہی پر عمل ہوتا تھا، نیز طبقات و رجال اور تذکرہ کی کتابوں میں علوم و فنون اور ان سے متعلق علماء کے حالات قلمبند کیے گئے۔

اگر کوئی مورخ چاہے تو کسی ایک ملک یا علاقہ کی اسلامی تاریخ کے ہر پہلو کو ان کتابوں سے چھان بین کر کے نمایاں کرے، غزوات و فتوحات کے لیے سیر و مغازی کا مطالعہ کرے دینی و علمی رجال کے لیے طبقات و تذکرہ کی کتابیں پڑھے۔ نظام حکومت کے لئے خراج و اموال اور قوانین کا کتب خانہ کھنگالے، عام حالات کے لیے ادب و محاضرات اور متعلقہ کتابوں کی ورق گردانی کرے اور ان سے اخذ و اقتباس کر کے جامع اور مستوعب تاریخ مرتب کرے۔

بہت سے علمائے اسلام نے اس صورت سے اپنے اپنے ملکوں اور شہروں کی اسلامی تاریخ مرتب کی، جس میں غزوات و فتوحات، امارات، صحابہ و تابعین کی آمد، مساجد و مشاہد، اسلامی آثار و علامت، تہذیبی و تمدنی زندگی اور علمی و دینی سرگرمی، الغرض وہ سب کچھ جمع کر دیا جو اس زمانہ کے فوق کے مطابق ایک جامع تاریخ کے لیے ضروری تھا۔ چنانچہ تاریخ جرجان، تاریخ اصفہان، تاریخ بغداد، تاریخ دمشق وغیرہ اسی انداز پر

لکھی گئیں، اور ان میں مختلف موضوعات سے متعلق معلومات درج کر دیئے گئے۔

خلافتِ راشدہ کے اسلامی قلمرو کا تقریباً نصف حصہ مشرقی ممالک پر مشتمل تھا، جس کے شمال میں ماوراء النہر کے آگے سمرقند و بخارا اور جنوب میں ہندوستان کے علاقے بلوچستان، کدیان اور سندھ وغیرہ واقع تھے، اور ان کے وسط میں بلادِ فارس یعنی خراسان، بختان اور کرمان وغیرہ تھے، یہ تمام مشرقی ممالک خلافتِ راشدہ ہی میں اسلام کے زیرِ نگیں آچکے تھے۔ اور ان سب میں فتوحات و امارات اور انتظامات کی نوعیت ایک ہی تھی، البتہ بعض خطوں میں خاص حالات کی وجہ سے معمولی تبدیلیاں تھیں، مگر مجموعی طور سے سب ایک ہی قسم کے نظام سے مربوط و متعلق تھے، اور یہاں کے ایک خطہ کے حالات پورے مشرقی ممالک سے اس طرح مربوط تھے، کہ جب تک پورے حالات پر نظر نہ ہو کسی ایک جگہ کا حال معلوم کرنا مشکل تھا، مثلاً اگر کوئی مورخ اس دور کے اسلامی ہند کی تاریخ مرتب کرنی چاہے تو اسے جنوب مشرق کے تمام ممالک کی تاریخ پر نظر رکھنی چاہیے، خاص طور سے جو ممالک اور علاقے موجودہ ایران و افغانستان اور پاکستان پر مشتمل ہیں اور جن کو قدیم ہندوستان سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، ان کی تاریخ سے اخذ و اقتباس ضروری ہوگا، اس لیے اسلامی ہند کی تاریخ میں ان قدیم علاقوں کی اسلامی تاریخ سے مدد لینی ضروری ہے، اور یہاں کی تاریخ جنوبی فارس کی تاریخ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

یہ بات قابلِ افسوس اور ساتھ ہی باعثِ تعجب بھی ہے کہ آج تک اسلامی ہند کی تاریخ میں کسی زبان میں کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس کو پڑھ کر عہدِ رسالت، خلافتِ راشدہ، خلافتِ امویہ اور خلافتِ عباسیہ کے ہندوستان کا کوئی واضح نقشہ اور مرتب خاکہ ہمارے سامنے آجائے اور جسے دیکھ کر ہمیں معلوم ہو کہ ان ادوار میں اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے واقعی حالات کس قسم کے تھے؟ فتوحات و مغازی کی کتابوں میں جو کچھ ہندوستان سے متعلق بیشتر واقعات ہیں اگر ان کو یکجا کیا جائے تو صرف دس بیس صفحات

میں آجائیں گے، جن سے ہم کوئی اطمینان بخش نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے اور نہ یہاں کی اسلامی تاریخ کا کوئی واضح نقشہ پیش کر سکتے ہیں، اس کمی کو پورا کرنے کے لیے میں نے ۱۳۸۸ھ میں قدیم کے طرز پر ایک کتاب "العقد الثمین فی فتوح الهند ومن ورد فیہا من الصحابة والتابعین" کے نام سے لکھی، یہ کام اگرچہ مختصر طور پر ہوا مگر کسی نہ کسی حد تک، ہندوستان کی خالص اسلامی تاریخ کا خلا پڑ ہوا۔ مگر جس ملک کی یہ اسلامی تاریخ مرتب کی گئی تھی بڑی حد تک اس کے تمام مسلمان اب بھی اپنے شاندار ماضی سے ناواقف تھے، اسی شدت احساس کے ماتحت پیش نظر سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔

ہندوستان کی مفصل اسلامی تاریخ میں اگر عام نظام حکومت، شہری قوانین اور تمدن و حضارت کی سرگرمیوں کو بیان کیا جائے تو کتاب اپنے دائرے سے نکل کر پورے عالم اسلام کی تاریخ بن جائے، اور اگر صرف ان ہی واقعات و احوال پر اکتفا کیا جائے جو تاریخوں میں مصرح طور سے یہاں سے متعلق درج ہیں تو کوئی واضح شکل سامنے نہ آئے، اس لیے ان دونوں کی درمیانی راہ اختیار کر کے جن باتوں کا تذکرہ یا اشارہ تاریخوں میں موجود ہے۔ ان سے متعلقہ مباحث کو نسبتاً تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور جن امور کے بارے میں کوئی تذکرہ یا اشارہ نہ مل سکا ان کا تذکرہ اجمالی طور سے کر کے بتا دیا گیا ہے کہ پورے عالم اسلام کی طرح یہاں بھی اکیں رواج تھا۔

عالم اسلام میں اسلامی ہند کی حیثیت | اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ خلافت عباسیہ تک پورے عالم اسلام میں وہی نظام حکومت

راج تھا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کتاب و سنت اور شوریٰ کی روشنی میں جاری فرمایا تھا، البتہ بعض مقامات اور بعض حالات میں مقامی و ہنگامی مصالح کی وجہ سے امراء کی صوابدید سے اس میں کوئی تبدیلی ہو جاتی تھی وہ بھی اس طرح کہ اصل قوانین و اصول کی روح بحال رہے، نیز ان ادوار میں اسلامی ہند میں علوم و فنون کی ترقی معاش و معیشت کی سرگرمی، تہذیب و تمدن کی ترقی اور ذہنی و فکری نشوونما کی رفتار وغیرہ

کا وہی حال تھا جو فارس، خراسان، سجستان اور عرب و عجم کے تمام اسلامی ممالک میں پایا جاتا تھا، اُس زمانے میں فارس، مکران اور سندھ وغیرہ کے تمام مشرقی ممالک فتوحات اور انتظامات کے اعتبار سے سوادِ عراق یا ارضِ عراق میں شمار کیے جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ یہاں کی فتوحات وغیرہ عربی تاریخوں میں عراق کی فتوحات کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں، اور جو نظام سوادِ عراق سے متعلق ممالک میں رائج تھا وہی یہاں بھی رائج تھا، جس کے باعث فارس کے جنوبی مشرقی حصے اور ہندوستان کے شمال مغربی حصے ایک دوسرے سے یوں مربوط و متعلق تھے کہ ایک کی تاریخ دوسرے کی تاریخ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی، چنانچہ ہمارے لیے بھی ایسا کرنا ناگزیر تھا۔ البتہ کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان سے متصل علاقہ فارس کے حالات بقدر ضرورت آئیں جن سے یہاں کی تاریخ میں مدد مل سکے۔

خلافت راشدہ کے فیوض و برکات | جاننا چاہیے کہ خلافت راشدہ کا دور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک

سراسر خیر و برکت اور عین وسعدت کا دور ہے، یہ خلافت و حکومت دنیا سے زیادہ آخرت سے قریب تھی، اس کا مزاج انبیاء کا، ہدایت اولیاء کی، اور فتوحات سلاطین کی تھیں، خلیفۃ المسلمین بازاروں میں اس حال میں پیدل چلتا تھا کہ پاؤں میں پیراں نہ جوتے، بدن پر پیوند لگا ہوا پرانا کپڑا اور ہاتھ میں وردہ ہوتا تھا، مگر رعب و ہیبت کا یہ عالم تھا کہ اس کی شکل سے دنیا کانپتی تھی۔ خلفائے راشدین کی یہ ظاہری ہیبت ان کے فقر و محتاجی کی وجہ سے نہیں تھی، ان کے پاس ذاتی دولت تھی وہ بڑے بڑے صدقات و خیرات کیا کرتے تھے بلکہ وہ اپنے کو امت مسلمہ کے طبقہ فقر و مساکین میں رکھ کر ان کی غمخواری و ہمدردی کا عملی ثبوت پیش کرتے تھے، خلافت راشدہ کے خلفاء فقرا و مساکین کے طبقہ سے معلوم ہوتے تھے، خلافت امویہ کے خلفاء قبائل کے شیوخ و سردار کے انداز میں زندگی بسر کرتے تھے، اور خلافت عباسیہ کے خلفاء ملوک و سلاطین کا جاہ و جلال رکھتے تھے، خلافت راشدہ

کی عظیم اشان مشرقی فتوحات میں خراسان کے آگے دریائے جیحون کے اس پار سمرقند تک کا علاقہ شامل تھا اور افریقہ کے وسطی علاقے میں بلکہ اس سے بھی آگے مجاہدین اسلام پہنچ گئے تھے، مشرقی فتوحات کے ضمن میں ہندوستان کا ایک حصہ خلافت راشدہ کے زیر نگیں آ گیا تھا، جو مین وسعدت اور خیر و برکت میں اس دور کے عالم اسلام کی ہمسری کر رہا تھا، اور اس میں خلافت راشدہ کے برکات و فیوض ہر طرف عام تھے۔ ہندوستان میں فتوحات کا سلسلہ عہد فاروقی میں حدود ۲۴ھ سے شروع ہوا اور حضرت علی کی شہادت ۴۰ھ پر ختم ہو گیا، اس درمیان میں حضرت عثمان کا دور خلافت (۲۳ھ تا ۳۵ھ) یہاں کے لیے اسلامی فتوحات و امارات کا عہد زریں ہے، اسی دور میں یہ علاقہ حقیقی طور سے دارالاسلام بنا، یہاں متعدد امار و عمال مقرر کئے گئے، محکمہ قضا کا قیام ہوا۔ مسلمانوں کی پہلی آبادی ہوئی اور نہایت پائیدار حکومت و امارت کا قیام عمل میں آیا، اس دور میں یہاں غزوات و فتوحات کی دو صورتیں تھیں، ایک یہ کہ خراسان و سجستان اور کرمان وغیرہ کی جنگی مہمات کے ضمن میں یہاں بھی مہمات روانہ کی جاتی تھیں، اور دوسری یہ کہ عراق سے براہ راست اور مستقل طور سے مکران، سندھ، اور قندابل وغیرہ پر فوج کشی کے نتیجے میں فتوحات ہوئی تھیں، اس وجہ سے اس دور میں ہندوستان کی فتوحات کی صحیح تعداد کا علم نہ ہو سکا البتہ اتنا معلوم ہے کہ کم از کم یہاں پر پندرہ فتوحات ہوئیں ہیں۔

اسی طرح اس دور میں یہاں تشریف لانے والے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی آمد صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے نام اور

ان کی تعداد کا معلوم کرنا مشکل ہے، خلافت راشدہ کا دور اجلہ صحابہ و تابعین اور اسلامی رجال کی برکتوں سے مالا مال تھا، غزوات و فتوحات میں ان کی بڑی تعداد شریک ہوتی تھی۔ اور وہ اسلامی تعلیم کے لیے مفتوحہ بلاد و امصار میں خلافت کی طرف سے بھیجے جاتے تھے، چنانچہ فارس و ہند اور دوسرے مشرقی ممالک میں بھی ان کی آمد ہوئی، جن میں

سے بعض حضرات کے نام کتابوں میں موجود ہیں، اور ان کے بارے میں ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے انوار و بہکات سے اس ظلمت کدہ کو بقعہ نور بنایا مگر افسوس کہ ایسے حضرات صحابہ و تابعین کے نام بہت کم مل سکے، تاہنوز صرف سترہ صحابہ اور نو تابعین کے بارے میں یقین کے ساتھ معلوم ہو سکا ہے کہ ان کے مبارک قدم خلافت راشدہ میں یہاں آچکے ہیں جن میں دو صحابہ ابتدائی اموی دور میں آئے ہیں، ظاہر ہے کہ اسلامی فوج میں آنے والے صحابہ و تابعین کے مقابلہ میں یہ تعداد صفر کی حیثیت رکھتی ہے کیوں کہ اس دور میں عام طور سے اسلامی فوج اور مجاہدین اسلام میں غالباً عنصر حضرات صحابہ و تابعین کا ہوتا تھا۔

عہد فاروقی سے عباسی دور کی ابتداء تک اس ملک میں صحابہ و تابعین، اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کی آمد جاری رہی ہے، علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ محمد بن قاسم کی فتوحات سے پہلے ہی حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور میں حضرات صحابہ ان علاقوں میں فاتحانہ انداز میں داخل ہو چکے تھے اور شام، مصر، عراق، یمن، اداکل بلاد ترک، ماورالنہر، اداکل بلاد مغرب اور اداکل بلاد ہند وغیرہ میں ان کا عمل دخل ہو چکا تھا، دولت امویہ کے خاتمہ تک پوری صدی میں جہاد کی گرم بازاری ہی تھی کہ عباسی خلافت میں ابو جعفر منصور، ہارون رشید اور ان کی اولاد کے دور میں بھی بلاد روم، ترک اور ہندوستان میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اموی دور میں اسلامی لشکروں میں کبار تابعین کے ساتھ صلحا و ادلیار اور علماء کی بڑی جماعت شریک رہا کرتی تھی جس سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد فرماتا تھا۔ امام ابن ابی حاتم راہی نے کتاب البحر والتعذیل کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم فتوحات و مغازی اور امارات و قضا کے سلسلے میں دنیا کے اطراف و اقصاء اور

تشریح میں پھیلے، اور ان میں سے ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت کی، اللہ تعالیٰ کے احکام جاری کیے، سنت کی روشنی میں مسلمانوں کے معاملات و مسائل حل کیے، ان کے بعد حضرات تابعین کا دور آیا جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کے حدود و فرائض اور ولایت اور احکام و سنن کی تعلیم و تبلیغ کی توفیق سے نوازا تھا اور انھوں نے حضرات صحابہ سے کتاب و سنت کے علوم حاصل کر کے دنیا میں عام کیے۔ صحابہ اور تابعین کے بعد حضرات تبع تابعین ان ممالک میں آئے اور اسلامی علوم اور اسلامی تعلیمات کی ترویج فرمائی، ان تینوں مقدس گروہوں میں سے ہر ایک نے ہندوستان میں بھی اسلامی و دینی خدمات انجام دیں، خلافت راشدہ میں ہندوستان میں صغار صحابہ اور کبار تابعین تشریف لائے اصغر و احدث صحابہ سے مراد وہ حضرات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے، اور ان کے والدین ان کو خدمت نبوی میں لائے، اور آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی، یا کسی اور طریقہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف پایا۔

بلاد سندھ و ہند | قدیم جغرافیہ نویسوں کے قول کے مطابق سندھ اور ہند دو الگ الگ ملک تھے۔ اور بسا اوقات دونوں پر ہند کا اطلاق کرتے تھے۔ یا قوت جموی نے لکھا ہے کہ بوقیر بن یقطن بن حام بن نوح کی اولاد میں سندھ اور ہند دو بھائی تھے، جن کے نام سے یہ دونوں ملک مشہور ہوئے، بعض جغرافیہ نویس مکران کو سندھ میں شامل کر کے ہندوستان کے پانچ علاقے مانتے ہیں، سندھ اور ہند کے درمیان قاہل کا علاقہ حد فاصل ہے، چیمور (مینی) سے قاہل تک ہندوستان کا علاقہ ہے، اور قاہل کے آگے مکران، بدھ (طوران) ملتان تک سندھ کا علاقہ ہے۔

قدیم زمانہ میں مشترک ہندوستان کی شمالی حدود میں بلاد سبکتان، بستان، خج،

۱۔ تقدیم الجرح والتعديل ص ۸ و ص ۹،

دائرہ بامیان اور کابل وغیرہ واقع تھے، یہاں کے راجہ کو تہیل کہتے تھے، اور یہ سارا علاقہ
 ہندوستان میں شمار ہوتا تھا، اسی طرح جنوب میں جزیرۃ الیاقوت (سندھپ اور
دلیتہ المہل) جزائر محدیپ وغیرہ ہندوستان میں واقع تھے، بحر ہند اپنی وسعت،
 جزائر کی کثرت اور شہروں کی زیادتی کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا سمندر مانا جاتا تھا
 بحر فارس کے علاقہ تیز مکران سے بحر ہند کی ابتداء ہوتی ہے، اور اس کا جنوبی سلسلہ بلاد
 زنج تک چلا گیا ہے، تیز مکران سے اس کا ساحل مشرقی سمت کی طرف مڑ گیا ہے جس پر دیل
رندھ، کچھ سوراشٹر، سومناٹ، اور کھمبات (گجرات) واقع ہیں، پھر ایک کھاڑی خشکی
 میں چلی گئی ہے، جس سے بھڑوچ کا بحری راستہ ہے، اس کے بعد بحر ہند میں بہت موڑ
 ہو گیا ہے اور یہ موڑ بلاد مالابار تک چلا گیا ہے، اس ساحل کے مشہور شہروں میں منجور
منگلور، میسور اور فکنور ہیں، اس کے بعد فول کی کھاڑی آتی ہے، پھر نجر کا مقام آتا
 ہے جو ہندوستان کا آخری شہر ہے۔

ہندوستان کے یہی بلاد و امصار اور بحر ہند کے سواحل تھے جو خلافت راشدہ میں
 مجاہدین اسلام کی سرگرمیوں کے جولانگاہ تھے، اور جہاں تک امارت و حکومت کا تعلق
 ہے اس کی حدود کابل و ہجستان کے بعد مکران اور سندھ کے شہر قیقان و قندھار تک
 تھیں، اور کم و بیش بیس سال تک یہ علاقہ خلافت راشدہ کے فیوض و برکات کا مرکز رہا
 ہے، اور ان ہی حدود میں اسلام کا پہلا قافلہ اترتا ہے۔

عہد رسالت اور ہندوستان

عرب اور ہندوستان کے درمیان قدیم زمانہ سے مختلف قسم کے تجارتی، معاشی اور مذہبی تعلقات و روابط پائے جاتے تھے، اہل عرب ہندوستان کے سواحل پر آتے جاتے تھے، اور ہندوستان کے باشندے عرب سے آمد و رفت رکھتے تھے، اور ہندوستانیوں کی مختلف قومیں اور جماعتیں وہاں مستقل طور سے آباد بھی ہو گئی تھیں جن کو اہل عرب زط (جاط) سیابجہ، مید (بحری ڈاکو) احامرہ، اساورہ اور سند و ہند کے ناموں سے یاد کرتے تھے، یہ لوگ اپنے دور کے ہندی تمدن اور طور و طریقہ کے یوں حامل تھے کہ شکل و صورت، لباس و معیشت اور رہنیت سے ان کی شناخت ہو جاتی تھی، دور رسالت میں یہ لوگ سواحل عرب اور مرکزی مقامات میں کثرت سے پائے جاتے تھے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم جانتے پہچانتے تھے، اور بعض احادیث و سیر کی کتابوں میں ان کے تذکرے بھی پائے جاتے ہیں۔

سندھ و اطراف و جوانب کے باشندوں کو آنے جانے والوں کے ذریعہ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت کی خیر معلوم ہوئی تو انہوں نے تحقیق حال کی غرض سے اپنا ایک مذہبی وفد مدینہ منورہ روانہ کیا جو آپ کی حیات طیبہ کے بعد وہاں پہنچ سکا، یہاں کے بعض راجوں نے ازراہ عقیدت اپنے آدمی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زنجبیل (سونٹھ) ادراک (کاہریہ بھیجا جسے آپ نے خود تناول فرمایا اور صحابہ کرام میں تقسیم کیا، نیز یہاں کی متعدد چیزیں عرب میں استعمال ہوتی تھیں

جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے استعمال کیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ہندوستان میں جہاد کی پیشین گوئی فرماتے ہوئے اس میں شریک ہونے والوں کے حق میں نارحیم سے برائت اور آزادی کی بشارت دی۔

ان تمام باتوں کی تفصیلات ہماری کتاب ”عرب و ہند عہد رسالت“ کے اندر موجود ہیں ہم نہایت اختصار کے ساتھ دور رسالت میں عرب و ہند کے تعلقات کا خاکہ پیش کرتے ہیں، کیونکہ یہی تعلقات اسلامی ہند کی تاریخ کے قصر معلیٰ کے بنیادی پتھر ہیں اور ان ہی سے ہندوستان میں اسلامی تاریخ کی بسم اللہ ہوتی ہے۔

رسول اللہ و صحابہ اور اہل ہند

یوں تو عہد رسالت میں ہندوستان کی مختلف قومیں ویا عرب میں موجود تھیں مگر ان میں سے زط اور سیابجہ بڑی تعداد میں عرب کے مشرقی سواحل اور ان سے متصل آبادیوں میں رہتے تھے، اور پورے عرب کے لوگ ان سے اچھی طرح واقف تھے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ان کو جانتے اور پہچانتے تھے، چنانچہ جامع ترمذی کے ابواب الامثال میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بطحائے مکہ کی طرف لے گئے، اور ایک جگہ خط کھینچ کر مجھے اس کے اندر بیٹھا دیا اور فرمایا کہ تم اسی دائرے کے اندر رہنا، کچھ لوگ تمہارے قریب آئیں گے ان سے بات چیت نہ کرنا، یہ کہہ کر آپ کہیں تشریف لے گئے، اور میں اسی دائرے کے اندر بیٹھا رہا، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود کے الفاظ یہ ہیں:-

اِذَا اتَانِي رَجَالٌ كَانَهُمُ الزُّطُّ کچھ لوگ میرے قریب آئے وہ اپنے جسم اور بال
اشعارهم واجسامهم لا اری میں جاٹوں کے مشابہ تھے، میں ان کی شرمگاہ
عورة ولا اری قشرًا، ويتذہون اور چہرہ نہ دیکھ سکا، وہ میری سمت آتے تھے مگر

الی ولا یجاوزون الخط، مشہد
یصدرون الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خط کے اندر نہیں آتے تھے، بلکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس
چلے جاتے تھے۔

اس روایت میں حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے پاس آنے والے جنات کو ہندوؤں
کے جاٹوں سے تشبیہ دی ہے اور ان کی جسمانییت اور بالوں کو جاٹوں کی جسمانییت اور بالوں
کے مانند بتایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ اور عرب کے لوگ یہاں کی اس قوم
سے اچھی طرح واقف تھے، ظاہر ہے کہ مخاطب و متکلم کے نزدیک مشبہ سے زیادہ مشبہ بہ
معلوم و متعارف ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں معراج کے بیان میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رنگ اور جسم و جثہ میں جاٹ سے تشبیہ دی ہے، حضرت عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ :-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
رأیت عیسیٰ وموسىٰ وابراہیم
فاما عیسیٰ فاحمر عریض الصدر
واما موسیٰ فادم جسیم کاشہ
من رجال الزط،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ میں نے عیسیٰ، موسیٰ، اور ابراہیم کو دیکھا
ہے، عیسیٰ سرخ رنگ اور کثاہ سینہ کے
تھے اور موسیٰ گندمی رنگ کے خوش قامت
و بدن تھے، جیسے وہ جاٹوں میں سے ہیں۔

طبقات ابن سعد سیرت ابن ہشام اور تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ سلسلہ میں حضرت
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نجران سے بنو حارث کا ایک وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس میں قیس بن حصین ذی الغصنہ، یزید بن عبد المذکر،

۱۔ جامع ترمذی، ابواب الامثال،

۲۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ عز وجل: واذکرفی الکتاب مریم۔

یزید بن مجمل، عبداللہ بن قراہ، شداد بن عبداللہ قناتی، اور عمر بن عبداللہ ضبانی شریک تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان وفد کو دیکھ کر فرمایا،

مَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَانَهُمْ
رِجَالُ الْهِنْدِ۔ یہ کون لوگ ہیں جو گویا ہندوستان کے آدمی ہیں؟

اس کے جواب میں عرض کیا گیا۔

یا رسول اللہ! ہؤلاء رجال
بنی الحارث بن کعب۔ یا رسول اللہ! یہ لوگ بنی حارث کے
افراد ہیں۔

اور اصابہ میں ابن الکلبی کے حوالے سے ہے کہ جب بنو حارث کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا،
مَنْ هَؤُلَاءِ كَانَهُمْ مِنَ الْهِنْدِ۔ یہ کون لوگ ہیں؟ جیسے کہ ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان تینوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں ہندوستان کے آدمی عرب میں عام طور سے مشہور و متعارف تھے، اور اپنی وضع قطع، شکل و صورت اور جسم و لباس کی وجہ سے ہر جگہ اور ہر طبقہ کے لوگ ان سے بخوبی واقف تھے، خاص طور پر مشرقی سواحل کے شہروں میں ان کی آبادیاں تھیں اور بحرین، خطہ ہجر، دارین، صحرایہ قطیف میں ان کی شوکت و طاقت تھی، چنانچہ عہد صدیقی کے فتنہ ارتداد میں ان علاقوں کے ہندوستانیوں نے مرتدوں کا پورا پورا ساتھ دے کر اسلامی فوج سے اپنے آدمیوں اور اسلحہ کے ساتھ مقابلہ کیا اور شکست کے بعد ہندوستان بھاگ آئے جیسا کہ اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

سرندیپ کا وفد مدینہ کی طرف

ہندوستان کے ساحلی مقامات اور ان کے قرب و جوار کے دیار و جزائر قدیم زمانہ سے عرب تاجروں کی گزرگاہ تھے، اور خود ہندوستان کے لوگ عرب کے بازاروں اور شہروں میں معاش و معیشت کے سلسلے میں آتے جاتے تھے جس کا لازمی نتیجہ دونوں ملکوں کے درمیان تعلق و تعارف تھا، اس دور میں اسی قسم کے تعلقات باہمی تعارف کا ذریعہ تھے، چنانچہ ان ہی آنے جانے والے عرب یا ہندی تاجروں کے ذریعہ ہندوستان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت کی خبر سنی گئی، خاص طور سے جنوبی ہند اور اس کے جزائر سرندیپ وغیرہ میں اس خبر کو مذہبی طبقہ کے لوگوں نے بڑی اہمیت سے سنا اور سرندیپ کے سادھوؤں سنتوں نے ایک وفد مدینہ منورہ کی طرف بحری راستے سے روانہ کیا تاکہ براہ راست اس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوں اور اسلام کے عقائد و احکام سے کماحقہ واقفیت ہو، چوتھی صدی کے ایک مشہور سیاح و جہاندار بزرگ بن شہریار ناخدا رامہرمزی نے اپنی ذاتی تحقیق کی بنا پر لکھا ہے کہ :-

کان اہل سرندیب و ما والاہالما	جب سرندیپ اور آس پاس کے لوگوں کو
بلغہم خروج النبی صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و
وسلم فارسوارجلا فہیما منہم	رسالت کی خبر ملی تو انہوں نے اپنی جماعت
وامرؤہ ان یسیر الیہ فیعرف امرؤہ	سے ایک سمجھدار آدمی کو آپ کی خدمت
وما یدعوالیہ فعاقت الرجل	میں روانہ کیا، اور اسے حکم دیا کہ وہ جا کر
عوائق ووصل الی المدینۃ بعد	آپ اور آپ کی دعوت کے بارے میں
ان قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ	معلومات حاصل کرے، مگر چند رکاوٹوں
وسلم وتوفی ابوبکر ووجد القائم	کی وجہ سے وہ آدمی اس وقت مدینہ پہنچا

بالا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
جب کہ آپ کا وصال ہو چکا تھا اور حضرت
ابوبکر کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہو چکے تھے۔

اس شخص کے ہمراہ ایک ہندوستانی غلام اور ملازم بھی تھا، واپسی پر یہ شخص کمران کے
قریب انتقال کر گیا اور اس کا غلام سرندیپ پہونچا اس روایت کا باقی حصہ حضرت عمر کے
دور خلافت کے بیان میں آئے گا، اگر یہ وفد حیات نبویؐ میں مدینہ منورہ پہونچ گیا ہوتا
تو غیر مالک میں صرف ہندوستان کو یہ شرف حاصل ہوتا کہ عربوں کے وفد کی طرح یہاں
سے۔ بھی اسلام بھی کے لیے وفد بارگاہ نبویؐ میں پہونچا، اور حیات طیبہ ہی میں یہاں
اسلام کی ابتدا ہو گئی ہوتی۔

ایک راجہ کا تحفہ و ہدیہ

سرندیپ کے عباد دور باد اور سادھوؤں کا وفد خدمت نبویؐ میں حاضر نہیں ہو سکا۔
مگر ہندوستان کے ایک راجہ کو کم از کم اتنی توفیق و سعادت نصیب ہو گئی کہ اس نے
ازراہ عقیدت و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زنجبیل کا ہدیہ روانہ
کیا اور آپ نے اسے یوں شرف قبولیت بخشا کہ خود بھی استعمال فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی
دیا۔ امام ابو عبد اللہ حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
اُھدیٰ مَلِكُ الْهِنْدِ اِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُرَّةً فِيْهَا
زَنْجَبِيلٌ، فَاطْعَمَ اصْحَابَهُ قِطْعَةً
قِطْعَةً وَاطْعَمَنِي مِنْهَا قِطْعَةً ۖ
ہندوستان کے راجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مٹی کے گھڑے میں زنجبیل
کا ہدیہ بھیجا، جسے آپ نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے
صحابہ کو کھلایا اور ان میں سے ایک ٹکڑا مجھے
بھی کھلایا۔

۱۔ عجائب الہند ص ۱۵۷۔ ۲۔ مستدرک ج ۲ ص ۳۵۔

حاکم نے لکھا ہے کہ اسی حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زنجبیل تناول فرمانے کا ثبوت ملتا ہے اسی وجہ سے میں نے علی بن زید بن جدعان کی سند سے اسے بیان کیا ہے، اس کے علاوہ مستدرک میں ان سے اور کوئی روایت نہیں بیان کی ہے، زنجبیل کا استعمال کھانے کی چیزوں میں عام تھا اور اس کی خوشبو عربوں کے نزدیک بہت ہی مرغوب تھی، تازہ زنجبیل کو ادراک کہتے ہیں اور سوکھی ہو تو وہ سونٹھ ہے۔

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ہندوستان کے کس راجہ نے یہ ہدیہ بھیجا تھا، اس زمانہ میں بنگال کے راجگانِ رسمی اطراف و جوانب کے بادشاہوں کے یہاں پیش بہادریا و تحائف بھیجا کرتے تھے جن میں یہاں کی زنجبیل خاص طور سے ہوا کرتی تھی۔ قاضی رشید بن زبیر نے "کتاب الذخائر والتحف" میں ان ہدایا کو تفصیل سے بیان کیا ہے، ہو سکتا ہے کہ اسی ہی خاندان کے کسی راجہ نے بارگاہِ نبوت میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی توفیق پائی ہو۔

ہندی اشیاء کا استعمال

ہندوستان کی چیزوں میں مشک، کافور، زنجبیل، قرنفل (لونگ) قفل (مرچ)، عود ہندی، قسطِ ہندی، ساج (ساگوان کی لکڑی) ہندی تلوار اور یہاں کے کپڑے عرب میں عام طور سے استعمال کیے جاتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بھی استعمال فرماتے تھے، مشک، کافور اور قسطِ ہندی کے استعمال کا ذکر سنن و صحاح کی متعدد احادیث میں موجود ہے۔ امام بخاری نے "الادب المفرد" میں روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، کے حجرے کا دروازہ شمالی رخ کا تھا جس میں ساگوان کا صرف ایک کواڑ تھا۔ بلاذری نے انساب الاشراف میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد حضرت ابویوب انصاری کے مکان میں جس چارپائی پر آرام فرماتے

لے الادب المفرد میں

خلافت راشدہ اور ہندوستان

تھے، اسے حضرت اسعد بن زرارہ نے خدمتِ نبوی میں پیش کیا تھا، اور اس کے پاس سے ساگوں کے تھے، حضرت ابویوب کے مکان سے منتقل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر آرام فرماتے تھے، حتیٰ کہ اسی پر آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ یہ چار پانی ساگوں کی لکڑی سے بنی اور چھال سے بنی ہوئی تھی، اور بعد میں حضرت عائشہؓ کے پاس رہی، پھر ان کی میراث فروخت کی گئی، اور حضرت معاویہؓ کے ایک آدمی نے اسے چار ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا اور اس پر مردے قبرستان لے جائے جاتے تھے۔ ساج یعنی ساگوں ہندوستان کی خاص عمارتی لکڑی ہے جو قدیم زمانہ سے عرب میں استعمال ہوتی تھی۔

ابن سعد نے طبقات اور بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو قینقاع کے اسلحہ سے تین تلواریں ملی تھیں جن میں سے ایک ہندوستان کے شہر کلہ کی (سیف قلعی) دوسری بتار اور تیسری حقف نامی تھی۔ عرب سیاح ابودلف مسعر بن مہلہل نے جنوبی ہند کے شہر کلہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس شہر میں ایک بہت بڑا قلعہ ہے جس میں رصاص قلعی رکھی رائگا کی کان ہے اور اسی قلعہ میں سنی قلعہ بنائی جاتی ہیں جو بہترین ہندی تلوار ہوتی ہیں۔

عرب میں ہندوستان کی تلواریں خاص شہرت رکھتی تھیں، اور بہادران عرب ان کو بڑے فخر و ذوق کے ساتھ استعمال کرتے تھے اور ان کو مہندا، ہندی، ہندوانی، سیف ہندی کے مختلف ناموں سے یاد کرتے تھے، ان کا استعمال عہد رسالت میں عام تھا، اور ان کی چمک دمک اور جوہریت یوں مسلم تھی کہ اس کی تشبیہ اور مثالی دی جاتی تھی چنانچہ حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کے ساتھ

۱۔ انساب الاشراف ج ۱ ص ۵۲۵، ۲۔ کتاب المعارف ص ۱۷۲، ۳۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۸۶
 ۴۔ انساب الاشراف ج ۱ ص ۵۲۲، ۵۔ معجم البلدان ج ۵ ص ۴۱۵، ۶۔ تاجی کے برتنوں پر قلعی کرنے کا محاورہ غالباً اسی رصاص قلعی سے ماخوذ ہے

مہند سے تشبیہ دے کر ہندی تلوار کا مرتبہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے، اور ہندوستان کی پیشانی کو فخر و ناز کی چمک دمک بخش دی ہے، اپنے مشہور نعتیہ قصیدہ "بانت سعاد" میں فرماتے ہیں۔

ان الرسول لنور يستضاء به مہند من سیوف اللہ مسلول

غزوہ ہند کی پیشین گوئی اور بشارت

ہند اور اہل ہند کی بڑی سعادت ہندی اور خوش بختی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے یہاں پر غزوہ اور جہاد کی پیشین گوئی فرما کر اس میں شریک ہونے والی جماعت کو نار جہنم سے آزادی کی خوش خبری دی ہے، چنانچہ امام نسائی نے سنن میں "باب غزوۃ الہند" کے ماتحت اور امام طبرانی نے معجم میں "سند جبید" کے ساتھ حضرت ثوبان مولى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
عصابتان من امتی احرزہما ہے کہ میری امت کے دو گروہوں کو
اللہ من النار عصابتہ تغزو الہند اللہ تعالیٰ نے نار جہنم سے محفوظ رکھا ہے،
وعصابتہ تکلون مع عیسیٰ بن مریم ایک وہ گروہ جو ہندوستان میں جہاد
علیہما السلام۔ کرے گا اور دوسرا وہ گروہ جو حضرت عیسیٰؑ

کے ساتھ رہے گا۔

حضرات صحابہ اس بشارت نبویؐ کی وجہ سے ہندوستان کے جہاد میں شریک ہونے کی حسین تمنا رکھتے تھے اور اس میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اس راہ میں جان و مال قربان کرنے کی تمنا کرتے تھے سنن نسائی اور مسند امام احمد میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ
انہ قال: وعدنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الہند
فان ادرکتھا انفق فیہا نفسی
ومالی، فان اقتل کنت افضل
الشہداء وان ارجع فانا ابو
ہریرۃ المحرر۔
حضرت ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ہندوستان
میں غزوہ کا وعدہ فرمایا ہے اگر میں اس
میں شریک ہوا تو اس میں اپنا جان و مال
خرچ کر دوں گا، اگر مارا گیا تو بہترین
شہید ہوں گا۔ اور اگر زندہ واپس ہوا
تو جہنم سے آزاد ابو ہریرہ رہوں گا۔
امام ابن عساکر اور امام ابن کثیر نے بھی غزوہ ہند کی حدیث کی روایت کی ہے چنانچہ
البدایہ والنہایہ میں ہے:-

قد ورد فی غزو الہند حدیث غزوہ ہند میں حدیث وارد ہوئی ہے جسے
رواہ الحافظ ابن عساکر وغیرہ۔ حافظ ابن عساکر وغیرہ نے روایت کیا ہے۔
غلام علی آزاد نے مذکورہ بالا دونوں روایتوں کو مزید تفصیل کے ساتھ سجتہ
المرحان میں درج کیا ہے۔
یہ پیشین گوئی اور بشارت پہلی بار عہد فاروقی میں عثمان، حکم اور مغیرہ بنو ابی
العاصی ثقفی رضی اللہ عنہم کی زیر قیادت و امارت یوں ظاہر اور پوری ہوئی کہ یہاں
تین غزوات ہوئے جیسا کہ معلوم ہوگا۔

ہندی مسلمان

جیسا کہ معلوم ہوا، ہندوستان ان خوش نصیب ملکوں میں سے ہے جن کے
باشندوں نے عہد رسالت ہی میں اسلام سے اپنی گہری محبت و عقیدت کا مظاہرہ کیا،

لے سنن نسائی باب غزوۃ الہند۔ لے البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۹۵۔ لے سجتہ المرحان ص ۲۱۔

اور ان میں سے بعض نے کسی نہ کسی طریقے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا کیا، مگر کتابوں میں واضح طور سے کسی ہندی باشندے کا عہد رسالت میں اسلام قبول کرنا نہیں پایا جاتا ہے ورنہ کم از کم بلالی حبشی، صہیب رومیؓ اور سلمان فارسی کی طرح فلان ہندی کا نام بھی ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا سرنامہ ہوتا۔ البتہ چند ہندی حضرات کے بارے میں غالب گمان ہے کہ وہ عہد رسالت میں مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں، اور وہ یہ ہیں۔

حضرت سیرظن ہندیؒ یعنی کا تذکرہ حاقظ ابن حجر نے حضرت سیرظن ہندیؒ میں کیا ہے یعنی انھوں نے جاہلیت کے زمانے کے بعد اسلام کا زمانہ بھی پایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں وہ موجود تھے۔ ان کا حال اصابع میں یوں درج ہے۔

سیرظن الہندی، شیخ سیرظن ہندی شاہان ایران کے زمانہ میں یمن
کان فی زمن اکاسرة، لم خبر مشہو میں ایک بزرگ تھے، بھنگ سے علاج و
فی حشيشة القنب، واند اول معالجہ اور اس کے استعمال کے بارے میں ان کا
من اظهرها بتلك البلاد، و واقعہ مشہور ہے، اپنے علاقوں میں سب سے پہلے
اشتہر امرها عنه فی الیمن انھوں نے ہی بھنگ کا رواج عام کیا اور
ثوارک الاسلام فاسلم له ان ہی سے یمن میں اس کی شہرت ہوئی، پھر اس
بزرگ نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام قبول کیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یمن پر کسریٰ کی حکومت کے زمانہ میں ایرانی ابنار و اساورہ کے ساتھ یہ ہندی بزرگ بھی یمن میں مستقل سکونت رکھتے تھے اور جڑی بوٹیوں کے ذریعے ہندی علاج و معالجہ کا کاروبار کرتے تھے، اس سلسلہ میں حشیشۃ القنب یعنی بھنگ

کے علاج و استعمال کو انھوں نے عام کیا اور سہمہ میں جب یمین کے کسریٰ حاکم باذان اور ان کے ایرانی رفقا و اساورہ اسلام لائے تو حضرت بیرظن ہندی بھی مسلمان ہوئے، حافظ ذہبی نے تجربہ اسما و الصحابہ میں علی الترتیب باذان حضرت باذان ملک الہند الفارسی، باذان ملک الہند اور باذان ملک الیمین کا تذکرہ کیا ہے، درمیانی باذان کے حال میں لکھا ہے:-

باذان ملک الہند، ذکر ابن
مضر ز قال: لما قتل کسریٰ
بعث باذان باسلامه واسلام
من معه الى رسول الله صلى الله
عليه وسلم، حکاہ ابن ہشام۔ پاس بھیدی۔

شاہ ایران کسریٰ نے اپنے حاکم یمین باذان کو لکھا کہ عرب میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، تم اسے قتل کر دو، اور باذان کا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پیشین گوئی فرمائی کہ فلاں تاریخ کو کسریٰ قتل کر دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور باذان اور ان کے تمام ساتھی اس معجزے کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور اس کی اطلاع بھی بارگاہ نبوت میں کرادی، فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے کسریٰ کے قتل کی تاریخ شب ووشنبہ دس جمادی الاخریٰ سہمہ لکھی ہے اور اسی کے بعد باذان مسلمان ہوئے، ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ ذہبی کے اس قول میں "ملک الہند" کے بجائے "ملک الیمین" ہونا چاہیے۔

حضرت باذان رضی اللہ عنہ شاہ ایران کسریٰ کی طرف سے یمین کے حاکم تھے، ان کے ساتھ شہسواروں کی ایک جمعیت بھی تھی، جس میں ایران اور ہندی شہسوار اور فوجی امراء

شامل تھے ان کو اساورہ کہتے تھے، باذان ملک الہند، باذان ملک الیمین، اور باذان الفارسی
 تینوں ایک ہی شخصیت کے اسماء و صفات معلوم ہوتے ہیں، باذان ایران کے رہنے
 والے تھے اور یمین کے حاکم تھے اس لیے ان کا فارسی اور ملک الیمین ہونا ظاہر ہے، باقی رہا
 ملک الہند ہونا تو یہ یوں ممکن ہے کہ باذان اگرچہ ایران میں رہتے تھے اور یہیں سے یمین کی
 حکومت پر مقرر کیے گئے مگر ہو سکتا ہے کہ وہ شمال ہندوستان سے تعلق رکھتے رہے
 ہوں اور جس طرح ایران کے اساورہ میں ہندوستان کے بہت سے شہسوار اور حکمران
 شامل تھے، حضرت باذان بھی ان میں شامل رہے ہوں، اور اس مناسبت سے ان کو
 ملک الہند کہا جاسکتا ہے کہ ان کا خاندان ہندوستان میں حکمران تھا۔

اگر حضرت باذان کا ہندی ہونا متعین ہو جائے تو وہ بھی حضرت سیرظن ہندی کی طرح
 مدبرک ہوں گے، یعنی یہ کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کی
 حیات طیبہ میں دولت اسلام سے حصہ پایا۔

بعض منکر روایات

اسلامی ہند کی ابتدائی تاریخ کے سلسلے میں کئی منکر روایات اور غلط دعاوی پائے
 جاتے ہیں جن کے بارے میں کوئی علمی ثبوت نہیں ہے بلکہ علماء نے ان کے بے اصل ہونے کی
 تصریح کی ہے، عہد رسالت سے متعلق اس قسم کی کئی باتیں کتابوں میں موجود ہیں، ہم ان کو
 یہاں درج کرتے ہیں تاکہ ان کا ضعف و بیکارت معلوم ہو جائے۔

حضرت آدم کے | حضرت آدم علیہ السلام کے ہندوستان کے جزیرہ سیرت
 ہندوستان میں اترنے کی روایت | یا سرزمین دجن میں اترنے کے بارے میں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو اقوال منسوب کیے گئے ہیں، اصول حدیث کی رو سے ان کی صحت
 غیر مسلم ہے، البتہ حضرت ابن عباس وغیرہ کے آثار و اقوال کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ علماء

نے اس روایت کو بھی منکر قرار دیا ہے۔

ان آدم هبط بالهند، ومعه
السندان، والمطرقۃ والکلبتان ان کے ساتھ گھن، ہتھوڑا اور دو چمچے بھی
واہبطت حواء بجدة۔ تھے، اور حوا، جدہ میں اتاری گئیں۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن سالم کے پاس منکر حادثہ
ہیں اور من جلد ان کے مذکورہ بالا حدیث کو ان میں شمار کیا ہے۔

ان ہی منکرات میں وہ باتیں بھی ہیں جنہیں عام طور سے مفسرین بیان کرتے
ہیں کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان میں اتارے گئے تو ان کے جسم پر
جنت کے پتوں کا لباس تھا، بعد میں وہ پتے خشک ہو کر ادھر ادھر اڑے اور زمین
پر گرے جس کی وجہ سے ہندوستان کے درخت خوشبودار ہو گئے، مثلاً عود، صندل
مشک، عنبر، کافور وغیرہ میں ان ہی پتوں کی وجہ سے خوشبو آئی، علامہ محمد طاہر گجراتی نے
تذکرۃ الموضوعات میں نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کا راوی امام سفیان ثوری کا بھانجہ سیف
کذاب ہے اور یہ خبر منکر ہے۔

لسان المیزان ہی میں ابی بن عمرو بن معدیکرب کے ذکر میں ہے
تاثری کے متعلق روایت کہ ان کی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔

حب یحمل من الہند، یقال لہ
الداری، من شرب منه لم تقبل
لہ صلوۃ اربعین سنۃ فان تاب
تاب اللہ علیہ۔

ایک پھل ہندوستان سے لایا جاتا ہے جس کے
درخت کے پانی کو تاثری کہتے ہیں جو شخص اس کو
پئے گا اس کی چالیس سال کی نماز قبول نہیں ہوگی
اور توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔

لہ لسان المیزان ج ۱ ص ۶۳۔ لہ تذکرۃ الموضوعات ص ۶۱ و ۱۶۲۔ لہ لسان المیزان ج ۱ ص ۳۴۹۔

خطیب نے کہا ہے کہ اس کی سند کے تمام رجال سوائے ابن عدی کے غیر معروف ہیں اس میں داری کے بجائے دازی ہونا چاہیے۔ دارین ایک ساحلی مقام تھا جہاں کاشک داری مشہور ہے، اور تاڑی کا معرب دازی ہے۔

اہل ہند سے ہوشیار رہنے کی روایت | علامہ محمد طاہر بن علی گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں ہندوستان سے متعلق ایک موضوع حدیث کا تذکرہ کیا ہے جس میں کسی کذاب و مجہول راوی نے اس قول کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے۔

اتقوا الیہود والہنود، ولسو یہود اور ہنود سے ستر نسل تک بسبعین بطناً بچتے رہو

مگر علامہ حسین بن محمد صفائی لاہوریؒ نے اس کو موضوع بتایا ہے۔ ہندوستان کے بارے میں اسی قسم کی بعض اور روایات ہیں جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ مگر روایت کے اصول کی رو سے ان کی کوئی اصل نہیں ہے، سبجۃ المرجان فی آثار اہندوستان میں غلام علی آزادؒ نے اس سلسلے کے تمام غش و ثمین کو جمع کر دیا ہے۔

عرب و ہند کے درمیان آمد و رفت کی روایات

عہد رسالت میں کسی شخص کے ہندوستان سے عرب جانے یا عرب سے ہندوستان آنے کی صحیح و مستند روایت نہیں ملتی ہے، اور جو روایتیں ملتی ہیں ان میں اکثر روایت اور روایت کے اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہیں اور علمائے اسلام نے ان کا انکار کیا ہے، ہندوستان اس سلسلے میں یوں معذور قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس

لے تذکرہ الموضوعات ۱۱۴۔

ملک کے باشندے تاریخ کے قدیم دور سے مقامی افسانوی روایات کے علاوہ نہ کچھ جانتے تھے اور نہ جاننا چاہتے تھے، اس لیے اس قدیم ترین ملک کی مستند تاریخ مرتب نہ ہو سکی اور مسلمانوں کی آمد سے پہلے کی تاریخ راجوں مہاراجوں کی کہانیوں اور داستانوں کی دیوالائی روایات کے سوا کچھ نہیں ہے، البتہ مسلمان اس بارے میں ذمہ دار ہیں جنہوں نے تاریخ و رجال نویسی میں دنیا کی تمام اگلی پھلی قوموں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، اگر عہد رسالت میں عرب و ہند کے درمیان آمدورفت کی مستند روایات ملتی تو مسلمان مورخ اور تذکرہ نویس ان کو اپنی کتابوں میں جگہ دیتے، اس سلسلہ میں ان کو اپنی ذمہ داری کا اس قدر احساس رہا کہ غیر مستند واقعات کو بھی اپنی کتابوں میں درج کر کے ان کے صحت و سقم کی توضیح کر دی، اور ان ہی کی طرح ہم بھی ایسے واقعات کو اسی انداز میں یہاں درج کر کے اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں، اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ واقعات علمی اور تاریخی اصول و قواعد کی رو سے پایہ تحقیق کو نہیں پہنچتے۔ اور ان کا ثبوت نہیں مل سکا ہے، اسی لیے ان کا انکار کیا گیا ہے، مگر ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ واقعات عالم وجود میں آئے ہوں، اور نفس الامر میں ان کا وقوع ہوا ہو، اس احتمال سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں رفاعہ جنیہ کا واقعہ اقربا لی رفاعہ بنت عبد صالح جنیہ کی روایت | الصحیحہ کہا جاسکتا ہے، جنہوں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے ہندوستان جانے کا حال بیان کیا ہے، امام ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی جربانیؒ نے تاریخ جربان میں ابو عمر و عبد المومن بن احمد عطار جربانیؒ کے تذکرے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رفاعہ بنت عبد صالح نامی ایک جنیہ قوم جنات کی عورتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ بہت دیر کے بعد آئی، آپ نے تاخیر کی وجہ دریافت فرمائی

تو اس نے عرض کیا :-

مات لنا ميتاً بارض الهند ہمارا ایک شخص ہندوستان میں مر گیا تھا
فذهبت في تعزيتهم۔ میں اہل میت کی تعزیت کو گئی تھی۔
اس کے بعد اس نے ایک نہایت دلچسپ واقعہ بیان کیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم خوب ہنسے۔

حافظ ابن حجر نے اصحاب میں رفاعہ بنت العبد الصالح کا تذکرہ کر کے معمولی تغیر کے
ساتھ امام سہمی کی پوری عبارت نقل کر دی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ اس کی سند کے
بعض رواۃ غیر معروف ہیں اور امام ابن جوزی نے اس واقعہ کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔
جمہور محدثین کے نزدیک اگر جنابت نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت و صحبت
پائی ہے تو وہ صحابہ میں شمار ہوں گے۔ سہمی نے اس واقعہ کو بلا کسی انکار و تضعیف کے
بیان کیا ہے، اور ابن حجر نے اس کی سند کے بعض رجال میں کلام کیا ہے، البتہ ابن جوزی نے
اسے موضوعات میں شمار کیا ہے اس لیے اس واقعہ کو بالکل ہی بے اصل نہیں قرار دیا
جاسکتا ہے،

پانچ صحابہ کے سندھ آنے کی روایت | مجموع الرسائل نام کی قلمی کتاب میں جمع المجامع
کے حوالہ سے درج ہے :-

روى ان رسول الله صلى الله عليه روايت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم ارسل كتابه الى اهل السند نے پانچ صحابہ کے ہاتھوں اہل سندھ کے
على يد خمسة نفر من الصحابة پاس اپنا نام مبارک روانہ فرمایا، جب یہ
فلما جاءوا في السند في قلعة حضرات سندھ میں نیرون کوٹ (حیدر آباد)
يقال نيرون اسلم بعض اہل سندھ میں آئے تو وہاں کے کچھ لوگ مسلمان

فخرج من الصحابة اثنان مع الوافد منهم في السند
 چلے گئے، اور اہل سندھ نے کھل کر اسلام
 واطهر اهل السند الاسلام
 قبول کیا اور باقی تین حضرات نے سدرہ یوں
 وبيّنوا لاهل السند الاحكام
 کو تفصیل سے اسلام کے احکام سکھائے
 و ما توافيه و قبورهم فيه الآن
 اور یہیں انتقال کیا، ان کی قبریں آج تک
 موجودہ و جدات۔
 موجود ہیں اور پائی گئی ہیں۔

اور کتابوں میں اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملی۔ اور نہ کسی دوسرے ذریعہ سے
 اس کی تصدیق و تائید ہوتی ہے، اور بظاہر یہ روایت بھی بے اصل معلوم ہوتی ہے، پھر
 اس روایت کے الفاظ عربیت کے قواعد کے اعتبار سے نہایت رکیک ہیں۔

قنوج کے راجہ سرباتک کی روایت | ہندوستان میں دوا ایسے پراسرار شخص پیدا
 ہوئے ہیں جنہوں نے کئی صدیوں کے بعد

صحابی رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے ایک قنوج کا راجہ سرباتک، اور دوسرا رتن ہندی
 ہے، سرباتک کی روایت سب سے پہلے ابن اثیر نے اسد الغابہ میں نقل کی ہے، پھر ابن
 حجر نے اصابہ میں اور ذہبی نے تجرید اسماء الصحابة میں اسے نقل کیا اور تینوں نے اسکی
 تکذیب کی ہے، اصل روایت اسحق بن ابراہیم طوسی نے یوں بیان کی ہے۔

رأيت سر باتك ملك الهند

في بلدة تسمى قنوج فقلت له كم

اتى عليك من السنين فقال

سبعه اربع وخمسة وعشرون

سنة، وزعم ان النبي صلى

عليه وسلم انقذ اليه حذيفة

ہندوستان کے راجہ سرباتک کو میں نے قنوج

میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری عمر

اس وقت کتنی ہے، اس نے بتایا کہ سات سو

پچیس سال کی۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس کے پاس حذیفہؓ، اُسامہؓ

واسامہ وصہیبؓ یدعونہ الی اور صہیب رضی اللہ عنہم کو دعوتِ اسلام کے
 الاسلام فاجاب واسلم وقبیل لئے بھیجا اور اس نے ان کی دعوت پر اسلام
 کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 نامہ مبارک کو بوسہ دیا۔

بلکہ بعضوں نے اس کے عرب میں جانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد بار ملاقات
 کرنے کا بھی تذکرہ کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نے ابوسعید مظفر بن اسد حنفی طیب سے
 نقل کیا ہے۔

سمعت سریا تک الہندی یقول میں نے سر باتک ہندی کو یہ کہتے ہوئے
 رأیت محمداً صلی اللہ علیہ وسلم سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 مرتین بمکة وبالمدینۃ مرة وکان وسلم کو دو مرتبہ مکہ میں اور ایک مرتبہ مدینہ
 من احسن الناس وجہاً ربعة میں دیکھا ہے آپ نہایت حسین و شکیل اور
 من الرجال۔ خوش قامت انسان تھے۔

ان ہی ذرایع خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ سر باتک کا انتقال ۳۳ھ میں ہوا، اس وقت
 اس کی عمر آٹھ سو چوبیس سال کی تھی، ابن اثیر نے اس کا واقعہ درج کر کے لکھا ہے کہ ہم نے
 التزام کیا ہے کہ صحابہ کے سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے ہم سب کو نقل کریں گے، اگر یہ بات نہ
 ہوتی تو ہم اس قسم کی باتیں اپنی کتاب میں درج نہ کرتے، ان کا ترک ان کے اثبات سے
 بہتر ہے، اور ابن حجر نے اس کا ذکر ان لوگوں میں کیا جن کو غلطی سے صحابہ میں شمار کیا گیا
 ہے، اور ذہبی نے اسے کذب واضح قرار دیا ہے، راجہ سر باتک کے دعویٰ صحابیت کے
 بطلان کی سب سے بڑی اور واضح دلیل یہ ہے کہ شائعہ کے بعد دنیا میں کوئی صحابی رسول
 باقی نہیں رہ گیا تھا، آخری صحابی حضرت ابوطیفیل عامر بن وائلہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کا

لہ اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۲۱۔ تجرید اسماء الصحابہ ج ۱ ص ۲۱۰۔

وصال ۱۱۳۰ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا، بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے کچھ دنوں پہلے فرمایا تھا کہ سو سال کے بعد تم لوگوں میں سے کوئی شخص دنیا میں باقی نہیں رہے گا۔ پھر چوتھی صدی میں ہندوستان میں صحابیت کا دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ درحقیقت یہ ایک قسم کا سیاسی کھیل تھا جسے قنوج کے راجہ نے ملتان کی سامی حکومت اور یہاں کے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے ان کے جذبات سے کھیلایا تھا، بات یہ ہوئی کہ ۱۱۳۰ھ میں قنوج (پنجاب) کی قدیم ہندو سلطنت ملتان کی عرب سامی حکومت سے جنگ و مقابلہ کے بعد اس کے ماتحت آگئی تھی اور اس نئی صورت حال میں پرانی ناگواری ختم کرنے کے لیے قنوج کے راجہ نے یہ دعویٰ کیا تھا، اور راجوں مہاراجوں کے بارے میں ہندوستان کے باشندوں کا قدیم ذہن اس قسم کی باتوں کو ماننے پر تیار ہو گیا۔ بہت ممکن ہے کہ قنوج کا راجہ سرباتک دعویٰ صحابیت و درازی عمر کے بارے میں جھوٹا ہونے کے باوجود مسلمان ہو گیا ہو، اور مالابار کے راجہ سامری اور الور کے راجہ کی طرح اس نے بھی اپنا اسلام مسلمانوں سے ظاہر کر کے اپنے عوام سے چھپایا ہو، اس کی تفصیل ہماری کتاب ”ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں“ میں موجود ہے۔

اس سلسلہ کی دوسری شخصیت بابا رتن ہندی کی اور بھی پراسرار
بابا رتن ہندی کی روایت ہے، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ سو سال کے بعد صحابیت کا دعویٰ کیا تھا، وہ بھی پنجاب کے شہر بھٹنڈہ کا رہنے والا تھا، ابن حجر نے رتن ہندی کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جنہیں غلطی سے بعضوں نے صحابی مانا ہے اور لکھا ہے کہ رتن ہندی ایک عمر آدمی تھا جس کا معاملہ اس کے قول کے مطابق مدت مدید تک پوشیدہ رہا اور اس نے چھٹی صدی میں دعویٰ صحابیت کیا۔ علمائے متقدمین کی کسی کتاب میں رتن ہندی کا ذکر نہیں ہے۔

ذہبی نے تجرید اسماء والصحابہ میں لکھا ہے کہ رتن ہندی ایک معر شخص تھا جس نے چھٹی صدی میں بلاد مشرق میں ظاہر ہو کر دعویٰ صحابیت کیا اور جاہلوں نے اس سے روایت کی، بظاہر اس کا کوئی وجود نہیں ہے اور بعض افترا پردازوں نے اس کا نام گڑھ لیا ہے۔

نیز ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کا شدت سے انکار کر کے دجال بلا ریب بتایا ہے، علامہ رضی الدین حسن بن محمد صفغانی لاہوری متوفی ۷۵۷ھ رتن ہندی کے معاصر اور ہم وطن تھے، انہوں نے بھی اپنی کتاب موضوعات میں اس کا انکار کیا ہے، اس کے باوجود شیخ صلاح الدین صفدی اور شیخ مجد الدین شیرازی مصنف قاموس نے عقلی طور سے رتن ہندی کے وجود کو تسلیم کیا ہے، اسی طرح ہندوستان کے بعض صوفیاء نے اس کو تسلیم کر کے اس کی روایات کے مجموعہ رتینات کو رواج دیا ہے، اور ہمارے دور میں بعض لکھے پڑھے لوگ ہندوستان کے مناقب و فضائل کے سلسلے میں رتن ہندی اور اس کی صحابیت کے بارے میں زور قلم صرف کر رہے ہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ رتن ہندی نام کے ایک شخص کے ہونے کے باوجود اس کا دعویٰ صحابیت سراسر باطل و بے بنیاد ہے۔ اس کے بارے میں ابن حجر نے اصحابہ میں سات صفحات میں تفصیلات درج کی ہیں۔

حضرت تمیم داریؒ کی روایت

شمالی ہند کے علاقہ پنجاب کے دو شخصوں کے بارے میں دعویٰ صحابیت کے مقابلہ میں جنوبی ہند کے علاقہ مالا بار کے بارے میں بھی اسی قسم کی روایات پائی جاتی ہیں اور یہاں بھی عہد رسالت سے مذہبی و دینی تعلقات جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے، اس سلسلے میں حضرت تمیم داریؒ اور راجہ مری کی داستانیں راجہ سربا تک اور رتن ہندی سے بڑی حد تک میل کھاتی ہیں۔

حضرت تمیم داریؒ رضی اللہ عنہ کے متعلق چلتی ہوئی روایت ہے کہ وہ جنوبی ہند میں تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لائے اور یہیں انتقال فرمایا اور نواحی مدراس میں ان کی

لہ تجرید اسماء والصحابہ ج ۱ ص

قبر موجود ہے، حالانکہ اس کا ذکر انکار کے انداز میں بھی کسی کتاب میں نہیں ملا اور نہ ہی حضرت تمیم داریؓ کے ملک عرب سے باہر جانے کی کوئی صریح روایت ہے، البتہ صحیح مسلم وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت تمیم داریؓ نخم اور جذام کے تیس (۳۰) افراد کو ایک چھوٹی ٹسی کشتی میں لے کر بحر روم کے سفر میں نکلے اور ایک جزیرہ میں دجال کو دیکھا، حضرت تمیم داریؓ ۹۰ سالہ میں مسلمان ہوئے، ان کا وطن خاص مدینہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تحریر کے مطابق ان کو ملک شام میں جاگیر دی گئی جہاں انھوں نے عینون نامی بستی میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی، یہ مقام بیت المقدس کے قریب تھا، ان کا بحر روم کا سفر زمانہ رسالت میں ہوا تھا، بعد میں عینون ان کا مستقل مقرر و مستقر تھا۔

راجہ ملیبار سامری کی روایت | جنوبی ہند میں اس سلسلہ کی دوسری روایت راجہ ملیبار سامری کے معجزہ شق القمر کو دیکھ کر مسلمان

ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہے، علامہ زین الدین معبری ملیباری نے تحفۃ المجاہدین میں راجہ سامری کے مسلمان ہونے کا دلچسپ واقعہ تفصیل سے درج کیا ہے، یہ کتاب انھوں نے ۹۹۳ھ میں لکھی، اس کے بعد اسی مآخذ سے تاریخ فرشتہ وغیرہ میں علاقہ بالابار کے اسلام کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ علامہ معبری نے راجہ سامری کے بارے میں جس قدیم خیال کا رد کیا ہے، اسی کو اب تک نمایاں طور پر بیان کیا جا رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں،

واما تاریخہ فلم یتحقق عندنا	راجہ سامری کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک
وغالب الظن انہ انما کان بعد	محقق نہیں ہے، غالب گمان ہے کہ وہ دوسری
المائتین من الهجرة النبویة	صدی ہجری کے بعد تھے، اور بالابار کے
علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ	مسلمانوں میں جو یہ مشہور ہے کہ وہ راجہ
والتحیۃ، واماما اشتہر عندی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

ملیباران اسلام ملک المذکور معجزة شق القمر دیکھ کر مسلمان ہوا،
 کان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 وسلم برویۃ انشقاق القمر لیلۃ خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں سے
 وانہ سافر الی النبی صلی اللہ مالا بار کے ارادے سے چلا مگر مقام شحر
 علیہ وسلم، وتشرف ببقاعہ میں اس کا انتقال ہو گیا، ان باتوں
 ورجع الی شحر قاصداً ملیبار میں کوئی بات بھی صحیح نہیں ہے۔
 مع الجماعة المذکورۃ وتوفی فیھا فلا یکاد یصح شئ منھا،

سامری کے بارے میں ان باتوں کے بے اصل ہونے کے باوجود، دوسری صدی
 میں اس کے مسلمان ہونے سے مالا بار، کوچین، اور کیرالا وغیرہ میں اشاعت اسلام
 میں بڑی مدد ملی اور راجہ سامری کی شخصیت جنوبی ہند میں اسلام کے بارے میں بہت کچھ
 ہے اس وقت بمبئی سے متصل سندان میں آل ماہان کی حکومت کا دور شباب تھا، اگر راجہ
 سامری دوران سفر میں انتقال نہ کیے ہوتا تو جنوبی ہند میں اسلام کو بڑا فروغ حاصل
 ہوتا۔

ان تحفۃ المجاہدین ص

خلافت راشدہ اور ہندوستان

(۳)

خلافتِ راشدہ اور ہندوستان

خلافتِ راشدہ کی کل مدت (ربیع الاول ۱۱ھ سے رمضان ۳۵ھ تک) تیس سال ہے، جس کے آخری بیس سالوں میں ہندوستان سے اس کا تعلق رہا ہے، عام روایت کی رو سے ۲۳ھ میں مکران فتح ہوا مگر بعض روایات میں ہے کہ ۲۱ھ میں فارس پر متعدد مہمات روانہ کی گئیں اور اسی سال مکران پر بھی فوج کشی ہوئی، نیز اس سے پہلے یہاں کے تین چار مقامات میں مجاہدین اسلام اور فوجی مبصر و مخبر آئے اور ہندوستان سے تعلقات کی ابتداء ہوئی، اس لیے تقریباً بیس سال تک یہ ملک خلافتِ راشدہ کا جز بن کر رہا، اور اس کے مغربی شمالی علاقوں میں اسلام اور مسلمانوں کی آمد و رفت اور بوجہ باقی کا سلسلہ جاری ہوا۔ ویسے تو ہندوستان سے مسلمانوں کا باقاعدہ رشتہ خلافتِ فاروقی میں قائم ہو کر حضرت علیؓ کی شہادت ۴۰ھ تک برابر قائم رہا مگر کسی نہ کسی حیثیت سے اس کی ابتداء عہدِ صدیقی ہی میں ہو چکی تھی۔ خلفائے اربعہ کے ادوار میں ہندوستان سے تعلقات کی تفصیلات آگے آرہی ہیں، اس سے پہلے ہر خلیفہ کے دور کا سرسری جائزہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ربیع الاول

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۱۱ھ میں خلیفہ ہوئے اور جہادی الاخری

۱۳ھ میں فوت ہوئے، آپ کی مدتِ خلافت دو سال تین ماہ اور نو دن ہے، عہدِ صدیقی

کی ابتداء رفتہ ارتداد کی شدید بحرانی حالت میں ہوئی، جس میں بہت سے عرب خصوصاً

مشرقی سواحل اور صحراؤں کے قبائل اسلام سے منحرف ہو گئے تھے۔ اور حضرت ابوبکر نے نہایت جرات اور بہادری سے کام لیتے ہوئے مرتدوں پر فوج کشی کرائی اور اس فتنہ عظیم کا کلیتہً استیصال فرمایا، خلافت صدیقی کا بیشتر زمانہ قتال مرتدین میں صرف ہوا۔ اور ہندوستان و فارس کی طرف توجہ کی فرصت نہیں ملی، البتہ ان ممالک میں غزوات و فتوحات کی سلسلہ ہنبانی کی ابتداء یوں ہوئی کہ ابتدائے خلافت ہی میں ہندوستان کے جاٹ اور سیاح نے مشرقی عرب کے ارتداد و انحراف میں مرتدوں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے مقابلہ کیا اور اپنے آدمیوں کی طرح اپنے اسلحہ سے بھی ان کی مدد کی، اور جب اسلامی فوج فتح یاب ہوئی تو یہ جاٹ اور سیاح بھاگ کر اپنے ملک چلے آئے، اس واقعہ نے عرب و ہند کے ہزاروں سال کے خوش گوارہ استوار تعلقات میں ایک گونہ تلخی پیدا کر دی، اور مسلمان فطری طور سے ہندوستان کے بارے میں دوسرے انداز میں سوچنے لگے۔ اس ناگوار واقعہ کا اور اس سے پیدا ہونے والے نتیجہ کا تعلق براہ راست اہل ہند سے تھا۔

دوسری اہم بات جو عہد صدیقی کے آخر میں ہوئی یہ کہ عربوں میں فارس کی حکومت سے ٹکر لینے کا حوصلہ پیدا ہونا شروع ہوا اور جو لوگ اس حکومت کے خلاف ہزاروں سال سے کچھ سوچ نہیں سکتے تھے اس دور میں وہ اس کے خلاف معمولی معمولی جمعیت کے ساتھ اقدام کرنے لگے، اور خلافت کی سطح سے دور رہ کر رضا کارانہ اور فدائیانہ طور پر شمالی عرب سے متصل ایرانی سرحدوں پر، حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ کی سمت سے اور حضرت سوید بن قطیبہ عجلۃ اللہ عنہ کی طرف سے اپنی جماعت کے ساتھ حملہ آور ہوتے اور ایرانیوں سے چھیڑ چھاڑ کر کے عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں چلے آتے تھے، بعد میں حضرت ابوبکرؓ نے مثنیٰ بن حارثہؓ اور ان کی جمعیت کو خالد بن ولیدؓ کی ماتحتی میں ایران کے جہاد پر روانہ کر دیا، حضرت ابوبکرؓ کے بعد مثنیٰ بن حارثہؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھ کر ایران کے اندرونی حالات کی خبر دی اور حملہ کرنے کی خواہش ظاہر کی، جس کے نتیجہ میں ۱۶ھ میں

قادسیہ فتح ہوا، بالفاظ دیگر عربوں پر درباب مملکت الفرس کھل گیا، بعد میں ایران کا یہی دروازہ مشرقی ممالک میں ان کے اثر و نفوذ کا ذریعہ بنا، اور وہ اسی راہ سے ایک طرف جنوب مشرق میں مکران اور سندھ تک پہنچے اور دوسری طرف شمال مشرق میں بلاد ماوراء النہر میں سمرقند و بخارا کو اپنے زیر تصرف لائے، اس طرح عہد فاروقی میں ہندوستان کی فتوحات کے ابتدائی اسباب عہد صدیقی ہی سے پیدا ہو رہے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جہادی الاخریٰ
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۳۱ھ میں خلیفہ ہوئے اور ذوالحجہ ۲۳ھ میں

شہید کیے گئے۔ آپ کی مدت خلافت دس سال، چھ ماہ اور پانچ دن ہے۔

خلافت فاروقی میں ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کے گونا گوں تعلقات و روابط قائم ہوئے۔ عرب کے ہندوستانی جاٹ اور سیاحیہ برصغیر و رغبت مسلمان ہو کر اسلامی فوج میں عطا یا و وظائف کے مجدد و شرف کے ساتھ داخل ہوئے، اور انہوں نے عجم کی فتوحات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سرندیپ کا مذہبی وفد مدینہ منورہ پہنچا اور آپ سے ملاقات کر کے اسلامی عقائد و اعمال کے بارے میں بنیادی معلومات حاصل کیں، واپسی پر اہل سرندیپ کے سامنے حضرت عمرؓ کے سیدھے سادے حالات و واقعات پیش کیے جس سے یہاں کے لوگوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق نہایت اچھے اور عقیدت مندانہ خیالات پیدا ہوئے اور کئی صدیوں تک اس کے نیک اثرات کام کرتے رہے۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ ہی نے ہندوستان میں جہاد کے امکانات پر غور فرمایا اور ایک مہر سے سندھ کے مرکزی شہر قندابل کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اس درمیان میں اسلامی فوجوں نے سطوعانہ و فداانہ طور سے ہندوستان کے تین ساحلی مقامات میں چھڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ۳۱ھ میں بصرہ آباد کر کے اس کو مشرقی ممالک کی فتوحات کا حربی مرکز قرار دیا گیا اور یہاں سے مشرق و شمال و جنوب میں فتوحات ہوئیں جن میں حدود ہندوستان

کی فتوحات بھی شامل ہیں، چنانچہ عہدِ فاروقی میں اسلامی فوج فارس کے شمال میں بحرِ خزر (بحرِ قزوین) تک، اور جنوب میں اصفہان، خراسان، کرمان، سجستان، مکران اور سندھ تک پہنچ گئی، فارس کے شمالی ممالک کو عرب اور انہر کہتے تھے۔ اور دونوں کے درمیان حدِ فاصل دریائے مرغاب تھا جو دریائے سیحون سے دو سو میل کی دوری پر جنوب مغرب میں دریائے جیحون سے ملا ہوا تھا، قدیم زمانہ میں شمال میں جیحون تک ایرانیوں کی حکومت تھی۔ مگر بعد میں مرغاب تک ہی رہ گئی تھی۔ بلادِ ماوراء النہر وسط ایشیا میں ایرانیوں اور ترکوں کے اکھاڑے تھے، اور چین و فارس کے درمیان تجارتی راستہ ہونے کی وجہ سے یہ علاقے نہایت خوش حال اور مالدار تھے۔

اس علاقے میں سمرقند و بخارا اور بیکنڈ بہت اہم شہر تھے، اور جنوب مشرق کے بلاد میں کابل، سجستان، کرمان، بامیان، مکران، قیقان، قندابل اور سندھ قدیم ہندوستان میں شمار ہوتے تھے، جن پر شاہانِ ایران کے مندوب حکومت کرتے تھے۔ عہدِ فاروقی میں جب ۲۱ھ یا ۲۳ھ میں جنوبی فارس کے سات مرکزی مقامات پر مجاہدین اسلام آئے تو اسی سلسلہ میں مکران، بلوچستان اور سجستان سے متصل بعض ہندوستانی علاقے بھی فتح ہوئے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، محرم ۲۴ھ میں خلیفہ ہوئے، اور ذوالحجہ ۳۵ھ میں شہید

کر دیئے گئے، مدتِ خلافت بارہ دن کم بارہ سال ہے، عہدِ عثمانی کی ابتداء میں فارس کے اکثر ممالک اور بلاد و امصار میں سرکشی اور بدعہدی کی ہوا چل پڑی اور مشرقی حصہ کے کئی علاقوں نے خروج و بغاوت کی راہ اختیار کی جن میں مکران اور سندھ بھی شامل تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے از سر نو یہاں کے حالات معلوم کرنے کے لیے ایک فوجی مہم و مخبر کو روانہ فرمایا، جس نے بہت گہری نظر سے ہندوستان کے ہر قسم کے حالات کا

مطالعہ کر کے دربار خلافت کو ان سے آگاہ کیا اور اسی کے مطابق حضرت عثمانؓ نے کربان، خراسان، سجستان اور کرمان میں سخت تادیبی کارروائی کی، اور ان ملکوں کی بغاوت کو طاقت کے ذریعہ ختم کر کے کرمان میں مستقل طور سے ایسے امرار وعمال رکھے جنہوں نے حالات کی بحالی کے لیے پوری کوشش کی،

اس زمانہ میں عربوں نے بلوچستان میں اپنی آبادیاں قائم کیں، مکانات بنائے، کنوئیں کھودیں، کاشت کاری کی۔ اور یہاں سے دربار خلافت کو عشر کی رقم روانہ کی اور یہاں پر باقاعدہ محکمہ قضا قائم ہوا اور قندابل میں فوجی طاقت رکھی گئی۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ہندوستان کے مفتوحہ علاقے دارالاسلام بن گئے تھے۔ اور ان میں اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا ہوا۔ اسی لیے امام زہریؒ نے سندھ کی فتح کو عہد عثمانی کی خصوصیات میں بتایا ہے۔ نیز فارس کے شمال میں مجاہدین اسلام ماوراء النہر کے شہر سمرقند و بخارا تک پہنچ گئے تھے، ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں خلافت راشدہ کا یہ دور ”عہد زریں“ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاص طور سے ۲۹ھ سے ۳۵ھ تک کا زمانہ خلاصہ در خلاصہ ہے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ ذوالحجہ ۳۵ھ میں خلیفہ ہوئے اور ۱۲ رمضان ۳۵ھ میں شہید

کر دیئے گئے۔ مدت خلافت تین ماہ کم ۵ سال ہے۔

آپؐ کی خلافت کا بیشتر زمانہ داخلی فتنوں اور خوارج کی شورشوں کے فرد کرنے میں گزرا، جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان اس دور کے اہم ترین المیات ہیں۔ اس صورت حال سے فارس اور مشرق کے ممالک نے فائدہ اٹھاتے ہوئے شورش و بغاوت برپا کی اور خود بعض عرب ناعاقبت اندیشوں نے سجستان میں باغیانہ روش اختیار کی، جسے آپؐ نے پہلی فرصت میں ختم کیا۔ اس کے بعد کرمان، قندابل، قیقان اور سندھ

میں آپ کی مرضی و اجازت سے زبردست فتوحات ہوئیں اور بہت سے قیدی اور مالِ غنیمت ہاتھ آئے، آپ کے دورِ خلافت میں مکران کے آگے سندھ میں مسلمانوں کو خصوصی اقتدار حاصل ہوا اور یہاں کے کئی مقامات مثلاً قیقان وغیرہ پہلی بار خلافت کے زیرِ تصرف آ گئے۔

ہندوستان کے مسلمان جاٹ، اور سیاحجہ کو حضرت علیؓ اور ان کے خاندان سے خاص تعلق تھا۔ کئی سندھی باندیاں آپ کے خاندان میں تھیں، جن سے اولاد کا سلسلہ چلا۔ اس دور میں فوجی ملازمت کے علاوہ شہری ملازمت میں بھی یہ لوگ لیے گئے۔

خلافتِ علوی میں ۳۸ھ سے ۴۰ھ تک کا زمانہ ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا بڑا شاندار اور کامیاب دور ہے۔

حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ،
 حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ | رمضان ۳۸ھ میں اہل کوفہ کی بیعت سے خلیفہ ہوئے، اور ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ ۳۹ھ میں بحق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مستعفی ہو گئے، آپ چھ ماہ چند دن تک اس منصب پر رہے، اس مدت میں حضرت حارث بن مرہ عبدیؓ اپنی فوجوں کے ساتھ مکران، قندابل اور قیقان وغیرہ میں مصروف غزوات و فتوحات رہ کر ان علاقوں میں اسلامی شان و شوکت کا جھنڈا لہرا رہے تھے۔ اور اس کے دوسرے سال ۴۰ھ میں بعہد معاویہ اسلامی فوج کو اس ملک میں شدید جانی و مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔

مشرقی ممالک اور ہندوستان

خلافتِ راشدہ میں غزوات و فتوحات کے یہ چند رخ نمایاں تھے، مشرقی ممالک کے شمال میں سمرقند و بخارا تک، اور جنوب میں مکران و سندھ تک اور مغربی ممالک میں شمال میں

رومی حدود تک اور جنوب میں افریقہ تک اسلامی فتوحات عام تھیں، شمال مشرق اور جنوب مشرق کے درمیان دریائے سیحون حد فاصل کی حیثیت رکھتا تھا، اس کے شمالی ممالک اور علاقہ جات کو ماوراء النہر کہتے ہیں۔ جس کے بیشتر علاقے کو ہم ترکستان غربی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہاں ترک حکمران تھے۔ اور جنوبی ممالک اور بلاد و امصار میں خراسان، سجستان، کرمان، کابل، قفص بلوچستان، مکران اور سندھ کے علاقے قندابل، قیقان، نهرج اور جبال پایہ وغیرہ شامل تھے، یہاں شاہان فارس کی حکومت تھی، کابل اور سجستان سے لے کر مکران و سندھ کا درمیانی علاقہ جو مختلف بلاد و امصار پر مشتمل تھا اس زمانہ میں ہندوستان کی شمالی حدود میں شامل تھا، اور اس اعتبار سے ہم اسے قدیم ہندوستان کا علاقہ کہہ سکتے ہیں، ان جنوبی مشرقی ممالک پر ایران کے اکابر قدیم زمانے سے قابض و ذخیل تھے اور جن طرح شاہان ایران کی زیر دستی اور ماتحتی میں عرب میں آل غسان و منذرہ وغیرہ حکومت کرتے تھے اسی طرح ہندوستان میں مکران سے لے کر سندھ تک ان کے باج گزار اور مطیع راجہ مہاراجہ حکمران تھے اور مکران شاہ قیقان شاہ، کشمیر شاہ، قفص شاہ، ریگان شاہ کے کسریٰ القاب سے خوش و خرم ہو کر ان کی اطاعت کرتے تھے،

جب مشرقی ممالک میں اسلامی فتوحات کا وقت آیا تو سجستان و کابل کی فتوحات میں مکران و سندھ وغیرہ بھی شامل ہو گئے۔ یعنی فارس کا یہ ہندوستانی علاقہ بھی فتح ہوا، اسی لیے بعض مورخوں نے اور علمائے رجال نے کابل وغیرہ کی فتح کو ہندوستان کی فتح کا نام دیا ہے اور کابلی علماء و مجاہدین کو ہندی کی نسبت دی ہے، سجستان و کابل اور سندھ و مکران فتوحات کے سلسلے میں ایک دوسرے سے یوں ملے ہوئے ہیں کہ ان میں باقاعدہ تفسیق بہت مشکل ہے، خاص طور سے خلافت راشدہ میں ہندوستان کے ان قدیم علاقوں کے ملکی سیاسی، تمدنی اور حربی امور و معاملات میں جغرافیائی تقسیم آسان نہیں ہے۔ اس لیے

یہ فیصلہ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ خراسان، سجستان اور کرمان کے امراء و مجاہدین میں سے کون کون حضرات مکران، قندابل اور سندھ کے علاقوں میں آئے، البتہ جن لوگوں کے نام تاریخوں میں ملتے ہیں اور ان کے فاتحانہ کارناموں کا تذکرہ یہاں مہات میں موجود ہے ان کا آنا یقینی ہے۔

مشرقی فتوحات کے دو مرکز بصرہ اور کوفہ | شاہان فارس کے مشرقی علاقوں پر
فوج کشی کے لیے ضروری تھا کہ پہلے ان کے ایسے فوجی اور جنگی مرکزوں پر قبضہ کیا جائے جہاں سے وہ اپنے مقبوضہ علاقوں پر قابض و دخل تھے۔ چنانچہ جب خلافت راشدہ میں اس کی باری آئی تو سب سے پہلے ان ہی فوجی و حربی مرکزوں پر توجہ دی گئی، ایسے مرکزی مقام دو تھے، ایک قدیم ہندوستان کے علاقے میں قندابل تھا اور دوسرا اس کے سامنے عراق میں اُبلہ تھا، شاہان ایران قندابل سے سجستان، کرمان، مکران اور سندھ وغیرہ میں کام لیتے تھے اور یہاں بھاری تعداد میں فوج اور سامان جنگ رکھتے تھے، اور اُبلہ کی فوجی و حربی اہمیت اس سے کہیں بڑھ کر تھی، وہاں ہزاروں ایرانی شہسوار رہا کرتے تھے۔ اور شاہان ایران اس مرکز سے ایک طرف عرب میں اور دوسری طرف ہندوستان میں سرزدیپ تک بوقت ضرورت طاقت کا استعمال کرتے تھے۔

جیسا کہ معلوم ہوا عراق کا ساحلی شہر اُبلہ اکاسرہ کا سب سے بڑا فوجی و حربی مرکز تھا اور ایرانی فوج اور اسلحہ کی بھاری تعداد ہر وقت یہاں رہا کرتی تھی، ساتھ ہی قدیم زمانہ سے ہندوستان سے تعلقات کی وجہ سے یہ مقام ارض الہند اور فرج الہند والہند کے نام سے پکارا جاتا تھا، طبری کا بیان ہے :-

وبالابلۃ خمسۃ من الاساورۃ اُبلہ میں پانچ سو ایرانی شہسوار رہا کرتے تھے
یحمونہا وکانت مرفأ السفن من جو اس کی نگرانی کرتے تھے، اور یہ مقام چین

الصين وما دونها^۱ اور اس کے سامنے سے آنے والے جہازوں کی بندرگاہ تھا۔
پھر لکھا ہے:-

وكان فرج الهند اعظم خروج فرج الهند يعني ابله فارس کے مہتمم بالشان
فارس سناناً، واشد هاشوكة مرکزوں میں سے تھا یہاں کا حاکم خشکی میں
وكان صاحب يمارب العرب عرب سے جنگ کرتا تھا اور سمندری راہ
في البر والهند في البحر^۲ سے ہندوستان میں لڑتا تھا۔

ابن اثیر نے بھی لکھا ہے کہ ابلہ کا اسوار (ایرانی حاکم) ہرمز براہ خشکی عربوں سے
جنگ کرتا تھا اور بحری راستہ سے ہندوستان میں لڑتا تھا۔ آگے چل کر لکھا ہے کہ
حضرت عتبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہ نے جب ابلہ کا رخ کیا تو ایک ماہ تک فوج لیے پڑے
رہے کیونکہ پانچ سو ایرانی شہسوار اس کی حفاظت کرتے تھے، ایک مرتبہ کسریٰ نوشیروان
نے ابلہ کی فوجوں کے ذریعہ سرحد پر حملہ کرایا تھا اور اس کی فوجوں نے وہاں کے
راجہ کو قتل کر کے بہت سا مال کسریٰ کے پاس بھیجا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب ایرانیوں سے باقاعدہ جنگ کا
خیال پیدا ہوا تو سب سے پہلے ان کے اسی عراقی دروازہ یعنی ابلہ پر قبضہ کیا گیا اور
وہاں سے ان کی طاقت ختم کر کے اسی کے قریب بصرہ پھر کوفہ آباد کیا گیا اور یہ دونوں
مقام اسلام اور مسلمانوں کے فوجی و حربی مرکز قرار دیئے گئے۔ طبقات ابن سعد میں ہے:-

كان عتبة بن غزوان قد حضر جس وقت ایرانیوں کو شکست ہو گئی
مع سعد بن ابی وقاص حين عتبة بن غزوان، سعد بن ابی وقاص
هنم الا عاجم، فكتب عمر بن کے ساتھ مل گئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
الخطاب إلى سعد بن ابی وقاص سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ وہ اپنے

۱۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۵۰۔ ۲۔ کمال ابن اثیر ج ۲ ص ۱۴۷۔ ۳۔ تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۱۷۷

ان یضرب قیروانہ بالکوفۃ فوجی کا رواں کو مقام کو قد میں روک لیں
وان یبعث عتبہ بن غزوہ ان اور عتبہ بن غزوہ ان کو ارض الہند
الی ارض الہند، فان له روانہ کر دیں، ان کا اسلام میں بڑا مقام
من الاسلام مکافاً شہداً و مرتبہ ہے، وہ غزوہ بدر کے شرکار
بدرًا، وقد رجوت جزاءہ میں سے ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے
عن المسلمین والبصرۃ یومین ان کو ظاہری جزا دینا چاہتا ہوں۔
ارض الہند۔ فینزلھا وی اس زمانہ میں بصرہ کو ارض الہند کہتے تھے
یتخذ بها للمسلمین قیرواناً عتبہ اس جگہ پڑاؤ ڈالیں اور اسے مسلمانوں
کے لیے قیام گاہ و مسکن بنائیں۔

اور بلاذری نے لکھا ہے کہ عتبہ بن غزوہ ان نے اُبَیہ فتح کر کے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ یہ مقام
بحرین، عمان، ہندوستان اور چین کی بندرگاہ ہے، اور ابو حنیفہ دینوری کا بیان
ہے کہ عتبہ بن غزوہ ان نے اُبَیہ فتح کر کے حضرت عمرؓ کو مطلع کیا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس
نے ہمیں اُبَیہ پر فتح دی۔ یہ مقام عمان، بحرین، فارس، ہندوستان اور چین کے جہازوں
کی بندرگاہ ہے۔ امام قاضی ابو یوسف نے بھی کتاب الخراج میں اُبَیہ کو فخر ارض الہند یعنی
ہندوستان کی دلیل بتایا ہے۔

فارس کی فتوحات کی ابتداء میں حضرت عتبہ بن غزوہ ان نے اُبَیہ کے آس پاس
کے علاقے کو ایرانیوں سے لڑ کر حاصل کیا اور اسی جگہ اسلامی فوج کا ایک مرکز بنانا چاہا
چنانچہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اسلامی فوج کے لیے ایک ایسے مرکز کی ضرورت ہے
جہاں موسم سرما گزار جائے اور فارس کی مہمات سے واپسی پر آرام کیا جائے حضرت عمرؓ

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۔ ۲۔ فتوح البلدان ص ۳۳۷۔ ۳۔ الاخبار الطوال
ص ۱۱۷۔ ۴۔ کتاب الخراج ص ۷۱۔ ۵۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۲۹۔

نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم اپنی فوج کو ایسی جگہ رکھو جو پانی اور چراگاہ سے قریب ہو۔
 عقبہ نے حضرت عمر کو موجودہ بصرہ کے موقع محل کی اطلاع دی، پھر اسی مقام پر لوگوں نے
 مکانات بنائے اور عقبہ نے مسجد کی بنیاد ڈالی، یہ عراق میں مسلمانوں کا پہلا فوجی اور حربی
 مرکز تھا۔ جو ہندوستان اور ایران کی یلغار سے بچنے اور ان پر حملہ کے لیے ضروری تھا۔ اس
 کے بعد عراق میں دوسرا فوجی و حربی مرکز کوفہ کے نام سے قائم کیا گیا۔ اس کی صورت یہ
 ہوئی کہ حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ تم مسلمانوں کے لیے ایک ایسی منزل
 بناؤ کہ میرے اور اس کے درمیان سمندر حائل نہ ہو چنانچہ حضرت سعد نے کوفہ میں
 اسلامی فوج اور مسلمانوں کو آباد کیا۔ مختلف قبائل کے الگ الگ منطقے اور علاقے
 قائم کئے، اور مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس زمانہ تک حضرت سعد، قادیسیہ، مدائن اور حلوہ
 وغیرہ ایرانی علاقہ جات فتح کر چکے تھے۔ کوفہ عراق میں مشرقی ممالک کی مہمات کا
 دوسرا حربی مرکز بنا، اور سندھ کے بعد ان دونوں مرکزوں سے جنوب مشرق میں خراسان
 بھستان، کرمان، مکران اور سندھ وغیرہ پر شمال مشرق میں ماد، رارس، النہر، کاشغر، شرق
 بخارا ممالک پر حملہ کیا جانے لگا۔

عراق کے دو سواد اور منطقے تھے، ایک سواد بصرہ اور دوسرا سواد کوفہ
 عراق کے دو سواد | بصرہ کے سواد میں اہواز، دست، سیان اور فارس شامل تھے۔ اور
 کوفہ کے سواد میں کسکر، زاب، حلوان، قادیسیہ، اعمال، عراق، سندھ، ہندوستان، خراسان،
 دلم، جبال تھے۔ اور اصفہان گویا عملدارنی عراق کی ناف تھا۔ عہد فاروقی ہی سے
 عراق کا امیر اور گورنر تمام مشرقی ممالک اور بلاد و امصار کا حاکم ہوتا تھا۔ ان ممالک میں
 امار و عمال کا عزل و نصب، فوجی مہمات کی روانگی، شہری انتظامات اور خراج و جزیہ کی وصولی،
 غرض تمام سرکاری امور عراق ہی کے امیر کی طرف سے اور اسی کی صوابدید اور ذمہ داری میں

انجام پاتے تھے، البتہ حسب ضرورت خلفاء بھی ان میں ذخیل ہوا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ خراسان، سجستان، کرمان، مکران اور سندھ وغیرہ کی فتوحات کو عراق کی فتوحات میں شمار کیا جاتا تھا اور مورخوں نے عام طور سے یہاں کی غزوات و فتوحات کا ذکر عراق کی غزوات و فتوحات کے ضمن میں کیا ہے پھر اموی دور میں عراق کی مرکزیت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اور شام کے بعد عراق کو یا دوسرا دار الخلافہ بن گیا، اور دوسرے مشرقی ممالک کی طرح سندھ اور ہندوستان میں یہیں سے امرار و عمال کی تقرری اور ہر قسم کی مہمات انجام پانے لگیں۔

عرب کے ایرانی مستقر آبلہ پر قبضہ کیے
سندھ کے فوجی مرکز قنڈاہیل کی معلومات | اس کے قریب دوسرے مستقر بنانے کے

بعد حضرت عمرؓ کو خیال پیدا ہوا کہ ایرانیوں کے ہندوستان کے فوجی اور حربی مستقر قنڈاہیل کی معلومات حاصل کرنی چاہیے۔ قنڈاہیل ان دنوں صوبہ سندھ کے شمالی علاقہ میں قلات ڈویژن میں واقع ہے، اسے آج کل گنڈاھ کہتے ہیں اور یہ مستقل ضلع بنادیا گیا ہے، اسی میں درہ بولان واقع ہے، قلات کا قدیم نام قتیقان (گیگان) تھا، اور یہ مقام بھی قنڈاہیل کے بعد بڑی اہمیت و مرکزیت رکھتا تھا، عرب جغرافیہ نویسوں کی تصریحات کی رو سے قنڈاہیل دورانِ کامرکزی شہر تھا، اور اسے فوجی و حربی اہمیت حاصل تھی، اور اسی مرکز سے اطراف و جوارب کے تمام علاقے ایرانی شہنشاہیت کے زیرِ نگیں رکھے جاتے تھے، اس کے مغرب میں کرمان اور سجستان کا ریگستان واقع تھا، مشرق میں بحر فارس تھا جو بعد میں مشرق کے لیے عربوں کی بحری مہمات کا راستہ ثابت ہوا۔ اس کے شمال میں سندھ اور ہندوستان کے علاقے اور جنوب میں مکران اور بلوچستان کا درمیانی صحرا واقع تھا۔

بعض جغرافیہ نویسوں نے قنڈاہیل کو علاقہ بدھ کا دار السلطنت بتایا ہے، بظاہر

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شہر کبھی علاقہ بدھ کا مرکز تھا، جو سندھ اور مکران کے درمیان ایک وسیع علاقہ تھا، مگر بعد میں طوران کا مرکز بن گیا تھا۔ قنڈاہیل ایک پہاڑ پر واقع ہونے کی وجہ سے محفوظ قلعہ اور جنوبی حصہ کا سب سے بڑا فوجی مرکز تھا۔ ویسے قنڈاہیل اور قیقان کے علاقے خشک و گرم تھے، زمیں پہاڑی اور رگستانی تھی، پانی کی سخت قلت کے ساتھ دریا اور ندیاں بہت کم تھیں اور آبادی عام طور سے بدھ مذہب والوں کی تھی جو نہایت غیر مہذب اور غیر متہذبن تھے اور ریگستانوں اور صحراؤں میں پھونس کے جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ صید و شکار ان کا ذریعہ معاش تھا۔ خلافت راشدہ میں جب عجم کی فتوحات کا نقشہ تیار کیا گیا اور عرب کے عجمی مرکز پر قبضہ کر کے وہاں طاقت جمع کی گئی تو سندھ کے عجمی مرکز قنڈاہیل کے متعلق بھی غور و فکر ہونے لگا، چنانچہ ان دنوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق بھی معلومات حاصل کیں، علامہ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں حضرت عمر کے صاحبزادے عبید اللہ سے روایت کی ہے :-

ان عمر قال : من یخبرنا عن	ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کون آدمی ہمیں
قنڈاہیل ؟ فقال رجل : یا امیر المؤمنین	قنڈاہیل کے متعلق معلومات دے سکتا ہے ؟
ماؤھا و مثل ، و تمرھا دقل ، و	تو ایک شخص نے کہا کہ ، اے امیر المؤمنین !
لصدھا بطل ، ان کان بها الکثیر	وہاں کا پانی خراب کھجور بھری ، اور چور بہادر
جاعوا ، و ان کان بها القلیل	ہے ، اگر وہاں زیادہ آدمی ہوں تو بھوکوں
ضاعوا ، قال عمر : لا یسألنی اللہ	مر جائیں اور اگر کم تعداد میں ہوں تو ختم کر دیئے
عن احد بعثته الیھا	جائیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
ابدأ	مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں سوال نہ کرے جس میں وہاں

روایت کردوں۔

لے عیون الاخبار ج ۲ ص ۱۹۹۔

ہمارے علم و تحقیق میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ہندوستان میں جہاد کے امکانات پر غور کرنے کے لیے اس کے مغربی شمالی فوجی مرکز کے حالات معلوم کیے اور اسلامی فوج کے حق میں وہاں کے حالات نا سازگار ہونے کی وجہ سے قنڈاہیل پر حملہ کا ارادہ ترک کر دیا۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی سنت کے مطابق بحری حملہ کے خلاف تھے اور مسلمانوں کے جان و مال کو زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنا چاہتے تھے، اس لیے قنڈاہیل پر فوج کشی اس وقت نہیں ہوئی اور اس کے لیے مناسب حالات کا انتظار ہونے لگا، البتہ اس درمیان میں خراسان، بختان اور کرمان وغیرہ پر خلافت کی طرف سے غزوات و فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر مکران اور سندھ کی طرف باقاعدہ رخ نہیں کیا گیا۔

اگرچہ اس وقت قنڈاہیل پر قبضہ نہ ہوا۔

ہندوستان کے جاٹ اور سیاح کا اسلام ۱۶ھ

ہو سکا مگر عراق میں عجمی غزوات و

فتوحات کے دواہم فوجی مرکزوں کے قیام کے دو ایک سال بعد ہندوستان پر جہاد کے امکانات بہت واضح طور پر یوں سامنے آ گئے، کہ ۱۶ھ میں ایرانی فوج کے بہت سے سپاہی جن میں ایرانی اور ہندوستانی اساورہ اور سیاح و جاٹ شامل تھے برصغور و رغبت اسلام قبول کر کے مجاہدین میں داخل ہو گئے اور عجمی فتوحات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ یہ پہلا موقع تھا جب ایران کی فوج میں ذہنی انقلاب پیدا ہوا اور مجاہدین اسلام کے مقابلے میں ایرانی بہادر خود بخود سپر انداز ہو گئے، جن کے خوشگوار اور دودرس اثرات ہندوستان اور ہندوستانیوں پر بھی پڑے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۶ھ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایران کے شہر سوس کا محاصرہ کیا اور اسلامی فوج کے مقابلے میں ایرانی فوج سیاہ سواری کی قیادت میں نکلی، جب سیاہ سواری نے دیکھا کہ دوسرے علاقوں کی طرح سوس بھی ایرانیوں کے ہاتھ سے نکل رہا ہے، اور ابوموسیٰ

اشعری کے پاس خلافت کی طرف سے مسلسل فوجی مدد چلی آرہی ہے، اور ایرانی فوج کا حال روز بروز غیر ہوتا جا رہا ہے تو اس نے اپنی فوج کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو پیغام بھیجا کہ ہم لوگ ان شرائط پر اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔

(۱) اسلامی فوج میں شامل ہو کر آپ کے غجبی دشمنوں سے مقابلہ کریں گے۔
(۲) آپ لوگوں میں باہمی اختلافات کی صورت میں ہم کسی ایک جماعت کے طرفدار بن کر دوسری جماعت سے جنگ نہیں کریں گے۔

(۳) اگر ہم میں اور عربوں میں جنگ ہو تو آپ لوگ ہماری مدد کر کے ہماری حفاظت کریں گے،

(۴) مسلمان ہو جانے کے بعد ہم اپنی مرضی کے مطابق جس شہر میں چاہیں گے سکونت اختیار کریں گے اور مسلمانوں کے جس قبیلہ سے چاہیں گے حلف و دلار اور دوستی کا رشتہ قائم کریں گے

(۵) عام اسلامی فوج کی طرح ہم بھی عطایا و وظائف سے مشرف ہوں گے یعنی ہمارے فوجی حقوق وہی ہوں گے جو عام مسلمان فوجیوں کے ہیں۔

(۶) ہمارے اسلام اور مذکورہ شرائط کے بارے میں جملہ امور و معاملات کو خلیفۃ المسلمین بذات خود طے کریں گے اور ہمارا تعلق براہ راست خلافت سے ہوگا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اسلامی فوج کے امیر کی حیثیت سے ان سے کہا کہ ان شرائط کی ضرورت نہیں ہے، تمہارے اسلام لانے کی صورت میں جو ہمارے حقوق ہیں وہی تمہارے ہوں گے، اور جو ذمہ داریاں ہم پہیں وہی تم پہ ہوں گی، مگر اس پر سیاہ سواری اور اس کے سپاہی راضی نہیں ہوئے، آخر کار ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم ان کے تمام مطالبات کو پورا کر کے وہ جو کچھ کہتے ہیں مان لو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سیاہ سواری کی فوج

مسلمان ہو کر اسلامی فوج میں شامل ہو گئی۔ اور تستر کے محاصرہ میں ابو موسیٰ اشعری کی زیر قیادت اسلامی لشکر کے ساتھ رہی۔

ایک روایت میں ہے کہ جنگِ سوس کے موقع پر یزدجرد کے میدان چھوڑ کر بھاگنے اور مسلمانوں کی فتح کے بعد سیاہ اسواری نے اپنی فوج کے رؤسا کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کی کہ آپ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم آپس میں بات کیا کرتے تھے کہ مسلمان بہت جلد مملکت فارس پر غالب آجائیں گے اور ان کے جانور اور گھوڑے اصطر کے ایوان میں نظر آنے لگیں گے، مسلمانوں کے غلبہ و ظہور کا جو حال ہے آپ تمام لوگ دیکھ رہے ہیں، اب ہم کو اپنے متعلق غور کر کے مسلمانوں کے دین میں داخل ہو جانا چاہیے۔

تمام حاضرین نے سیاہ اسواری کی اس بات سے اتفاق کیا اور اس نے اردشیر کی قیادت میں دس آدمیوں کا ایک وفد ابو موسیٰ اشعری کے پاس بھیجا اور مذکورہ بالا شرائط پر لڑی فوج اسلام لائی۔

یہ پہلا موقع تھا کہ ایرانی فوج کا ایک حصہ مسلمان ہو کر اسلامی غزوہ میں شریک ہوا اور اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوئی کہ کسی قسم کا شک و شبہ کیا جاسکے، ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعری نے سیاہ اسواری سے کہا کہ تم اور تمہارے ساتھی ہمارے وہم و گمان کے خلاف نکلے، ہم سمجھتے تھے کہ تم لوگ مجبوراً ہمارے ساتھ شریک ہو گئے ہو، مگر ایسا نہیں ہے، سیاہ اسواری نے جواب دیا کہ ہمارے سوچنے سمجھنے کا انداز دوسرا ہے، ہم تو صرف دین کے لیے جہاد میں شریک ہوئے ہیں ہمارے ساتھ عورتیں بھی نہیں ہیں کہ ان پر دشمنوں کے غلبہ کے ڈر سے ہم لڑیں گے بلکہ ہم تو صرف دین کے لیے لڑتے ہیں، ابتداء میں ہم اپنی حفاظت کے خیال سے اسلام میں داخل ہوئے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارے لیے بڑی خیر عطا کی ہے۔

چونکہ یہ لوگ پہلی آزمائش میں پورے اترے، اس لیے اسلامی فوج کی طرح ان کو بھی

باقاعدہ و طیفہ دیا گیا اور وہ بھی اسلامی فوج کے قانونی عنصر قرار پائے، ایران کی مہمات سے فارغ ہو کر یہ لوگ بصرہ پہنچے اور وہاں مسلمانوں کے ساتھ مستقل سکونت کے خیال سے دریافت کیا کہ یہاں کون تیسرے نسبی لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قربت رکھتا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ بنو تمیم یہ مجدہ شرف رکھتے ہیں، یہ لوگ ابتدا میں بنو نواز کے حلیف و معاہد اور دوست بنکر ان ہی کے ساتھ رہنا سہنا طے کر چکے تھے، مگر جب یہ معلوم ہوا تو ان کو چھوڑ کر بنو تمیم کے حلیف بن گئے بعد میں سیاہ سواری اور اس کے تمام ساتھیوں کے لیے بصرہ میں الگ خطے اور مکانات بنائے گئے، جہاں انھوں نے اقامت اختیار کی اور اپنے علاقہ میں ایک نہر کھودی جسے ان ہی کے نام پر نہر اساورہ کہتے ہیں۔

ان ایرانی اساورہ کے مسلمان ہونے اور مسلمانوں کی طرف سے ان کے بے جوش اور محبت آمیز استقبال نے عرب کے دوسرے عجمی باشندوں کے لئے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق سنجیدگی سے سوچنے کی نئی راہ پیدا کر دی، اور انھوں نے اساورہ کی طرح برضار و رغبت اسلام قبول کر لیا، چنانچہ عرب کے ہندوستانی جاٹ اور سیاح بھی مسلمان ہو گئے، اور بصرہ میں آباد ہو کر عزت و احترام کی زندگی بسر کرنے لگے، بلاذری کا بیان ہے کہ سیاح اور جاٹ قدیم زمانہ سے عرب کے ساحلی مقامات میں رہتے تھے، اور مویشیوں کیلئے چارہ اور پانی کی تلاش میں خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے۔ بعد میں اساورہ کی طرح وہ بھی مسلمان ہو گئے۔

فانضم الی الاساورۃ السیاحۃ۔	سیاح جو قبل اسلام کے عرب کے ساحلی
وکانوا قبل الاسلام بالسواحل و	مقامات میں رہتے تھے، اور اسی طرح
کذلک الزط، وکانوا بالطفوف	جاٹ جو سواحل میں گھاس چارہ کی جگہوں
یتبعون الکلاً، فلما اجتمعت	میں قیام کرتے، مسلمان ہونے والے
الاساورۃ والزط والسیاحۃ تآزمت	اساورہ کے ساتھ مل گئے، اور جب بصرہ

بنو تمیم فرغبوا فیہم
فصارت الاساورۃ فی
بنی سعد، والزطو
السیابجۃ فی بنی حنظلۃ
فأقاموا معہم یقاتلون
المشکین وخرجوا مع
ابن عامر الی خراسان
میں اساورہ، سیابجہ اور جاٹ تینوں
تو میں یکجا ہو گئیں تو بنو تمیم نے ان سب
کو اپنی طرف کھینچنا چہرہ یہ لوگ بھی ان
کی طرف مائل ان کے مختلف بطون میں مل گئے
اساورہ بنی سعد کے ساتھ ہو گئے،
اور جاٹ اور سیابجہ بنو حنظلہ میں مل گئے
اور ان کے ساتھ رہ کر مشرکوں اور
کافروں سے جہاد کرنا شروع کیا اور
عبداللہ بن عامر کی امارت میں خراسان
کی مہم میں نکلے،

عرب کے ان ہندوستانی جاٹوں اور سیابجہ کے ساتھ ہی وہ جاٹ اور سیابجہ بھی اسلام میں
داخل ہو گئے جن کو ایرانیوں نے گرفتار کر کے اپنی سندھی فوج میں شامل کر لیا تھا، جب ان
لوگوں نے اساورہ کے اسلام اور مسلمانوں کی پندیرانی کا قصہ سنا تو وہ بھی ابو موسیٰ اشعری کی
خدمت میں آکر مسلمان ہو گئے اور ابو موسیٰ اشعری نے اساورہ کی طرح ان کو بھی بصرہ میں آباد
کیا، عراق میں اسلامی فوج کے مرکز کا قیام، ایرانی فوج کے اساورہ کا یہ انقلاب، ایرانی
فوج کے ہندوستانیوں اور عرب کے جاٹ اور سیابجہ کا اسلام اور پھر بصرہ میں ان سب کا
قیام، ان سب باتوں کی وجہ سے مکران اور قندابیل وغیرہ پر فوج کشی کے امکانات شروع
ہو گئے، اور دو سال کے اندر درمیان سے لائے تک ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ شاہان
ایران کے ہندوستانی مقبوضات میں مجاہدین اسلام کی سرگرمیاں جاری ہو جائیں، مگر اب
بھی اس طرف توجہ نہیں کی گئی، یہاں تک کہ لائے کے بعد عربوں اور عجمیوں کی آؤ نرزش میں

ہندوستان کے راجوں مہاراجوں نے عربوں کے مقابلہ میں کھل کر ایران کی مدد کی اور سلسلہ میں جنگ نہادند میں یہ لوگ اپنے تمام جنگی ساز و سامان اور فوجی سپاہیوں کے ساتھ ایرانیوں طرف سے عربوں کے مقابلہ کے لئے پہنچے!

ہندوستان کے راجے مہاراجے طبری نے لکھا ہے کہ سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلامی فوج کے مقابلہ میں سلسلہ علم و خبر کے بغیر اسلامی فوج نے حضرت علاء حضرت رضی کی زیر قیادت فارس کے شہر اصفہان پر حملہ کیا، جس میں ایرانی فوجوں نے اسلامی فوج کو اپنے محاصرہ میں لے کر بہت زیادہ نقصان پہنچایا، جب حضرت عمر رضی کو اس حادثہ کی خبر ہوئی تو آپ نے بصرہ سے مدد روانہ کی اس کے بعد مسلمانوں نے ایرانیوں سے اپنے نقصان کا پورا پورا بدلہ لیا، اور ان کے امیر فوج ہرمزان کو بھی زخمی کر دیا۔ اس شکست کے بعد ایرانیوں نے مسلمانوں پر زبردست اجتماعی حملہ کی تیاری کی، اور ان کا جوش و خروش اس درجہ بڑھ گیا کہ اطراف و جوانب کے بادشاہوں کو اپنی مدد کے لئے پکارا، اسی سلسلہ میں انھوں نے اپنے قدیم وفاداروں یعنی ہندوستان کے راجوں مہاراجوں کو بھی آواز دی اور انھوں نے حسبِ معمول اس پر لبیک کہا، اور چار پانچ سال تک پوری تیاری کر کے سلسلہ میں جنگ نہادند میں مجاہدین اسلام سے مقابلہ کیا، اس موقع پر طبری کے الفاظ یہ ہیں۔

کاتبوا ملکہم وھو	جس وقت شاہ ایران مقام مرو میں شکست
یومئذ بمر و فخر کوہ	کھا کر مقیم تھا، ایرانیوں نے اس کو خط
فصائب الملک اھل	لکھ کر آمادہ کیا اور اس نے باب الابواب
الجبال من الباب والسند	کے علاقہ ترک سے لے کر سندھ و خراسان و حلوان
وخراسان، و حلوان، فخر کوہ	کے علاقہ فارس تک کے تمام بادشاہوں کو
وتکاتبوا، وریب بعضہم الی	مدد کے لئے خط لکھا جس سے وہ سب حرکت
بعض، فاجمعوا ان یواھوا تھاؤ	میں آئے اور آپس میں چھٹیاؤں کر کے ایک

ویدر موافقہ امور ہم نے دوسرے سے تعلق پیدا کیا اور طے کیا کہ
فتوافی الی نہا و عند سب کے سب جنگ نہادند میں جس ہوں اور
اواٹلہم اسی میں اپنا فیصلہ کریں، چنانچہ ان کی پہلی

کھیپ نہادند میں پہنچ گئی

جیسا کہ معلوم ہوا کہ ان سے سرندیپ تک کے تمام ہندوستانی راجے مہاراجے شاہان
ایران کے باج گزار اور وفادار تھے اور حسب ضرورت اپنے اموال اور رعایا سے ان کی مدد
کیا کرتے تھے، چنانچہ سٹلہ کے بعد دیگر مقامات کے حکمرانوں کی طرح ہندوستان کے یہ
راجے مہاراجے بھی ایرانیوں کی مدد اور عربوں سے مقابلہ کے لئے دوڑ دھوپ کرنے لگے،
اور ایک راجہ دوسرے راجہ کے پاس اس بارے میں رائے مشورہ کے لئے خطوط اور
آدمی بھیجے لگا یہاں تک کہ سٹلہ میں جنگ نہادند میں ایرانیوں نے اپنی تمام اندرونی
اور بیرونی طاقتیں اسلامی فوج کے مقابلہ میں جمع کر لیں، جن میں سندھ کے راجے اور
یہاں کے سپاہی بھی تھے۔

اس واقعہ کے بعد اسلامی فوج نے اپنے حربی نقشہ میں ایران کے اہم مقامات کی
طرح ہندوستان کے ان مقامات اور راجوں کو بھی درج کر لیا جہاں سے ان کے خلاف مدد
آنے لگی تھی اور کھل کر عربوں کے مقابلہ میں صف آرائی کی نوبت آگئی تھی، اب خلافت کو ان
کے خلاف تادیبی کارروائی کا موقع ہاتھ آگیا، اور مزید خاموشی مسلمانوں کی ناکامی اور
ایرانیوں کی کامیابی کے مراد فوج تھی، چنانچہ سٹلہ میں جبکہ ایرانیوں نے اپنی شکست کے
بعد ہندوستان اور دیگر ممالک سے خط و کتابت کر کے مدد حاصل کی مسلمانوں نے بھی اسلحہ
کے نقصان کی مزید تلافی اور ایرانیوں سے پورے مقابلہ کے لئے ان پر منظم طریقہ سے چاروں طرف
بحری حملہ کی تیاری کی، حضرت عمرؓ نے سٹلہ ہی میں بصرہ اور کوفہ کی فوجوں کو تیار کر کے

ان پر امرار مقرر کئے، اور فارس کے جنوب مشرقی علاقہ کے سات مرکزی مقامات پر حملہ کے لئے سات امرار کی زیر قیادت الگ الگ لوار اور جھنڈے تیار کئے، چنانچہ اس سلسلہ میں لوار مکران حضرت حکم بن عمرو ثعلبی رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا گیا اور یہ ساتوں مہمات ۲۱ھ میں اپنے اپنے امرار کے ساتھ روانگی کے لئے تیار ہوئیں، مگر قحط عام الرماذ اور بعض دوسرے اہم امور کی وجہ سے روانہ نہ ہو سکیں، حتیٰ کہ ۲۱ھ یا ۲۳ھ میں اس کی باری آسکی۔

یہ پہلا موقع تھا جب کہ خلافت کی طرف سے مکران پر بحری مہم کی روانگی کا اعلان عام ہوا اس سے پہلے حضرت عمرؓ بحری مہمات کے سخت خلاف تھے، اور اس درمیان میں ہندوستان پر بعض غیر سرکاری بحری حملے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے شدت سے اس کی مخالفت کی ان حالات و واقعات کی کڑی ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کا یہ فیصلہ اور مکران پر حملہ کا منصوبہ ہندوستان کے راجوں کی روش کا عین ردِ عمل تھا، تاکہ ایرانی فوجوں کو یہاں سے مدد نہ مل سکے، اور نہ ہی باب الالباب سے لے کر سندھ و ہند کی فوجی طاقت منظم ہو کر اسلامی فوج کے مقابلہ میں آسکے، مگر ایسے حالات پیدا ہوتے رہے کہ اس فیصلہ کے باوجود خلافت کی طرف سے بلاد فارس اور مکران پر فوج کشی کا موقع نہ مل سکا اور مخالف طاقتیں اس مدت میں پورے طور سے منظم ہو کر ۲۱ھ میں جنگ نہادند میں مسلمانوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئیں، بالفاظ دیگر مسلمانوں کی طرف سے مزید اتمام حجت ہو گئی اور اب ان ایرانی اور ہندوستانی جنگ بازوں سے نبٹنا بالکل ہی ضروری ہو گیا، چنانچہ اس کے بعد ۲۱ھ یا ۲۳ھ میں مسلمانوں نے خلافت کی طرف سے فارس کے سات مقامات پر ایک ساتھ حملہ کر دیا، جن میں مکران بھی شامل تھا، اور جب اسلامی فوج نے مکران پر حملہ کیا تو حسبِ مشورہ مکرانیوں کی مدد کے لئے سندھ کا راجہ راسل زبردست فوج لے کر پہونچا اور دریائے سندھ پار کر کے مکرانیوں کے بجائے وہی مسلمانوں کے سامنے آیا، نتیجہ میں سخت معرکہ پڑا اور خرابی بسیار کے بعد راجہ راسل بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا جس میں براہِ راست خلافت کی سرکاری فوج

اور ہندوستان کے راجہ کی فوج میں مقابلہ ہوا اور راجہ کی شکست کی صورت میں ہندوستانی مدد کی حقیقت بھی سامنے آگئی۔

اس سے پہلے عراق کے سامنے جو ایرانی بلاد و امصار واقع تھے ان میں مسلمانوں کی مجاہدانہ سرگرمیاں جاری رہا کرتی تھیں اور ان کے اس ضمن میں بعض اوقات ہندوستان کے ان راجوں سے بھی جنگ ہو جاتی تھی، جو اس وقت ایرانی فوج کی مدد کرتے تھے، مگر یہ وقتی ٹڈ بھٹیر غیر سرکاری اور رضا کارانہ و فدا بیانہ طور پر ہوا کرتی تھی، اس میں حضرت عمرؓ کی مرضی و اجازت کو دخل نہیں تھا بلکہ اسلامی فوجیں ایران پر حملوں کے سلسلے میں ان کے ہندوستانی مددگاروں کی بھی خبر لے لیا کرتے تھے، اور جب حضرت عمرؓ کو ان حملوں کی اطلاع ہوئی تو شدت سے منع فرمایا چنانچہ ۱۹ء اور ۲۰ء کے درمیان مسلمانوں نے اپنے ایرانی مرکز توشج سے ہندوستان کے تین مرکزی مقامات تھانہ (مہاراشٹر) بھڑوچ (گجرات) اور دیبل (سندھ) پر رضا کارانہ حملے کئے اور فتح پائی، مگر حضرت عمرؓ نے ان کی خبر سن کر شدت سے منع کیا، اور جب باقاعدہ سحری مہمات کا معقول انتظام ہو گیا تو خلافت کی طرف سے یہاں مجاہدین روانہ کئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رضا کارانہ حملے ان ہی راجوں مہاراجوں پر کئے گئے جنہوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں ایرانیوں کی بڑھ چڑھ کر مدد کی تھی ورنہ ہجرتان اور کرمان سے متصل ہندوستانی علاقوں کو چھوڑ کر دور دراز مقامات پر حملہ آور ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے اگر یہ بات نہیں ہوتی تو اسلامی فوجیں سب سے پہلے قندابل کو فتح کرنے کی کوشش کرتیں جس کے متعلق حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے معلومات حاصل کی تھیں۔

شہنشاہ نیردجر دہریمت کے بعد کرمان میں اہمد فاروقی میں ۱۵ء اور ۱۶ء اور ۱۷ء کے درمیان فارس میں نہایت شاندار فتوحات ہوئیں اور ایران کی قدیم ترین شہنشاہیت کا کس بل نکل گیا، ۱۸ء میں فتح قادسیہ نے مسلمانوں پر فارس کا دروازہ کھول دیا

ایرانیوں نے اس جنگ میں رستم کی قیادت میں بھوپور مقابلہ کی تیاری کی، ایک لاکھ بیس ہزار فوج اور تیس جنگی ہاتھی تھے، اور ایرانیوں کا سب سے بڑا قومی پرچم درفش کا دیانی بھی میدان میں لہرا رہا تھا، ادھر مسلمانوں کی فوج صرف نو اور دس ہزار کے درمیان سعد بن ابی وقاصؓ کی زیرِ کمان اپنے پورے عزم و حوصلہ کے ساتھ میدان میں اتر رہی اور گھمسان کی جنگ کے بعد میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا، ایرانیوں میں سپاہیوں اور جنگی سامانوں کے علاوہ کھانے پینے اور نغدہ کے کی بہتات تھی مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ ان کی خوراک کے لئے حضرت عمرؓ مدینہ منورہ سے بکریاں اور اونٹنی روانہ کرتے تھے۔

فتحِ قادسیہ کے بعد ہی مدائن اور جلولاء کی فتوحات ہوئیں جن کے بعد شاہ ایران یزدجرد بن شہریار کے قدم اکھڑ گئے اور اس نے شاہی خزانہ، شاہی کنبہ اور شاہی فوج لے کر حلوان کی راہ لی، اس سال ایران میں طاعون اور قحط کا بڑا زور تھا، لہ

یزدجرد نے جنوب مشرقی علاقوں کا رخ کیا اور مکران میں پناہ لی، اس لئے اسلامی فوج نے اس کے بعد اپنے دشمن کی اس پناہ گاہ کو ایرانی فتوحات کے مجوزہ نقشہ میں شامل کر لیا، ابو منصور ثعالبی نے تاریخ غرر السیر میں جو کہ شاہان ایران کی تاریخ ہے، لکھا ہے کہ قادسیہ، جلولاء اور نہادند کی فتوحات کے بعد جب عربوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تو یزدجرد کے مشیروں اور خیر خواہوں نے اسے اپنی جان بچانے کے لئے دہر دراز علاقوں میں نکل جانے کا مشورہ دیا چنانچہ وہ اس حال میں شاہی کروفر کے ساتھ مشورہ کے مطابق سجستان و کرمان ہوتا ہوا مکران بھی آیا اور یہاں کے عوام و خواص نے اس سے اظہارِ ہمدردی کیا، یا بالفاظِ دیگر عربوں کے خلاف اپنی مستعدی ظاہر کی۔

فجلاً عن دارِ ملکہ یزدجرد اپنے دار السلطنت سے نکلا تو اس
دمعہ الف طبّاخ، والف کے ساتھ ایک ہزار بادرجی، ایک ہزار
مطبب، والف فہّاد، موسیقار، ایک ہزار چیتے والے، ایک ہزار

والف بازيار، فضلًا عمن بازوای فوج وغیرہ کے علاوہ تھے، مگر اس
سواہم، وعندہ انتہ فی حال میں بھی نبرد جھگڑتا تھا کہ اس کے پاس
خفت، وسارالی سجستان، و بہت کم ساز و سامان ہے، اور پھر وہ سجستان
منہا کرمان و مکران ثم گیا، پھر وہاں سے کرمان اور مکران پہونچا
الغطف الی طبرستان^۱ پھر طبرستان کا رخ کیا،

نبرد جرد کی آمد سجستان، کرمان اور مکران میں ۲۳ھ کی سات منظم بہات سے پہلے تھی، ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس جس علاقہ میں پہنچا اور جہاں جہاں اس نے عربوں کے خلاف فضا
پیدا کی وہاں وہاں ۲۳ھ میں حملہ کیا گیا، چنانچہ اس سال مکران پر بھی کامیاب حملہ ہوا،
باغیوں اور دشمنوں کی مدد ایجاب بات ہوئی کہ مسلمانوں کی فتوحات دیکھ کر ایرانی
فوج کے اساورہ اور ہندوستانی سیابجہ اور جاث برضا، و رغبت اسلام لے آئے اور اسلامی
عنصر میں شامل ہو کر مجد و شرف کے مستحق ٹھہرے، مگر خود ہندوستان کے راجے مہاراجے اور
عوام ہوا کا رخ نہ سمجھ سکے، بلکہ آنکھ بند کر کے اپنے آقاؤں کی مدد میں عربوں سے مخالفت
مول لیتے رہے، اور شاہ پرستی یا مجبوری کی وجہ سے عربوں سے براہ راست تعلق پیدا
نہ کر سکے، حتیٰ کہ مکران میں راجہ راسل کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کے بعد بھی ان
کی آنکھ نہیں کھلی، اور اس کے بعد بھی ہر معرکہ میں مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد کر کے اپنے
طرز عمل سے مقابلہ کی دعوت دیتے رہے، چنانچہ مکران کی جنگ کے زمانہ ہی میں ۲۳ھ میں
حضرت سہل بن عدی نے کرمان پر حملہ کیا تو قفس (بلوچستان) کے لوگوں نے اہل کرمان کی
مدد کی طبری کا بیان ہے۔

قد حشد لہ اہل کرمان سہل بن عدی کے مقابلہ کے لئے اہل کرمان
واستعانوا بالقفس نے پوری تیاری کی اور بلوچیوں سے مدد حاصل کی۔

۱۔ تاریخ نغراسیر ص ۴۲، مطبوعہ طہران ۱۹۶۳ء، ۲۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۸

اس سے پہلے سلسلہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ابوزہر میں جنگ کی تو وہاں کے جاٹوں نے مسلمانوں سے شدید مقابلہ کیا، بلاذری نے شولس عدوی کا بیان نقل کیا ہے۔

اتینا الہواز، وبھاناس من الزط ہم ابوزہر پہنچے تو وہاں جاٹوں اور اساورہ
والاساورہ فقاتلناہم قتلاً شدیداًؓ کی جماعت سے ہماری شدید جنگ ہوئی،

سلسلہ میں حضرت مجاشع بن مسعودؓ نے قفس و کرمان کو فتح کیا تو شکست خوردہ
فوجوں نے ہر مونہ میں اطراف و جوانب سے طاقت جمع کی، مگر اس بار بھی شکست کھا کر ادھر ادھر
بھاگے اور ان میں ایک جماعت کو مکرانیوں نے پناہ دی بلاذری کا بیان ہے۔

دھرب کثیر من اہل کرمان بہت سے اہل کرمان سمندری راستہ سے
فرکبوا البحر، ولحق بعضہم الی مکران بھاگ کر ان میں بعض مکران چلے گئے اور
والی بعضہم الی سجستانؓ بعض سجستان کی طرف نکل گئے،

الغرض ہندوستان کے راجوں مہاراجوں نے ہر موقع پر ایرانیوں کی مدد کر کے
مسلمانوں سے مقابلہ کیا اور ان کے دشمنوں کو پناہ دی جس کا لازمی نتیجہ ہندوستان پر براہ راست حملہ
کی شکل میں نکلا، بعض مغربی اور مقامی مورخوں کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ مسلمانوں کے
حملہ کے وقت ہندوستان کی طاقت منتشر تھی، یہاں کے راجے مہاراجے ایک دوسرے کی
مدد نہیں کرتے تھے بلکہ آپس میں لڑتے تھے اور اپنے مقامی دشمن کے مقابلہ میں عرب مسلمانوں
کی مدد کرتے تھے، بلکہ واقعہ اس کے خلاف ہے مکران سے لے کر سرندپ تک قدیم زمانہ
سے کئی بڑی بڑی خاندانی حکومتیں قائم تھیں، اور ان کے افراد مدتوں سے حکومت کرتے
تھے ان کے پاس فوج اور سامان جنگ کی فراوانی تھی، اور وہ شاہان ایران کی مدد
کیا کرتے تھے، البتہ یہ درست ہے کہ ایران اور روم کی حکومتوں کے مقابلہ میں یہاں کی
حکومتیں غیر منظم تھیں، اور قدیم روایات کے مطابق یہاں بہت سے چھوٹے بڑے راجے

مہاراجے موروثی سلطنت کے مالک تھے مگر یہ اسی ملک کی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ اس دور میں اس قسم کی سلطنتوں کا عام رواج تھا اور ان حکمرانوں میں اکثر عجم اور روم کی شہنشاہیت کی ماتحتی میں مشرقی اور مغربی بلاکوں میں منقسم تھیں

مرتدین عرب کی مدد ہندوستان کے راجوں اور عوام کی اس روش سے زیادہ تعجب خیز رویہ ان ہندوستانیوں کا ہے جو قدیم زمانہ سے عرب کے مختلف علاقوں میں آباد تھے، یا معاشی و تجارتی سلسلہ میں آتے جاتے تھے، انھوں نے خلافتِ صدیقی میں مشرقی عرب کے مرتدوں کا ساتھ دے کر اسلامی فوجوں سے باقاعدہ جنگ کی اور اپنے اسلمہ اور آدمیوں سے ان کی مدد کی جیسا کہ طبرسی نے لکھا ہے۔

لہامات النبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
خرج الحطم بن ضبیعة اخو بنی قلیس بنو قیس بن ثعلبة کے ایک شخص حطم بن ضبیعہ نے
بن ثعلبة فی من تبعہ من بکر بن ارتداد کا جھنڈا بلند کیا اور بنو بکر بن دائل کے
وائل علی الردۃ ومن تاشب الیہ مرتدوں اور کافروں میں غیر مرتدوں کو
من غیر المرتدین ممن لم یزل کافراً لے کر خروج کیا اور قطیف ہجر میں آیا اور
حتی نزل القطیف و ہجر، واستغوی الخط خط کے عربوں اور وہاں کے جاتوں اور سیاح
ومن بہامن الزطوال سیاحیۃ۔ کو گمراہ کر کے اپنے ساتھ کر لیا۔

اسی طرح قتالِ مرتدین کے سلسلہ میں یمامہ کی جنگ میں مرتدوں نے ہندوستان کی تلواریں استعمال کیں، اور جب اسلامی فوج نے ٹوٹ کر مقابلہ کیا اور مرتدین کو شکست فاش ہو گئی تو جاٹ اور سیاح ہجر براہِ سمندر اپنے ملک بھاگ آئے۔

ایران اور عرب کے ہندوستانیوں کا یہ رویہ اس حقیقت کے پیش نظر اور بھی ناقابلِ فہم ہو جاتا ہے کہ ہندوستان اور عرب کے تعلقات تاریخ کے قدیم دور سے نہایت استوار

اور خوشگوار تھے، دونوں قومیں ایک دوسرے کے مزاج سے واقف تھیں، دونوں میں آمد و رفت جاری تھی، اور ان میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت پائی جاتی تھی، یہاں کے سادھوؤں سنتوں نے خدمتِ نبوی میں اپنی طرف سے ایک دینی و روحانی وفد بھیجا تاکہ براہِ راست اور مستند و معتبر طریقہ سے اسلام کی تعلیمات سے واقفیت ہو اور بعض راجوں نے خدمتِ نبوی میں ازراہِ عقیدت ہدیہ اور تحفہ پیش کیا، اس درمیان میں کوئی ایسی بات بھی نہیں ہوئی جس سے جانبین میں شک و شبہ کی فضا پیدا ہو، یا طرفین سے بدگمانی ظاہر ہو، اس کے باوجود عربوں کی اندرونی جنگ اور فتنہ ارتداد میں یا عجم کے معرکوں میں ہندوستانیوں کا مسلمانوں کے مد مقابل بن کر پورے ساز و سامان کے ساتھ نکل آنا ناقابلِ فہم بات ہے، چنانچہ اس نا عاقبت اندیشی کا احساس عرب کے ہندوستانیوں اور ایرانی فرج کے ہندوستانیوں کو بہت جلد ہو گیا اور انھوں نے سلسلہ صد میں اجتماعی طور سے مسلمان ہو کر عربوں کو اپنا دوست بنالیا عربوں نے بھی ان کو سینے سے لگا کر ہر طرح کے مجدد شرف سے نوازا، ان بیرونی ہندوستانیوں نے ہوا کا رخ بہت جلد سمجھ لیا، اور دیکھ لیا کہ ایران کی قدیم و قومی سلطنت مسلمانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو رہی ہے اور اب دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا ہو کر رہے گا، بخلاف اس کے ہندوستان کے ذمہ دار اس حقیقت سے صرفِ نظر کر کے آخر وقت تک ایرانیوں سے قصرِ شاہی کو اپنے اوٹ اور ٹھیک کے ذریعہ گرنے سے بچانے کی کوشش کرتے رہے جس کے نتیجہ میں اس کے ملے کے نیچے آ گئے، اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں کے باشندے اپنے قدیم ایرانی آقاؤں سے وفاداری کا ثبوت دے کر آخر وقت تک ان کے ساتھ رہے، اگر وہ اس معاملہ میں کامیاب ہو جاتے اور ایرانی سلطنت بچ جاتی تو ایران کی تاریخ میں ان کے کردار کو جگہ ملتی اور ان کی وفاداری اور ہمدردی کی حکایت ثبت ہوتی، مگر چونکہ ایسا نہیں ہوا اس لئے وہ نا عاقبت اندیش قرار پائے، فاتحوں اور

مفتوحوں کی تاریخ میں ایسے عیب و بہتر قدیم زمانہ سے پائے جاتے ہیں
 مسلسل خروج و بغاوت اور بد عہدی [راجوں مہاراجوں نے ایک طرف ثابان ایران
 کی مدد کی اور دوسری طرف جب عربوں نے ان کے بعض علاقے فتح کئے تو طے شدہ شرائط
 کا احترام نہیں کیا، اور حربی وعدوں کی خلاف ورزی کی، اقوام و ملل کی تاریخ میں یہ
 باتیں مفتوح کے حق میں عیب و جرم ہوتی ہیں جب کہ فاتح کے لئے ہنس اور کردار بھی جاتی
 ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے ذمہ داروں کا یہ کردار عربوں کے نزدیک جرم تھا، اسی
 وجہ سے وہ بار بار حملہ کرتے تھے اور شرائط صلح طے کر کے واپس چلے جاتے تھے، حتیٰ کہ
 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مکران میں خلافت کی طرف سے باقاعدہ امراء و
 عمال کا تقرر ہوا، عہد فاروقی میں مکران فتح ہوا اور جزیرہ اور خراج وغیرہ پر معاملہ طے ہوا
 مگر مقامی باشندوں نے موقع پاتے ہی خروج و بغاوت کی روش اختیار کی، نتیجہ یہ ہوا
 کہ حضرت عثمان نے اپنے دور میں یہاں کے حالات کی تحقیق کرائی، اور شدید غوجی کاروائی
 کر کے مکران سے کابل تک کا تمام سرکش علاقہ طاقت کے زور سے زیر کیا، اور مکران میں
 مستقل امراء مقرر کئے، ورنہ اس سے پہلے یہاں امراء و عمال کی تقرری نہیں ہوتی تھی
 یہ پہلا موقع تھا کہ مکران میں یکے بعد دیگرے تین عمال رکھے گئے، مگر حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں
 پھر یہاں کے لوگوں نے بد عہدی کر کے تمام معاہدات و شرائط ختم کر دیے، یا یوں کہئے کہ
 اپنی آزادی کا علم بلند کیا جس کے بعد حضرت حارث بن مرہ عبیدی نے بلاد مکران کے
 ساتھ سندھ کا شہر قندابیل اور قیقان وغیرہ کو فتح کیا، اس طرح کم از کم تین بار
 خلافت راشدہ میں شرائط و معاہدات کی خلاف ورزی پر مکران اور سندھ میں فوجی
 مہمات آئیں، تیردوسرے مقامات کے لوگوں کا یہی رویہ رہا چنانچہ بلوچستان (قنص)
 پہلی بار عہد فاروقی میں کرمان کے ضمن میں حضرت سہل بن عدی اور نسیر بن ثور عجمی
 کے ہاتھوں فتح ہوا، مگر بعد میں بد عہدی ہوئی تو عہد عثمانی میں دوبارہ بلوچستان کی طرف

توجہ کرنی پڑی اور حضرت مجاشع بن مسود سلمیٰؓ نے خراسان و سجستان کی جنگ کے سلسلے میں
 اسے بھی رام کیا، اسی طرح سجستان کی حدود میں واقع سندھ کا ایک علاقہ عہد فاروقی
 میں حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ کے ہاتھوں فتح ہوا، مگر یہاں کے باشندے عہد عثمانی
 میں اپنے وعدوں سے پھر گئے تو حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ نے سجستان کی جنگ کے ضمن میں
 اس علاقہ کو دوبارہ زیر نگین کیا، الغرض خلافت راشدہ میں مکران اور سندھ میں مسلمانوں
 کے لئے سکون و اطمینان کی صورت پیدا نہیں ہوئی اور خراسان، سجستان، کرمان وغیرہ فتح
 ہو جانے کے بعد بھی انکے حق میں ہندوستان غیر اطمینان بخش علاقہ رہا، مگر اس کے باوجود انھوں نے
 یہاں اپنی آبادیاں قائم کیں بود و باش اختیار کی، اور مکران اور قندھار میں اپنے لئے دوسرے
 بنائے جن کی حیثیت ہندوستان میں دارالامارت کی تھی، کیونکہ وہ اس یقین کے ساتھ یہاں آئے
 تھے کہ ہم کو یہاں رہنا ہے اور اس ملک کے عوام و خواص تک ایمان کی امانت پہنچانی ہے،
 اسی لئے ان حالات میں بھی مسلمانوں نے اپنے حربی کردار پر حرف نہیں آنے دیا اور ان کے
 ایفاء وعدہ اور شروط و معاہدات کے احترام کا یہ حال تھا کہ ان ہی ایام میں یعنی ۲۳
 میں حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ نے زرمگ کا علاقہ مقامی باشندوں سے چند شرائط پر فتح کیا
 جن میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ یہاں کے بنجر علاقے اور میدان چراگاہ رہیں گے اور ان
 پر مسلمان نہیں قابض ہوں گے، مسلمانوں نے اس شرط پر اس شدت سے عمل کیا کہ جب وہ
 میدان کی طرف نکلتے تھے تو ڈر ڈر کر قدم رکھتے تھے کہ کہیں چراگاہ میں ہمارا قدم نہ ٹر جائے
 اور ہم نے اہل زرمگ سے جو وعدہ کیا ہے اس کے احترام میں فرق آ جائے۔

فکان المسلمون اذا خرجوا تناذروا	مسلمان باہر نکلتے ہوئے ڈرتے تھے کہ
خشية ان يصيبوا منها	ان چراگاہوں اور میدانوں کے باغے
شيئاً فيخفروا۔	میں ہم سے وعدہ خلافی نہ ہو جائے

جس قوم نے حالت صلح و جنگ میں اپنے کردار پر حرف نہ آنے دیا ہو وہ اپنے دشمنوں سے بھی اسی کردار کی توقع رکھتی تھی مگر افسوس کہ یہاں معاملہ اس کی امید کے برخلاف ہوا اور بار بار تادیبی کارروائی کرنے پر بھی اس میں فرق نہیں آیا، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں اسی غدر اور بد عہدی کی وجہ سے اسلامی فوج کو زبردست جانی نقصان برداشت کرنا پڑا اور سرزمین قیقان میں تقریباً ڈیڑھ ہزار مجاہدین اسلام اپنے امیر کے ساتھ شہید ہو گئے ظاہر ہے کہ ان حالات میں کوئی فاتح قوم خاموش نہیں رہ سکتی، اور اپنے بڑے دشمن کو ختم کرنے کے بعد چھوٹے دشمن کی اس طرح کی جرات و جسارت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھ سکتی ہندوستان میں غزوات کے توقف کے اسباب [مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان میں جہاد کرنے کی فضیلت و بشارت سنائی تھی اور کئی صحابہ کبار یہاں کے جہاد میں شرکت کی آرزو کرتے تھے، مگر واقعہ یہ ہے کہ کئی ایرانی علاقے فتح کر لینے کے بعد بھی مسلمان براہ راست بحری فوجی مہم روانہ کرنے پر تیار نہ تھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحری مہمات کی روانگی کے حق میں نہیں تھے اور جب تک بحری بیڑے کا معقول انتظام نہ ہو مسلمانوں کی جان کو خطرات میں ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ کام نہیں ہوا تھا اس لئے وہ بحری مہم کے خلاف تھے، طبری نے سلسلہ سے پہلے حضرت عمر کے رویہ کے بارے میں تصریح کی ہے۔

وكان عمر بن الخطاب لا ياذن لاحد في
 ركوبه غزيا، بكرة التغريير
 بجند لا استئنا بالنبى صلى الله
 عليه وسلم وبابى بكر
 هذا قول عمر بن الخطاب لا ياذن لاحد في
 ركوبه غزيا، بكرة التغريير
 بجند لا استئنا بالنبى صلى الله
 عليه وسلم وبابى بكر
 هذا قول عمر بن الخطاب لا ياذن لاحد في
 ركوبه غزيا، بكرة التغريير
 بجند لا استئنا بالنبى صلى الله
 عليه وسلم وبابى بكر

چنانچہ ان ایام میں جب حضرت عثمان بن ابوالعاصی ثقفی امیر بحرین و عمان نے توجہ کی راہ

سے ہندوستان کے ساحلی مقامات پر حملہ کیا اور ستھانہ، بھڑوچ اور دیبل پر وہ اور ان کے دونوں بھائی حکم بن ابوالعاصی ثقفیؓ اور مغیرہ بن ابوالعاصی ثقفیؓ نے فوج کشی کر کے فتح حاصل کی تو حضرت عمرؓ نے اس اقدام کے خلاف اپنی شدید برہمی کا اظہار فرمایا، حضرت عثمان ثقفیؓ کو اس واقعہ کے بعد جو خط لکھا اس میں ان کے یہ الفاظ تھے،

یا اخیثقیف! حملت دوداً اے ثقفی! تم نے کٹرے کو لکڑی پر سوار کر کے
 علی عود، وانی احلف باللہ سمندر کے حوالہ کر دیا، میں خدا کی قسم کھا کر
 ان لو اصابوا لخذت انکتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کا نقصان ہوا تو
 من قومک مثلہم۔ ان کے برابر تمہاری قوم بنو ثقیف سے بدلہ

لے لوں گا،

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ہندوستان پر فوج کشی سے منع فرما دیا تھا مکران اور سندھ کے ناگفتہ بہ حالات اس کے علاوہ مکران اور سندھ وغیرہ کے علاقے ہر اعتبار سے ناگفتہ بہ حالت میں تھے، یہاں ریگستان، صحرا اور پہاڑ تھے، کھانے پینے کی شدید قلت تھی، معاشی بد حالی کے ساتھ معاشرتی بد حالی بھی کچھ کم نہ تھی، عام باشندوں کا معیار زندگی نہایت پست تھا ان کے قول و قرار کا کوئی اعتبار نہیں تھا اور دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے کے طور طریقہ سے ناواقفیت عام تھی، فوج اگر کم تعداد میں ہو تو دشمن اسے لقمہ تر بنالیں، زیادہ ہو تو کھانے پینے کی تنگی کی وجہ سے اپنی موت آپ مر جائے ان حالات میں ہندوستان میں فوجی مہم روانہ کرنا بڑا مشکل کام تھا، خلفائے راشدین نے بار بار یہاں کے حالات معلوم کئے اور آنے جانے والوں سے پتہ چلایا مگر ہر مرتبہ ایک ہی قسم کی باتیں معلوم ہوتیں چنانچہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے ابتدائی ایام میں سندھ کے شہر قندابیل کے متعلق پتہ چلایا تو بتایا گیا کہ

یا امیر المؤمنین! ماؤھا وشل و تمھا قتل اے امیر المؤمنین! وہاں کاپانی ردی بھجور
ولصھا بطل، ان کان بھا الکثیر جا عوا خراب، اور جو رہا در ہے، اگر وہاں فوج
وان کان بھا القلیل ضا عوا! زیادہ ہو تو بھجور کی رہے اور اگر کم ہو تو ضائع ہو جا

یہ حالات سننے کے بعد حضرت عمر رضی نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ یہاں فوج کشتی نہیں کرنی ہے
کیونکہ ان خطرناک حالات و مقامات میں اسلامی فوج کو روانہ کرنا اس کو ہلاکت کی دعوت
دینا ہے اور اس وقت فرمایا کہ۔

لایسألنی اللہ عن احد بعثتہ الیہا اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی ایسے شخص کے بارے
ابدأ۔ میں سوال نہ کرے جسے میں وہاں بھیجوں؛

مگر اس کے چند ہی سال کے بعد پھر حضرت عمر رضی نے ایک موقع سے ہندوستان کے حالات
معلوم کئے، یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری کو عراق کا گورنر بنا کر ان کی ماتحتی میں ربیع بن زیاد
حارثی رضی کو کرمان اور مکران پر فوج کشتی کے لئے امیر مقرر کیا اور ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ
وہ ہندوستان، مکران، کرمان اور عراق وغیرہ کے حالات کا پتہ لگائیں یہ وہ زمانہ تھا
جب کہ عثمان بن ابوالعاصی ثقفی رضی اور ان کے بھائی حکم رضی اور مغیرہ رضی نے یہاں کے تین
مقامات تیسرے بحری حملے کر کے فتح پائی تھی اور بقول صاحب چچ نامہ مغیرہ بن ابوالعاصی ثقفی رضی
دیبل میں شہید کر دئے گئے تھے، جب اس بار بھی یہاں کے نامناسب حالات معلوم
ہوئے تو حضرت عمر رضی نے ایسے اقدام سے شدت سے منع فرمایا، اس موقع پر صاحب
چچ نامہ نے لکھا ہے ”وہم در خلافت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
بعراق نامزد شدہ بود، و ربیع بن زیاد حارثی را در خیل او بہ کرمان و مکران نصب کردند،
و بجانب ابو موسیٰ اشعری از دلائل خلافہ نبوشتند کہ از حال ہند و کرمان و عراق اعلام دہ،
چون حال ابن ابی العاصی معلوم شد کہ ہند و سند را رائے پیدا آمدہ کہ تمرد و تعدی کنند

و طریقہ عصیان در دل دارد، ابو موسی اشعری آن حال را بہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ
 بتوشت و اعلام داد، اور از غزو بہند منع بلیغ فرمودند ۱
 اس کے بعد ۱۷ھ میں مشرقی مالک میں بحری ہمت کی روانگی طے ہوئی اور عام
 روایت کے مطابق ۲۳ھ میں بیک وقت سات مقامات پر براہ سمندر فوجیں روانہ
 کی گئیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی دی اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ و مکران کے
 حالات سے مطمئن نہیں تھے چنانچہ جب حضرت صحار عبدی ۷ مکران کی فتح کی بشارت اور
 غنیمت لے کر دربار خلافت میں پہونچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر ان سے بھی مکران کے بارے
 میں سوال کیا اور صحار عبدی نے وہی چچا تلا جواب دیا جو حضرت عمر اس سے پہلے قند اہیل
 کے بارے میں سن چکے تھے، بلکہ اس کے آخر میں نہایت اہم جملہ یہ بھی تھا۔

وما ورائھا لشئ منھا۔ اور اس کے پیچھے کے علاقہ کے حالات اس سے بھی برے ہیں
 جس کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستان کے ان شمالی مغربی ساحلی مقامات کے بعد
 اس کے اندرونی علاقے اور بھی خطرناک ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ روداد سن کر فرمایا کہ تم شاعری
 کر رہے ہو یا خبر دے رہے ہو؟ صحار نے کہا خبر دے رہا ہوں اس پر حضرت عمر نے فرمایا
 واللہ لا یغنی وھا جیش لی خدا کی قسم جیت تک میری اطاعت کی جائے گی
 ما اطعت۔ میری فوج وہاں جہاد نہیں کرے گی

اور مکران کی فوج کے امیر حضرت حکم بن عمرو ثعلبیؓ اور کرمان کی فوج کے امیر حضرت
 سہل بن عدیؓ کو لکھا کہ

ان لا یجوز مکران احد من جنودکما تم دونوں کی فوج کا کوئی سپاہی مکران سے
 واقتصر علی ما دونہما۔ آگے نہ بڑھنے پائے، بلکہ تم لوگ دریائے سندھ
 کے اسی پار رک ہو جاؤ۔

چنانچہ خلافت فاروقی میں مکران سے آگے پیش قدمی نہیں کی گئی، حالانکہ مکران کی فتح کے بعد اسلامی فوج کے حوصلے نہایت بلند ہو گئے تھے، اور وہ آگے بڑھنا چاہتے تھے مگر خلافت کی ممانعت سے مجبور تھے، چنانچہ فتح مکران کے بعد امیر لشکر حضرت حکم بن عمرو ثعلبیؓ نے جو اشعار کہے تھے ان میں ایک شعر یہ بھی تھا

فلولا ما نهى عنه اميرى قطعنا الى البلاد السواحى

اگر میرے امیر و خلیفہ نے پیش قدمی سے روکا نہ ہوتا تو ہم مکران کے آگے سندھ میں بھیروا کے بت خانے تک پہنچ جاتے۔
۲۳ھ سے ۲۴ھ تک کا جائزہ ۲۳ھ میں مکران فتح ہوا، اور اسی سال کے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی، اور محرم ۲۴ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران سندھ و مکران کے حالات پھر خراب ہو گئے اور حضرت عثمان کو از سر نو یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کرنی پڑیں تاکہ اسی کی روشنی میں آگے قدم اٹھایا جائے، چنانچہ خلافت عثمانی کی ابتداء میں حضرت حکیم بن جبلة عبدی نے مکران آکر یہاں سے بہر طرح کی معلومات حاصل کیں اور حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہنچ کر کہا کہ

يا امير المؤمنين! قد علمتھا اے امیر المومنین! میں نے تغر ہند کے بارے
و تنقرتھا۔ میں پوری معلومات بہم پہنچائی ہیں۔

پھر وہی تمام صحیح کلمات دہرائے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے یہاں بارے میں مشہور تھے، حضرت عثمان نے بھی مصلحت یہی سمجھی کہ فی الحال وہاں فوجی مہم نہ بھیجی جائے، چنانچہ اس وقت کوئی کاروائی نہیں کی گئی۔
۲۹ھ میں سندھ و مکران ہجستان اور خراسان کی سرکشی اور بغاوت کے خلاف حضرت عثمان نے نہایت منظم اور کامیاب فوج کشی کرائی، عمیر بن عثمان بن سعد نے خراسان سے شمال میں فرغانہ تک

کا علاقہ فتح کیا، عبداللہ بن عمر پیشی نے سجنان سے کابل تک کو رام کیا، عبداللہ بن عمر تیمی نے مکران سے دریائے سندھ تک کے علاقہ پر قبضہ کیا، اس کے بعد حضرت عثمان نے مشرقی ممالک کے حربی اور انتظامی معاملات میں مناسب تبدیلی کر کے ہر علاقہ پر امیر و حاکم مقرر کیا، اور بوقت ضرورت ان مقامات کے امرار و عمال میں تغیر و تبدل فرمایا، اس سلسلہ میں فتح مکران ۲۹ھ سے شہادت ۳۵ھ تک پانچ چھ سالہ مدت میں مکران میں تین عمال مقرر کئے، پہلے امیر عبید اللہ بن معمر تیمی فاتح مکران تھے، دوسرے امیر عمر بن عثمان بن سعد ہوئے حضرت عثمان نے ان کو خراسان سے ہٹا کر مکران میں مقرر کیا اور عبداللہ بن معمر تیمی کو یہاں سے ہٹا کر فارس کا امیر بنایا اور تیسرے امیر سعید بن کندرقیشری تھے جو حضرت عثمان کی شہادت کے وقت مکران کی امارت پر موجود تھے، اس طرح ۲۹ھ سے ۳۵ھ تک یہ علاقہ باقاعدہ خلافت راشدہ کی ماتحتی میں رہا اور امرار و عمال یہاں کام کرتے رہے، اسی لئے امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں افریقہ اور خراسان کی طرح سندھ کے بعض علاقوں کو فتوحات عثمان میں شمار کیا ہے۔ حضرت عثمان کی شہادت اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بعد پھر سندھ و مکران کے حالات ابتر ہو گئے، مرکز میں باہمی مشاجرات کی وجہ سے ان علاقوں میں خود سری اور سرکشی کی ہوا چل پڑی اور مکران میں پھر بغاوت ہو گئی اس لئے بقول خلیفہ بن خلیفہ ۳۶ھ میں یا بقول بلاذری ۳۷ھ کے آخر یا ۳۸ھ کی ابتدا میں ہزرت حارث بن مرہ عبدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اجازت سے فداویوں کی بھاری تعداد لے کر مکران کا رخ کیا اور جنوب میں بلاد قنداہیل جبال اور قیقان تک فتوحات حاصل کر کے تین چار سال کے ابتر حالات کو تیزی سے درست کر لیا۔ جس وقت اسلامی فوج بڑھ بڑھ کر بغاوت کو فرو کر رہی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت (رمضان سنہ ۴۰ھ) ہو گئی اور اس کی خبر سن کر مجاہدین اپنے مرکز مکران واپس آ گئے۔ ان تفصیلات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کا معاملہ اس دور میں

مسلمانوں کے حق میں کس قدر پیچیدہ اور کٹھن تھا، ایک طرف یہاں کے راجے مہاراجے پورے طور سے شاہان ایران کی مدد میں مسلمانوں سے نبرد آرماتھے۔ دوسری طرف یہاں اطراف و احوال کی ناگواری اس درجہ تھی کہ ادھر کارخ کرنا گویا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا تھا، آب و ہوا کی ناموافقیت، اشیاء خور و نوش کی قلت، عوام کی نامناسب افتاد طبع، اور استوں کی مشکلات، یہ تمام چیزیں کسی منظم اقدام کے حق میں نہیں تھیں، مگر چونکہ مسلمانوں کا مقصد ملک گیری، جہایت اموال اور حکمرانی نہیں تھا بلکہ دین و ایمان کی تبلیغ و اشاعت اور اسلام کی امانت دنیا میں پہنچانی تھی، اس لئے انہوں نے اس دور دراز، دشوار گزار اور زندگی کی عام قدروں سے محروم ملک کو اپنے اقدامی نقشہ میں رکھا، ورنہ یہاں کے ناگفتہ حالات سے ان کو بھی معلوم تھا کہ اس میں کوئی امدادی فائدہ نہیں ہے بلکہ ملکیت و بادشاہت کے اعتبار اپنا ہی نقصان ہے اور اس ملک سے کچھ لینے کے بجائے اسے کچھ دینا ہی پڑے گا، مسلمانوں کے لئے یہ شکل بہت آسان اور نفع بخش تھی کہ ایران کی قدیم شہنشاہیت پر قبضہ کر ہندوستان کے راجوں مہاراجوں سے قدیم اصول پر معاملہ طے کر لیتے، اور ان کی مدد سے وسط ایشیا میں اپنا اقتدار قائم رکھتے، اگر ان میں ملک گیری اور مال و زر کی ہوس کام کرتی تو وہ نہایت آرام و عافیت کے ساتھ صلح و مصالحت اور عہد و پیمان کر کے یہاں سے فائدہ اٹھاتے رہتے، مگر چونکہ مسلمانوں کو توحید و رسالت کا کام کرنا تھا اس لیے انہوں نے یہاں کی ہر طرح کی ناگواری اور دشواری کو برداشت کر کے اپنا کام کیا، خود عرب میں بھی فتنہ ارتداد کے زمانہ میں مسلمانوں نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر مدتوں سے صلح و مصالحت کر کے امن و عافیت کو پسند نہیں کیا، بلکہ حق اسلام ان سے جہاد کیا، اور تن آسانی و سہل پسندی کے بجائے عزیمت و استقامت سے کام لیا۔

خلافت راشدہ کی ہندوستان میں فتوحات کی تعداد جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے مکران اور سندھ کی فتوحات درحقیقت خراسان و سجستان اور کرمان وغیرہ کی فتوحات کا تتمہ و مکملہ تھیں اور ان کا

شمار مشرقی ممالک کی فتوحات میں ہونا تھا اس کے باوجود مکران اور قندابیل و قیقان وغیرہ کو
تغر ہند و سندھ میں شمار کر کے ان کو ایک جدا ملک مانا جاتا تھا۔ اور خلافت راشدہ ہی میں
مکران اور سندھ کو ہندوستان کا علاقہ قرار دے کر یہاں کے عربی اور انتظامی امور و معاملات
کو خراسان و سجستان سے علیحدہ کیا گیا، اور یہاں مستقل امر و اعمال رکھے گئے ان حالات میں
یہاں کی فتوحات کو جنوبی مشرقی ممالک کی فتوحات سے الگ کرنا ایک گونہ مشکل ہے، اور
تحقیق کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دور خلافت میں یہاں کی فتوحات کی تعداد کیا ہے اور
فتوحات و امارت میں یہاں کون کون حضرات تشریف لائے، البتہ اس زمانہ کی تقسیم کو ملحوظ
رکھ کر مکران اور سندھ کے حدود اور ان کی فتوحات کو الگ کیا جاسکتا ہے۔

یوں تو کابل تک تمام علاقہ قدیم زمانہ میں قدیم ہندوستان میں شامل تھا مگر ذہنی
اور سرکاری طور سے مکران کے بعد جنوب میں سندھ اور ہندوستان (بشمولیت ہندوستان)
کا ملک مانا جاتا تھا اور اس زمانہ کے کرمان، بامیان، قفیس اور سجستان کے جنوبی علاقے مکران
اور سندھ میں داخل تھے، چنانچہ آج بھی پورا قفیس (بلوچستان) پاکستان میں شامل ہے،
اس لئے ان شمالی ممالک کے جنوب میں جو فتوحات مکران و سندھ کے حدود میں ہوئی ہیں ہم
ان کو بھی یہاں کی فتوحات میں شمار کرتے ہیں، اور اس طرح سے خلافت راشدہ
میں تقریباً پندرہ فتوحات ہوئی ہیں،

عہد فاروقی میں (۱) تھانہ (۲) بھڑوچ (۳) دیبل (۴) مکران کی پہلی فتح (۵) مکران کی
دوسری فتح (۶) بلوچستان (۷) سجستان سے متصل علاقہ سندھ کی فتوحات،
عہد عثمانی میں (۸) مکران (۹) بلوچستان (۱۰) سجستان کے متصل سندھ کے علاقہ اور کی فتوحات
(۱۱) فہرج کی فتح (۱۲) قندابیل کی پہلی فتح۔

عہد علوی میں (۱۳) مکران (۱۴) قندابیل (۱۵) قیقان کی فتوحات، ان میں عہد فاروقی
کی پہلی تین فتوحات مطوعانہ و فداًئیانہ تھیں اور ابراہان میں جہاد کرنے والی فوجوں کے

بعض دستوں نے اپنے طور پر اور اپنی صوابدید سے ان میں حصہ لیا تھا، باقی وس فتوحات
 سرکاری تھیں اور ان کے بارے میں خلافت سے باقاعدہ اجازت دی گئی تھی البتہ آخر کی
 تین فتوحات کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صرف مرضی اور اجازت کافی سمجھی گئی اور
 ان کی حیثیت بھی سرکاری رہی۔

(۴)

غزوات و فتوحات

قدیم زمانہ سے ملک عرب کا شمالی مشرقی حصہ اور پورا مشرق یوں شاہان فارس کے اثر و نفوذ کے ماتحت تھا کہ عراق، بحرین، قطیف، دارین، ہجر سے لے کر یمن کا پورا علاقہ شاہان فارس کی ماتحتی میں ملوک عرب یا ابنائے فارس کے قبضہ میں تھا، عراق کے سامنے فارس میں قادیسیہ مدائن اور جلولاء وغیرہ ایران کے مشہور فوجی اور مرکزی مقامات واقع تھے جو عربوں کی بالکل زد پرست تھے، مگر چونکہ وہ ایرانی شہنشاہیت کے رعب و داب اور اثر و اقتدار سے ایک گونہ مرعوب رہتے تھے اس لئے انھوں نے اپنی سرحدوں سے متصل ایرانی علاقوں پر کبھی نظر نہیں ڈالی۔

مشرقی ممالک سے چھیڑ چھاڑ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کے تمام علاقے جن میں مشرقی عرب کے کسی ایرانی مقبوضات بھی شامل تھے فتح ہو گئے تھے، البتہ عراق اور شام میں فارس و روم کے علاقے اس میں شامل نہیں تھے، آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شامی علاقوں پر توجہ فرمائی اور جنگ یرموک کے بعد جیش اسامہ کی تیاری کی مگر آپ کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ در ربیع الاول ۱۱ھ تاجمادی الاخری ۱۱ھ (خلیفہ ہونے خلافت صدیقی میں ارتداد کا خطرناک فتنہ اٹھا اور اس میں اکثر عرب علاقے خصوصاً مشرقی علاقے اسلام سے برگشتہ ہو گئے جس کو فرو کرنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑی ہمت و جرات سے کام لیا خلافت صدیقی کا بیشتر زمانہ اسی فتنہ کے استیصال میں گزرا، البتہ آخر میں جب اس طرف سے اطمینان ہوا تو عراق و شام کی طرف توجہ ہوئی، اس دوران میں مسلمانوں کو وہ پیشین گوئیاں اور بشارتیں بار بار یاد آتی رہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجم کی فتوحات اور کسریٰ کی ہلاکت

کی خبر دی تھی، اور خود ایرانی شہنشاہ بیت ان نشانیوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہو رہی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد سے مختلف صورتوں میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی تھیں، حتیٰ کہ اسی مرغوبیت اور خوف کی وجہ سے کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو چاک کر دیا، اور آپ نے فرمایا کہ اس کسریٰ کی ہلاکت کے بعد دوسرا کسریٰ ایران میں نہیں ہو سکے گا چنانچہ عہد صدیقی میں فارس کی قدیم شہنشاہیت کا زوال شروع ہو گیا اور اکیس سال کی عمر میں ہندو دیران کی قسمت کا مالک بنا، یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، حضرت ثنی بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ نے فارس کی شہنشاہیت میں اتبری اور مسلمانوں میں فتنہ ارتداد کے استیصال کے بعد تازگی دیکھ کر ایک جماعت تیار کی اور عرب سے متصل ایرانی سرحدوں پر چھڑ چھاڑ شروع کر دی، حضرت ثنی بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ کی سمت سے اور حضرت سوید بن قطبہ عجمی رضی اللہ عنہما ابلہ کی طرف سے اپنے اپنے آدمیوں کو لے کر ایرانی شہروں پر چھا پہ مارتے، اور عرب کے صحراؤں میں چلے جاتے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قتال مرتدین کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایران کی مہم پر روانہ کیا اور ثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ اپنی جماعت کے ساتھ ان کی فوج میں شامل ہو جائیں۔ لے

الغرض عہد صدیقی کے آخر میں فارس سے باقاعدہ نبرد آزمانی شروع ہو گئی، اور جب عہد فاروقی میں فارس کا علاقہ فتح ہوا تو اسی سلسلے میں مکران اور سندھ میں فتوحات کی باری آئی،

عہد صدیقی میں فتح مکران کی | عہد صدیقی میں نہ فارس کا کوئی علاقہ فتح ہوا اور نہ ہی روایت اور اس پر تنقید | مکران یا ہندوستان کے علاقہ میں مجاہدین اسلام آئے

بلکہ ان دونوں مقامات میں عہد فاروقی میں فتوحات ہوئی ہیں، علامہ ابن اثیر نے حضرت صعب بن جثامہ ثنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں تصریح کی ہے۔

واین فتح فارس من خلافة ابی بکر فارس کی فتح کو خلافت صدیقی سے کیا تعلق؟
 فتحت فارس ایام عمر بن الخطاب فارس تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں
 رضی اللہ عنہ فتح ہوا ہے۔

مگر معلوم نہیں کیسے یعقوبی نے اپنی تاریخ میں سنہ دار واقعات لکھنے کے التزام کے
 باوجود مکران اور اس کے حدود کے فتح ہونے کی روایت عہد صدیقی میں درج کی ہے، اور
 لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن ابوالعاصی رضی اللہ عنہ کو مکران کے علاقہ میں بھیجا اور
 انھوں نے وہاں فتوحات حاصل کیں چنانچہ عہد صدیقی کی فتوحات میں تصریح کی ہے۔

و بعث ابوبکر عثمان بن	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن ابوالعاصی کو جہاد
ابی العاص و ندب معه	پر روانہ کیا اور ان کے ساتھ بنو عبد القیس
عبد القیس، فساد فی جیش	تھے چنانچہ انھوں نے ایران کے مقام توج
الی توج فافتحها و سبى	پر فوج کشی کر کے اسے فتح کیا اور وہاں کے
اهلها، و افتتح مکران	باشندوں کو قیدی بنایا اور مکران اور اس
و ما دلیہا۔	کے اطراف کو بھی فتح کیا۔

حالانکہ یہ واقعہ عہد فاروقی کا ہے جیسا کہ تمام مورخوں نے تصریح کی ہے کہ ۱۵ھ میں
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن ابوالعاصی رضی اللہ عنہ کو طائف کی امارت سے منتقل کر کے بحرین و عمان کا
 امیر بنایا اور انھوں نے اپنے بھائی حکم بن ابوالعاصی رضی اللہ عنہ کو بلا کر مقامی حالات درست کیے پھر
 ایران کے مرکزی شہر توج پر قبضہ کر کے وہاں مسلمانوں کا پہلا مرکز بنایا اس کے بعد
 عثمان، حکم اور مخیرہ تینوں بھائیوں نے سھانہ بھڑوچ اور دیبل پر حملہ کر کے فتوحات حاصل
 کیں مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ یعقوبی نے عہد فاروقی میں عثمان بن ابوالعاصی کی فتح
 مکران کا تذکرہ نہیں کیا ہے، اس لئے یہ عبارت عہد صدیقی کے بجائے عہد فاروقی میں

ہونی چاہیے اور اس میں "ابو بکر" کے بجائے "عمر بن خطاب" ہوتا چاہیے، یعقوبی سے ایسی غلطی کا سرزد ہونا سمجھ میں نہیں آتا، ہو سکتا ہے کہ بعد کے کسی نسخہ میں یہ واقعہ عہد فاروقی سے پہلے عہد صدیقی میں درج ہو گیا ہو، اور "عمر بن خطاب" کے بجائے "ابو بکر" لکھ گیا ہو، تاریخ یعقوبی کے یورپ اور بیروت کے مطبوعہ نسخوں میں یہ واقعہ اسی طرح درج ہے جو خلاف واقعہ ہے۔
فتنہ ارتداد میں عرب کے ہندوستانیوں کی شرکت | عہد صدیقی میں ہندوستان میں نہ غزوہ ہوا اور نہ ہی فتح حاصل ہوئی، البتہ عرب میں ہندوستان کے لوگوں سے جنگ ہوئی اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں نے فتح پائی، اس کی صورت یہ ہوئی کہ عراق سے لے کر مشرقی عرب کے ساحلی علاقوں میں ہندوستان کے جاٹوں اور سیاحیہ کی بڑی تعداد رہتی تھی اور جب وہاں پر ارتداد کی وبا پھوٹی تو انھوں نے مرتدوں کے ساتھ ہو کر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا، اور ان کو آدمی اور سامان جنگ دیئے، مگر مرتدوں کی طرح ان کو بھی شکست فاش ہوئی اور وہ بھی اپنے ملک ہندوستان کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوئے، تاریخ طبری میں ہے۔

لہامات النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے
الحطیم بن ضبیعة اخو بنی قلیس بن ثعلبة بعد بنی قلیس بن ثعلبة کے ایک شخص حطیم بن ضبیعة
فی من تبعہ من بکر بن وائل علی الردۃ، نے بنو بکر بن وائل اور اب تک کافر رہنے
ومن تاشب الیہ من غیر المرتدین والوں کی جماعت کو لے کر ارتداد پر بکر باندھی
ممن لہززل کافراً، حتی نزل لقطیف اور اپنے ساتھیوں لے کر قطیف اور بحر میں آیا
وہجر، واستغوی الخط، ومن بہا اور مقام خط میں جو جاٹ اور سیاحیہ آباد
من الزط والسیاحیۃ لہ تھے ان کو گمراہ کیا،

حضرت ابو بکر نے حطیم بن ضبیعة اور دوسرے مرتدین سے قتال کے لئے حضرت علامہ ابن جفری رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت فوج روانہ کی اور انھوں نے ان کو شکست دی، اس کے بعد ان

لہ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۵۵ دص ۲۵۶، وکامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۱

کا ایک بہت بڑا گروہ دارین کی بندرگاہ پر آیا اور کشتیوں پر سوار ہو کر اپنے اپنے وطن کی طرف بھاگا اسی کے ساتھ ہریمت خوردہ کفار و مشرکین بھی اپنی قوم اور اپنے وطن کی طرف چلے گئے۔ ان میں ہندوستان کے جاٹ اور سیاح بھی تھے جو اب تک غیر ملکی ہونے کی وجہ سے مجوسیوں کی طرح اپنے قدیم مذہب پر قائم تھے اور مسلمانوں نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا، اس زمانہ میں عرب کے مشرقی ساحل پر دارین ہندوستانی مال کی بہت بڑی منڈی تھی اور بڑی تعداد اور بھاری مقدار میں ہندوستان کے لوگ اور سامان تجارت رہا کرتے تھے، اور تجارتی کشتیوں کے ذریعہ عرب و ہند کے درمیان آمد و رفت جاری تھی۔ اس فتنہ میں مرتدوں نے ہندوستانیوں سے آلات جنگ بھی حاصل کیے اور ان کو اسلامی فوج کے مقابلہ میں استعمال کیا، خاص طور سے اہل سیامہ نے یہاں کے لوگوں سے ہندی تلواریں لیں، جب اہل سیامہ کو معلوم ہوا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی فوج لے کر آ رہے ہیں تو انھوں نے مقابلہ کی پوری تیاری کی، حضرت خالد کو دور ہی سے بستی کے باہر تلواروں کی چمک نظر آئی اور انھوں نے اپنی فوج سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی طرف سے تم لوگوں کو مطمئن کر دیا ہے، کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ ان کی تلواریں آپس ہی میں چل رہی ہیں، میرا خیال ہے کہ ان میں اختلاف ہو گیا ہے، اور وہ آپس میں لڑ پڑ رہے ہیں، ان باتوں کو سن کر حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد سے کہا۔

کَلَّا، وَلَكِنَّا لَهِنٌ وَانِيَةٌ، خَشَوُا
تَحَطُّمَهَا فَاَبْرَزُوا لِّلشَّمْسِ لَتَلِينِ
مَتَوَعَّاهُ
اس نے ان کو دھوپ میں ڈال کر زہرہ تیز کر رہے ہیں
نہیں نہیں یہ ہندی تلواریں ہیں، ان کو
ڈر تھا کہ زنگ کی وجہ سے ٹوٹ جائیں گی

عرب میں زمانہ قدیم سے ہندی تلواریں اپنی برش و جوہریت میں مشہور تھیں اور مختلف ناموں سے یاد کی جاتی تھیں جیسے ہندی، ہند اور ہندوانی، زہیر بن ابی سلمیٰ نے کہا ہے

کا لہند وانی لا یُخزیک مشہدہ ۵ وسط السیوف اذا ما تضرب الیہم
 جب اسلحہ بندہ جوانوں سے جنگ کی باری آئے تو تلواروں کے درمیان ہندی تلوار تم کو سزا نہیں ہونے دیگی
 عرب اور ہندوستان میں اس کے اثرات و نتائج [عرب کے یہ جاٹ اور سیلابجہ قدیم زمانہ سے
 امن و عافیت کی زندگی بسر کرتے تھے، اور تمام عرب پر اسلامی اقتدار و قبضہ کے باوجود مسلمانوں
 نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا، بلکہ غیر عرب ہونے کی وجہ سے وہ اپنے قدیم مذہب اور رسم و رواج
 پر قائم رہے، مگر انھوں نے اسلام کے خلاف پہلے قتنہ میں جس کی حیثیت خانگی اور قومی قضیہ
 کی تھی دشمنوں کا ساتھ دیا، مسلمانوں کے حسن سلوک کا یہ کچھ اچھا بدلہ نہیں تھا، اس کے نتیجہ
 میں ان کو غرب چھوڑ کر ہندوستان آنا پڑا، مگر اس صورت حال کا ایک اچھا رخ یہ نکل آیا کہ انھوں
 نے یہاں آکر مسلمانوں کے عقائد و اعمال اور بہادر و جانا بازی کا تذکرہ کیا اور یہاں کے
 باشندے اپنے آدمیوں کے ذریعہ اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے کمر دار سے مزید واقف
 ہوئے اور مخالفانہ انداز بیان میں بھی اہل نظر کو کچھ اہم باتیں معلوم ہو گئیں، اور جس مقصد کے
 لئے عہد رسالت میں سرندیپ سے ایک مذہبی وفد مدینہ منورہ بھیجا گیا تھا، اس کی واپسی سے
 پہلے ہی اس کی بعض باتیں معلوم ہو گئیں، جن سے یہاں کے سنجیدہ اور مذہبی طبقہ نے اچھا اثر لیا
 نیز حدود عراق میں رہنے والے جاٹ اور سیلابجہ نے ہجر اور خط وغیرہ کے جاٹ اور سیلابجہ کے اس
 اقدام اور اس کے انجام سے یہ اثر لیا کہ اس واقعہ کے تین چار سال کے بعد عہد فاروقی میں وہ سب
 کے سب برہمن اور غبت اسلام میں داخل ہو گئے اور سترہھ میں ایرانی فوج کے اسادرہ
 کو دیکھ کر انھوں نے بھی اسلام اور اسلامی معاشرہ میں عزت و احترام کا مقام حاصل کر لیا۔
 عہد صدیقی میں عرب کے ان ہندوستانیوں کے طرز عمل کا اثر طبعی طور سے مسلمانوں
 کے دل پر پڑا ہو گا اور عجب کیا ہے کہ انھوں نے اس معاندانہ اقدام کو شدت سے محسوس
 کر کے اپنے فاتحانہ عزائم کے سامنے ہندوستان کو بھی رکھ لیا ہو جس کے نتیجہ میں چند ہی
 سال کے بعد عہد فاروقی میں اسلامی فوج کے چند دستوں نے تھانہ، بھڑوچ اور دیبل

پر حملہ کر کے ان سے انتقام لیا ہو، عہد فاروقی میں مکران کے باقاعدہ حملے سے پہلے ان تینوں مقامات پر عربوں کے حملہ آور ہونے کی وجہ غالباً یہی تھی، ورنہ طاہریہ ہے کہ ان کو اندرون ہند ان ساحلی علاقوں کے دور دراز سفر کرنے کے بجائے، ایرانی حدود سے متصل مکران و سندھ کی طرف رخ کرنا چاہیے تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قتال مرتدین میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے والے جاٹ اور سیاحانہ ہی علاقوں سے تھے اور شکست کے بعد تھانہ، بھڑوچ اور دیبل چلے آئے تھے۔

ایران کی ابتدائی فتوحات میں | ہندوستان پر ان غیر منظم اور ابتدائی غزوات و فتوحات ہندوستان کی فتوحات کے امکانات | کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت (جمادی الاخریٰ ۱۳ھ تا ذوالحجہ ۲۳ھ) کے ابتدائی دور ہی میں فارسی کی ہمت تیز کر دی گئیں، عہد صدیقی سے حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ اور حضرت سوید بن قطیبہ عملی رضی اللہ عنہ اپنی اپنی جماعت لے کر حیرہ اور ابلہ کے سامنے ایرانی علاقوں میں چھڑ چھاڑ کرتے تھے، اسی درمیان میں بحرین کے حاکم حضرت عمار بن حفری رضی اللہ عنہ اپنی امارت کے آخری ایام میں ۲۴ھ حضرت ہرثمہ ابن عوف بن عوفی ازرقی کو بلا دایران کی مہم پر روانہ کیا اور ہرثمہ نے ایک خبریرہ فتح کیا، اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی ۲۵ھ کے آخر یا ۲۶ھ کے شروع میں سوق ابواز کو فتح کیا ان ایام میں ۲۶ھ حضرت ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ میں فتح بمین پائی، اور باب مملکت الفرس، مسلمانوں کے سامنے کھل گیا، نیز جرد کی تخت نشینی اور ایران کی اندرونی ابتری کے بارے میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دے کر ایران پر فوج کشی کا مشورہ دیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محض یہ سب سے مشورہ کر کے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امارت میں مہم روانہ کی تھی اسی اثناء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن حفری رضی اللہ عنہ کو بحرین سے علیحدہ کر کے حضرت عثمان بن ابوالعاصی ثقفی رضی اللہ عنہ کو طائف سے بلا کر بحرین و عمان کی

امارت پر روانہ کیا، انہوں نے اپنے بھائی حکم بن ابی العاصی ثقفی کو بھی بلالیا اور سال
دو سال میں دونوں بھائیوں نے بحرین و عمان کے حالات درست کر لیے، حضرت
علامہ رضی کی زندگی قتال مرتدین اور ایرانیوں کی چھیڑ چھاڑ میں گزری تھی، بحرین کی امارت
سے علیحدگی کے بعد ایرانی علاقوں کی فتوحات خصوصاً قادسیہ کی فتح نے حضرت علامہ کے
مجاہدانہ حوصلہ کے لئے ہمیشہ کا کام کیا اور ۳۰ھ میں حضرت عمر رضی کی مرضی و مشورہ اور
اجازت کے بغیر اہل بحرین کو جہاد پر آمادہ کر کے حضرت جابر بن معطلی، حضرت سوار بن ہمام
عبدی، اور حضرت خلید بن منذر سادی رضی اللہ عنہم کی قیادت میں بحرین کے راستہ سے
ایران میں فوجی مہمات روانہ کیں اور خود اس فوج کے امیر بنے، مقام اصطخر میں ایرانی فوجوں
سے پہلی ٹکڑ بھڑ ہوئی جس میں ایرانی فوجوں نے اسلامی فوج کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور
مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا، جب حضرت عمر رضی کو اس سانحہ کی خبر
ملی تو آپ نے ان کی مدد کے لئے بصرہ سے تازہ دم فوج روانہ کرانی اور مسلمانوں کو فتح حاصل
ہوئی، یہ پہلا موقع تھا جیکہ اسلامی فوج بھاری تعداد میں بحری راستہ سے ایران میں داخل
ہوئی اور اسے نقصان اٹھانا پڑا، حالانکہ اس سے پہلے قادسیہ اور سوق ابوآرد وغیرہ میں مسلمانوں کو کھلی
ہوئی کامیابی ہوئی تھی، اس حادثہ کے بعد ایران پر باقاعدہ سرکاری سطح پر بحری حملے کئے گئے
میں غور کیا گیا، اس سے پہلے حضرت عمر رضی کے حق میں نہیں تھے اور اسلامی فوج کا ان حالات
سے دوچار ہونا پسند نہیں کرتے تھے، جن کا سامنا حضرت علامہ اور ان کی بحری فوج کو اصطخر
میں کرنا پڑا، مگر اب اس پر غور ہوا اور بعض حالات کی بنا پر ۳۳ھ میں بیک وقت ایران کے
سات مقامات پر بحری فوج کشی کی گئی جن میں مکران بھی شامل تھا۔

مگر اس درمیان میں بعض ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے مسلمانوں کو ہندوستان
سے خصوصی دلچسپی پیدا ہو گئی اور ان کے فاتحانہ عزائم اس کی سمت اڑنے کے لئے پرتو لے گئے،
بلکہ یہاں کے کئی مقامات پر انہوں نے حملہ بھی کر دیا، خلافت فاروقی کے دوسرے سال ۳۴ھ

میں مسلمانوں نے عراق کے ایرانی مرکز ابلہ کو فتح کر کے اسی کے قریب بصرہ کے نام سے اپنی فوجی چھاؤنی قائم کی، اور بلاد فارس کے سامنے اپنی حربی طاقت کا مستحکم قلعہ تیار کر لیا جو اس سے قبل چین، فارس اور ہندوستان کے تجارتی جہازوں کی بہت بڑی بندرگاہ تھا اور ان ممالک کے لوگ اور سامان تجارت یہاں آتے جاتے تھے، اسی لئے ابلہ کو بلخ الہند اور فرج ارض الہند کے نام سے یاد کرتے تھے، چنانچہ اسی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قدیم فوجی اور مرکزی شہر قندابیل کے بارے میں معلومات حاصل کر کے یہاں پر فوج کشی کے امکانات پر غور فرمایا مگر یہاں کے نامناسب حالات کی بنا پر اس طرف فی الحال توجہ نہیں کی گئی۔

نیز اسی دوران میں ہندوستان اور ہندوستانیوں کے بارے میں مسلمانوں کے سوچنے اور سمجھنے کے لئے ایک نئی راہ کھل گئی، ۶۷ھ میں ایران کے شہر سوس کے محاصرہ کے وقت ایرانی فوج کے بہت سے اسوار یعنی شہسوار سیاہ اسوار می کی قیادت میں مسلمان ہو کر عجم کی اسلامی فوج کے ساتھ مل گئے اس کے بعد عراق اور دوسرے علاقوں کے ہندوستانی جاٹ اور سیاہجہ بھی اجتماعی طور سے برضار و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور اس دورہ کی طرح انھوں نے بھی اسلامی فوج میں شامل ہو کر اپنی بہترین خدمات پیش کیں، اور کہنا چاہیے کہ عہد صدیقی میں جاٹوں اور سیاہجہ کے غلط اقدام کی وجہ سے عرب کے ہندوستانیوں کی حیثیت کو جو زہر پہونچی تھی عہد فاروقی میں انھوں نے مسلمان ہو کر اس کا تدارک کر دیا، ان لوگوں کے مسلمان ہونے اور اپنے کو فوجی خدمت کے لئے پیش کرنے کی وجہ سے یقیناً مسلمانوں کو ہندوستان میں جہاد کے لیے مزید امکانات نظر آئے ہوں گے، اور ان کو مسلم ہندوستانی مجاہدین نے بھی ان میں زور پیدا کیا ہو گا، ۷۷ھ

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶، فتوح البلدان ص ۳۳، الاخبار الطوال ص ۱۱۷ عیون الاخبار

ج ۲ ص ۱۹۹ ۲۔ فتوح البلدان ص ۳۶۶ و ص ۳۶۸

ایران کے ہندوستانیوں پر فتح و غلبہ | ہندوستان کے جاٹ بڑے جنگ جو اور جنگ باز
تھے اور ایران کے مختلف علاقوں میں ان کی بڑی بڑی بستیاں تھیں۔ یہ لوگ ایرانی
فوج میں بھی تھے، ایران کے بعض علاقے جاٹوں کی کثرت اور قدیم آبادی کی وجہ سے
ان کے نام پر مشہور تھے، ابن خرداد بہ نے لکھا ہے کہ فارس میں حومتہ الرطہ اور خابریان
و دنام کا ایک علاقہ تھا اور اس کے دو حلقے دو دریاؤں کے کنارے پر واقع تھے، یہ
مقام ابواز سے سترہ فرسخ دوری پر تھا۔

سلسلہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ابواز میں جہاد کیا تو یہاں کے جاٹوں
سے سخت جنگ ہوئی، شولیس عدوی کا بیان ہے کہ سلسلہ میں ابو موسیٰ اشعری نے
ابواز میں جنگ کی، اور جب ہم لوگ وہاں پہنچے تو وہاں کے اساورہ اور جاٹوں
دڑھلے نے ہم سے مقابلہ کیا اور ہم نے ان سے سخت جنگ کے بعد فتح پائی اور بہت سے
اساورہ اور جاٹ کو گرفتار کر کے اسلامی لشکر میں تقسیم کیا۔ حضرت ابو موسیٰ کے
ہاتھ پر ایرانی اساورہ اور ہندوستانی سیاحہ اور جاٹوں کے مسلمان ہو جانے کے بعد
ایران کے ان جاٹوں کی شکست اور غلامی یقیناً مسلمانوں کے ارادوں میں طاقت کا باعث
بنی ہوگی۔ نیز سلسلہ میں ایک اور اہم واقعہ ظاہر ہوا جس کی وجہ سے مسلمانوں کی
نظر خاص طور سے ہندوستان کی طرف اٹھنے لگی، اور انھوں نے یہاں پر جہاد کا ارادہ
کیا، صورت یہ ہوئی کہ سلسلہ میں جب حضرت علامہ بن حزمی نے اصطخر پر حملہ کیا اور
اسلامی فوج ایرانیوں کے زرخے میں گھر گئی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاری تعداد
میں فوج بھیج کر نہ صرف اسلامی فوج کو بچایا بلکہ اسلامی فوج نے ایرانی فوج کے افسر ہزاران
کو بھی اپنی زد میں لے کر زخمی کر دیا، اس واقعہ سے ایرانیوں میں مسلمانوں کے خلاف شدید
جوش و خروش پیدا ہو گیا اور انھوں نے شمال میں باب الاواب سے لے کر جنوب میں سندھ

لے المسالک والممالک ص ۳۴۷ و ص ۳۴۸ و ص ۳۴۹ فتوح البلدان ص ۳۷۰

خلافت راشدہ اور ہندوستان

تک کے تمام بادشاہوں اور راجوں کو اپنی مدد کے لئے پکارا اور ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے باب الا بواب، خراسان، حلوان اور سندھ وغیرہ کے تمام حکمران اور ان کے نمایندے جنگی آدمیوں اور سامان کے ساتھ جنگ نہادند (مسئلہ) میں پہنچے اور اسلامی فوج سے مقابلہ کیا، اس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے بھی اسی سال بحری ہمت کی روانگی اور بیک وقت فارس کے سات مرکزی مقامات پر فوج کشی کا انتظام کیا جس میں ہندوستان کے ان راجوں مہاراجوں کے خلاف تادیبی کاروائی بھی شامل تھی جنہوں نے ان کے مقابلہ میں ان کے دشمنوں کا ساتھ دیا تھا اور جنگ نہادند میں ایرانیوں کی طرف سے حصہ لیا تھا ان تمام واقعات کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، یہاں واقعات کے تسلسل کے خیال سے مختصر طور پر ان کا بیان کر دیا گیا ہے،

تھانہ، بھڑوچ اور دیبل کی فتوحات | ہندوستانیوں کی طرف سے عہد صدیقی میں مرتدین کی طرفدار سی اور عہد فاروقی میں ایرانیوں کی طرفدار سی کی وجہ سے عربوں کو ان کے بارے میں اپنا ذہن بدلتا پڑا، اور ہزاروں سال کے گوناگوں تعلقات کا لحاظ پاس جب ایک طرف نہیں رہا تو دوسری طرف سے بھی جوابی کاروائی کی بات ہونے لگی، چنانچہ جس زمانہ میں اسلامی فوجیں اپنے اپنے امراء کی قیادت میں فارس کے مختلف مقامات کو فتح کر رہی تھیں ان میں سے ایک لشکر کے امیر نے اپنی صوابدید سے ہندوستان کے مختلف ساحلی مرکزوں پر فوج کشی کر دی اور ایران کی جنگ کے ساتھ ساتھ ہندوستان سے بھی جنگ کی ابتداء ہو گئی، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۵۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن ابوالعاصی ثقفی رضی اللہ عنہ کو طائف کی امارت سے نکال کر حضرت عمار بن حزمی رضی اللہ عنہ کی جگہ بحرین و عمان کا امیر مقرر کیا، انہوں نے اپنے بھائی حکم بن ابوالعاصی ثقفی رضی اللہ عنہ کو بھی بلالیا، اور دونوں بھائیوں نے دونوں صوبوں کے نظم و نسق کو درست کر کے دیگر امراء و مجاہدین کی طرح ایران پر

فوج کشتی کر دی اور حکم بن ابوالعاصی رضی اللہ عنہ عثمان بن ابوالعاصی رضی اللہ عنہ نے عبدالقیس را زد، تمیم اور بنو ناجیہ وغیرہ بحرین و عمان کے قبائل کی ایک بھاری فوج تیار کر کے براہ سمندر ایران کی طرف کوچ کیا اور وہاں کے ساحلی مرکزی شہر توج کو فتح کر کے اسے اسلامی شہر اور فوجی چھاؤنی قرار دیا، اور بنو عبدالقیس وغیرہ کو آباد کر کے مسلمانوں کے لئے مکانات بنائے اور مسجد میں تعمیر کیں، اور اس مرکز سے اطراف و جوانب کے بلاد و امصار میں اپنی جولانی دکھائی، یہ حدود ۹۰ سالہ کا واقعہ ہے، اس کے بعد ایرانی غزوات و فتوحات کے ضمن میں ہندوستان میں غزوات و فتوحات کی باری آئی، ان کا تذکرہ مندرجہ ذیل مورخوں نے اپنے اپنے انداز میں کیا ہے،

طہ بلا فی متوفی ۲۹۹ھ نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ۵۱ھ میں عثمان بن ابوالعاصی ثقفیؓ کو بحرین و عمان کا امیر مقرر کیا، انھوں نے اپنے بھائی حکم بن ابوالعاصی ثقفیؓ کو بلا کر بحرین روانہ کیا، اور خود عمان پہنچ کر ایک لشکر سخانہ کی طرف روانہ کیا، جب یہ لشکر واپس آیا تو عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی خبر دی، اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے لکھا کہ "اے ثقفی! تو نے کیرے کو لکڑی پر سوار کر کے سمندر کے حوالہ کر دیا ہے۔ خدا کی قسم اگر مسلمانوں کو نقصان پہنچا تو میں تمہاری قوم قبیلہ ثقیف سے ایک ایک بدلہ لوں گا، نیز عثمانؓ نے اپنے بھائی حکمؓ کو پٹھوچ کی طرف روانہ کیا اور دوسرے بھائی مغیرہؓ کو دیبل کی مہم پر بھیجا جہاں انھوں نے دشمن سے مقابلہ کر کے فتح پائی اے

مورخ احمد بن یعقوب یعقوبی نے عہد صدیقی میں غزوہ اجنادین کے بعد لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے عثمان بن ابوالعاصیؓ کو قبیلہ عبدالقیس کی جمعیت کے ساتھ جہاد کے لئے روانہ کیا، انھوں نے توج فتح کر کے وہاں کے باشندوں کو قید کیا اور مکران اور اس کے اطراف و جوانب کو بھی فتح کیا ۵۲ھ اس روایت پر کلام گذر چکا ہے اور یہ عہد فاروقی کا واقعہ ہے اور مکران و مالیکھا سے مراد دیبل وغیرہ کے حدود ہیں۔

اے فتوح البلدان ص ۴۲، ۵۲ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۱ (بیڈن)

امام ابن حزم اندلسی متوفی ۵۴۲ھ نے جمہرۃ انساب العرب میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن ابوالعاصیؓ بہترین صحابہ میں سے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طائف کا امیر مقرر فرمایا تھا، انھوں نے فارس میں اور ہندوستان کے تین شہروں میں جہاد کیا اور ان کی بہت سی فتوحات ہیں، لہٰذا یہ ہندوستان کے تین وہی شہر ہیں جن کے نام بلاذری نے درج کئے ہیں، یعنی سھانہ، بھڑوچ اور دیبل،

یا قوت جموی متوفی ۶۲۶ھ نے معجم البلدان میں خود دیبل کے بیان میں تصریح کی ہے کہ دیبل کی کھاڑی سندھ کی جانب واقع ہے، اور دیبل بحر ہند کے ساحل پر ایک شہر ہے، عثمان بن ابوالعاصیؓ نے اپنے بھائی حکمؓ کو یہاں جہاد کے لئے بھیجا جسے انھوں نے فتح کیا لہٰذا یا قوت نے یہاں کے تین ثقیفی فتوحات میں صرف دیبل کی فتح کو بیان کیا ہے اور حکم کا نام لیا ہے جب کہ اس سے پیشتر مورخ بلاذری نے مغیرہ کے نام کی تصریح کی ہے۔

شیخ علی بن حامد کوفی ادچی نے چچ نامہ میں (تصنیف ۶۱۳ھ میں) لکھا ہے کہ ہندوستان اور سندھ میں سب سے پہلے جہاد عہد فاروقیؓ میں ہوا حضرت عمرؓ نے عثمان بن ابوالعاصیؓ کو بحرین روانہ کیا، اس کے بعد وہ ایک لشکر لے کر عمان روانہ ہو گئے اور بحری بیڑ اور سامان جہاد تیار کر کے اس لشکر کو اپنے بھائی مغیرہ بن ابوالعاصیؓ کی قیادت میں بحرین بھیجا تاکہ مغیرہؓ وہاں سے دیبل کی طرف روانہ ہوں اس زمانہ میں سندھ کا راجہ چچ کپسر سیلاج نانی تھا اور اس کی سلطنت پر پینتیس سال گزر چکے تھے، دیبل کے عام باشندے تاجر تھے، اور راجہ چچ کی طرف سے وہاں کا حاکم سامہ پسر دیو ا سچ نامی ایک شخص تھا، جب اسلامی لشکر دیبل میں پہونچا تو وہاں کے حاکم نے شہر پناہ کے باہر نکل کر مقابلہ کیا، ثقیف کے ایک راوی کا بیان ہے کہ جس وقت سندھی فوجوں اور اسلامی فوجوں میں مقابلہ ہوا مغیرہ بن ابوالعاصیؓ نے اپنی تلوار کھینچی، اور بسم اللہ و فی سبیل اللہ کہہ کر میدان جنگ میں کود پڑے اور لڑتے

لہٰذا جمہرۃ انساب العرب ص ۲۶۶، معجم البلدان ج ۳ ص ۴۸۱

لڑتے لڑتے شہید ہو گئے لے اس روایت میں مغیرہؓ کی شہادت کی تصریح خلاف واقعہ معلوم ہوتی ہے، بلاذری کا بیان گنہگار چکا ہے کہ وہ دیبل کے جہاد سے مطمئن و منظور واپس ہوئے تھے، تیر اس میں ستھانہ اور بھڑوچ کی فتوحات کا تذکرہ نہیں ہے، بہر حال ہندوستان کے تین مرکزی مقامات میں عہد فاروقی میں سرکاری جہاد سے پہلے جہاد کی یہ روایات ہیں جنہیں بلاذری، یعقوبی، ابن خزم، حموی اور علی بن حامد اوچی نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، جن میں بلاذری نے تین مقامات کے ناموں کی تصریح کی ہے اور علامہ ابن خزم نے اجمالی طور سے وثلاثہ من بلاد الهند لکھا ہے، اور حموی اوچی نے صرف دیبل کا نام لیا ہے، غالباً ان شہروں کے باشندوں نے عہد صدیقی میں مرتدوں کا ساتھ دے کر مسلمانوں سے دشمنی یا ان کی بددلی مول لی تھی، اور ان ہی علاقوں کے راجوں نے عہد فاروقی میں ایرانیوں کا ساتھ دے کر شہادت کی جنگ میں مسلمانوں سے مقابلہ کیا تھا۔ ان تین غزوات و فتوحات کے زمانہ کی صحیح تعیین مشکل ہے، بلاذری اور اوچی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۱۱ھ یا اس کے معاً بعد کا ہے، ہم نے اپنی کتاب "عرب و ہند عہد رسالت میں" اور "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" میں اسی کو مانا تھا، بعد میں "اسلامی ہند کی عظمت رفتہ" میں ۱۱ھ اور ۱۲ھ کے درمیان مانا اور قرین قیاس و تحقیق یہی ہے کیونکہ یہ واقعہ فتح توج کے بعد کا ہے اور خلیفہ بن خیاط کی تصریح کے مطابق ۱۱ھ میں توج آباد کیا گیا اور وہیں سے سواحل پر فوجی مہمات کا سلسلہ جاری ہوا خلیفہ نے لکھا ہے۔

وفیہا نزل عثمان بن ابی العاصی توج و ۱۱ھ میں عثمان بن ابی العاصی رضی اللہ عنہ توج
مصر ہا وبعث سوار بن ہبار دھام الغدی آکر اسے آباد کیا، اور سوار بن ہبار عسکری کو

لے چچ نامہ ص ۷۲ و ص ۷۳۔

الی سابور، فقتل فی عقبۃ
الطین، و اغار عثمان علی
سیف البحر و السواحل
سابور کی مہم پر بھیجا جہاں وہ عقبہ الطین نامی
مقام میں شہید ہو گئے اور عثمان رضی اللہ عنہ
کے سواحل مقامات پر یلغار کی،

نیز اسی سال حضرت عثمان بن ابوالعاصیؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اصلحی فوج کشی
کی اور جب محاصرہ طول پکڑ گیا تو دونوں حضرات کے مشورہ سے اسلامی فوج نے اطراف و جانب
کے علاقوں پر یلغار کر کے اپنے لیے سامانِ رصد مہیا کیا، بہت ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ نے
توج کے مرکز سے سواحل میں جو مہمات روانہ کی تھیں، ان ہی میں ہندوستان کے یہ مقامات
شامل رہے ہوں، یا پھر اصلحی کے محاصرہ کے دوران اسلامی فوج کے دستوں نے یہاں
بھی حملے کئے ہوں۔

موجودہ زمانہ کے بعض عرب فضلاء نے تھانہ کی فتح کا تذکرہ کر کے لکھا ہے کہ بنو عبد القیس
نے سواحل ہند پر پے در پے حملے کیے اور جزیرہ سیلان کو فتح کیا جسے بلا دیا قوت بھی کہتے ہیں
یہ تصریح قدما کی تصریحات کے خلاف ہے اور جب تک اس پر دلائل و شواہد نہ ہوں صحت
میں تاثر رہے گا، چونکہ توج کی فوج میں بحرین و عمان کے بنو عبد القیس، بنو تمیم، بنو زاد اور
بنو ناجیہ وغیرہ شامل تھے اور اسی فوج کے سپاہیوں نے ہندوستان کے سواحل پر فتوحات
حاصل کی تھیں اس لئے اس ملک میں سب سے پہلے ان ہی قبائل کے مجاہدین کے قدم آئے
اور قبیلہ ثقیف کے آل ابوالعاصی میں سے تین بھائی عثمانؓ، حکمؓ اور مغیرہؓ ان کے امیر تھے،
ان تینوں امرائے لشکر کے علاوہ اور کسی کا نام معلوم نہیں، ان تینوں غزوات و فتوحات کے
بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی ہے اور ہر کتاب میں اجمالی طور سے ان کا ذکر ہے، البتہ اوجی
کے بیان میں ویل کی جنگ میں مقامی حاکم سے جنگ کا تذکرہ ہے، تھانہ بمبئی سے متصل موجودہ مہاراشٹر کا آخری
شمالی شہر ہے جو سمندر کی ایک خور (کھاڑی) واقع ہے، بھڑوچ وسط گجرات کا قدیم مرکزی

شہر ہے اور دریائے نربدا کے کنارے پر واقع ہے، دیبل صوبہ ہند میں کراچی سے کچھ دور ساحلی شہر تھا اور موجودہ زمانہ میں اس کے آثار لٹکے ہیں، ان غزوات کے دو مرکز تھے پہلا مرکز بحرین تھا اور یہیں کے امیر نے مقامی عرب قبائل کی فوج تیار کی تھی، یہ موجودہ بحرین نہیں ہے بلکہ یہ سعودی حکومت کا منطقہ شرقیہ ہے جس میں احسا اور قصیم وغیرہ واقع ہیں، اسی مقام سے شہر توج فتح کر کے سے مشرق میں فوجی مہمات کا مرکز بنایا گیا حضرت عثمان بن ابوالعاصی گرمی کے ایام میں جہاد کرتے تھے اور جازے کے ایم توج میں گزارتے تھے، ان کے اس اصول کے مطابق ہندوستان کی یہ فتوحات گرمی کے زمانہ میں ہوئی تھیں، اسے یہ تینوں فتوحات نہ باقاعدہ جنگ کا نتیجہ تھیں اور نہ ہی ان کا مقصد فی الحال ہندوستان پر قبضہ کرنا تھا بلکہ یہ ایرانیوں سے جنگ کے ضمن میں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تھے ہی اقدام تھا، اور اس کا مقصد ہندوستانیوں کو ایرانیوں کی امداد کے بارے میں نئے انداز میں سوچنے کی تہیہ تھی، اس لئے ان غزوات کی حیثیت وقتی چھڑ چھاڑ سے زیادہ نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ ان اقدامات کے بعد نہ یہاں کے کسی مقام پر قبضہ ہوا نہ صلح و مصالحت کی باری آئی اور نہ ہی کسی قسم کا معاہدہ ہوا بلکہ ان کی مثال اس سیلاب کی تھی جو آیا اور چلا گیا، مگر اپنے پیچھے اپنے اثرات نفع و نقصان کی صورت میں چھوڑتا گیا، ان غزوات میں مسلمانوں کو کچھ وقتی فوائد و غنائم حاصل ہو گئے، اور اہل ہند کو مسلمانوں کے بارے میں نئے نقطہ نظر سے غور و فکر کرنے اور اپنی روش بدلنے کا موقع مل گیا۔ مسلمانوں کے حق میں ان غزوات کا سب سے بڑا فائدہ یہ ظاہر ہوا کہ ہندوستان کی عربی طاقت و حیثیت اور یہاں کے حالات

لے علامہ شبلی نعمانی نے الفاروقی میں فتح مکران کے سلسلے میں لکھا ہے "چنانچہ فتوحات فاروقی کی اخیر صدی مکران ہے، لیکن یہ طبری کا بیان ہے، مورخ بلاذری کی روایت ہے کہ دیبل کے نشیبی حصہ اور تھانہ تک فوجیں آئیں، اگر یہ صحیح ہے تو حضرت عمرؓ کے عہد میں اسلام کا قدم سندھ و ہند میں بھی اچکا تھا، چونکہ علامہ شبلی کو انوں غزوات و فتوحات پر صرف مورخ بلاذری کا بیان مل سکا، اس لئے اسے بھی درج کر کے احتمالی نتیجہ ظاہر کیا اگر ان کے سامنے بلاذری کے علاوہ یعقوبی، ابن خرم اور یاقوت حموی کی تصریحات ہوتیں تو اندازِ بیان دوسرا ہوتا،

کے سلسلے میں اسلامی لشکر اور اس کے امیر کو معلومات حاصل ہو گئیں، جن کے لئے خلافت کی طرف سے کوشش ہو رہی تھی، چنانچہ اسی کے بعد ہندوستان میں باقاعدہ فوجی مہم کی روانگی ہوئی اور ۲۳ھ میں ایران کے سات مرکزی مقامات میں بحری مہمات روانہ کرنے کے سلسلے میں مکران میں بھی مجاہدین اسلام اپنے عزم و حوصلہ اور ساز و سامان کے ساتھ داخل ہو گئے، اس لئے ہم ان تینوں غزوات کو آزمائشی اور معلوماتی اقدام قرار دیتے ہیں۔ ہندوستان کی سرزمین پر ایمان کی ان ہی پہلی کرونوں کے بعد آفتاب اسلام کی ضیاء باری پوری آب و تاب کے ساتھ ہوئی اگر یہاں آکر براہ راست قسمت آزمائی نہ کی گئی ہوتی اور یہاں کے نامساعد حالات کے سننے ہی پر اکتفا کیا گیا ہوتا تو شاید کچھ دنوں اور انتظار کرنا پڑتا اور ۲۳ھ ہی میں مکران کی سرکاری مہم کی روانگی نہ ہوتی۔

مکران کی پہلی فتح ۲۳ھ | نیز مکران پر براہِ سمندر باقاعدہ سرکاری فوج کشی سے پہلے اسی سال ایک اور آزمائشی فوج کشی براہِ خشکی کی گئی جس کا مقصد بظاہر فتح حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مزید حالات معلوم کرنا اور بڑی مہم کے امکانات پر غور کرنا تھا، ان دنوں حضرت عثمان بن ابوالعاصیؓ، امیر بحرین اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ امیر بصرہ کی امارت و قیادت میں اسلامی لشکر ایران میں مصروف فتوحات تھا۔ حضرت ابو موسیٰؓ حضرت عثمانؓ کے معاون کی حیثیت سے ان میں شریک ہوتے اور پھر بصرہ واپس آجایا کرتے تھے، ان دنوں عثمان بن ابوالعاصیؓ نے قلعہ شیبیر، قلعہ ستوج، جرہ، گازرون، نو بند جان، شیراز، سینیر، قلعہ بامان، دراجبر و جرم وغیرہ ساہور اور اردشیر خمرہ کے مقامات کو فتح کیا، پھر ۲۳ھ یا ۲۴ھ میں شہر ساہور کو شرائط صلح پر فتح کیا لے غالباً حضرت عثمان بن ابوالعاصیؓ نے ان ہی ایام میں اپنے بھائی حکم بن ابوالعاصیؓ کی امارت میں ایک مہم مکران کی سمت روانہ کی، جہاں ان کو شاندار فتوحات حاصل ہوئیں، اس کا تذکرہ ہماری تحقیق میں بعد کے دو نہایت ثقہ مورخین اسلام نے کیا ہے،

قد مار کی کتابوں میں اس کی تصریح نہیں ملتی، امام ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر
الاعلام میں ۲۳ھ کے واقعات و حوادث میں تصریح کی ہے کہ

وفیہا فتحت مکران، وامیرہا الحکم ۲۳ھ میں مکران فتح ہوا، اس غزوہ کے امیر
اخو عثمان، وہی بلاد جبلؒ

پھر امام ذہبیؒ کے حوالہ سے امام ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ
وقال شیخنا ابو عبد اللہ الذہبیؒ فی ہمارے استاد امام ذہبیؒ نے اپنی تاریخ
تاریخہ فی سنۃ ثلاث وعشرین وفیہا میں ۲۳ھ کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ
فتحت مکران وامیرہا الحکم بن ابی العاصیؒ اس سال مکران فتح کیا گیا اس جہاد
اخو عثمانؒ کے امیر عثمان رضی اللہ عنہ کے بھائی حکم بن ابوالعاصیؒ

ان دونوں تصریحات کی روش سے مکران کی فتح فارس و کرمان کے بلاد و امصار کی
فتوحات کے ضمن میں تھی جو عثمان بن ابوالعاصیؒ کی امارت و قیادت میں ۲۳ھ میں
جاری تھیں، اور عثمان رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حکم کو براہ کرمان مکران کی طرف روانہ کیا تھا
اس وقت تک وہ بحری مہمات بصرہ سے روانہ نہیں ہوئی تھیں جن کی تیاری ۲۳ھ
سے جاری تھی اور یک وقت فارس کے سات مرکزوں پر حملہ کر دینے کا انتظام ہو رہا
تھا، بلکہ اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد ان کی باری آئی اور مکران پر بھی باقاعدہ سرکاری
طور پر فوج کشی ہوئی اور اس کے بعد سے اس ملک میں اسلام اللہ مسلمانوں کا یوں باقاعدہ
عمل دخل شروع ہوا کہ اس کے علاقے خلافت کے ماتحت آئے۔

مکران کی دوسری فتح ۲۳ھ | جیسا کہ معلوم ہوا ۲۳ھ میں حضرت علاء بن حضرمیؒ نے
خلافت کی مرضی و اجازت حاصل کئے بغیر بحرین سے ایک بھاری جمیعت لے کر فارس کے اہم ترین
مرکز اصطخر پر حملہ کیا جس میں ایرانیوں نے اسلامی فوج کا محاصرہ کر کے بہت زیادہ نقصان پہنچایا

۲۳ھ تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۴۸، اصل عبارت میں "حکم بن عثمان" غلط چھپ گیا ہے،

۲۳ھ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۱۴۱۔

بعد میں جب حضرت عمرؓ کو اس حادثہ کی خبر لگی تو آپ نے بصرہ سے تازہ دم مدد روانہ کر کے اسلامی فوج کو دشمن کے نرغہ سے نکالا اور ایرانیوں کے بھاری نقصان کے بعد اسلامی فوج مظفر منصور واپس آئی، اس واقعہ سے حضرت عمرؓ بہت زیادہ متاثر ہوئے، ان کے سامنے ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پیشرو خلیفہ کا سوہ تھا کہ ان حضرات نے اسلامی غزوات و فتوحات میں بحری مہم سے کام نہیں لیا تھا، دوسری طرف مجاہد بن اسلام کے بڑھتے ہوئے حوصلے اور عجمیوں کی شدید مقاومت تھی، جس سے اسلامی فوج کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا لہذا حضرت عمرؓ نے بحری مہمات کے بارے میں مشورہ کیا، حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ ایرانیوں پر بحری راستوں سے بیک وقت متعدد حملے کرنے چاہئیں تاکہ وہ کسی ایک مقام پر اپنی طاقت جمع نہ کر سکیں اور اسلامی فوج ان کی منتشر طاقت کے مقابلہ کا میاب ہو، حضرت عمرؓ نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے بصرہ اور کوفہ کی فوجوں پر امراء مقرر کئے اور سکہ میں اجازت دیدی کہ ایک ہی وقت میں فارس کے مختلف مقامات پر فوج کشی کی جائے اور بصرہ کی اسلامی فوج سے ہر علاقہ کے لئے الگ الگ امیر اور اس کا جھنڈا لایا اور حضرت سہل بن عدی کو امیر الامراء مقرر کر کے سات مقامات کی فوج کشی کے لئے سات امیر اور سات جھنڈے یوں متعین کئے (۱) لوار خراسان احنف بن قیسؓ کو (۲) لوار اردشیر خمرہ اور ساہور مجاشع بن مسعود سلمیؓ کو (۳) لوار اصطر عثمان بن ابوالعاصی ثقفیؓ کو (۴) لوار فسا و درالجبر دسار یہ ابن زہیم کنانیؓ کو (۵) لوار کرمان سہل بن عدیؓ کو (۶) لوار سجستان عاصم بن عمروؓ کو اور (۷) لوار مکران حکم بن عمروؓ کو، اور یہ ساتوں مہمات اپنے اپنے امیر اور لوار کے ساتھ سترہ ہی میں مقررہ علاقوں میں روانگی کے لئے تیار ہوئیں، مگر قحط عام الرما د وغیرہ کی وجہ سے سترہ تک ان کی روانگی نہ ہو سکی، اس درمیان میں حضرت عمرؓ نے کوفہ کی فوج سے ان مہمات کے لئے مزید سپاہی دیے اور ان کو حکم دیا کہ بصرہ کی ساتوں فوجوں میں شامل ہو جائیں، چنانچہ سہل بن عدیؓ کے ساتھ عبداللہ بن عبد اللہ بن عتبٰنؓ کو، احنف بن قیسؓ کے ساتھ علقمہ بن نصرؓ،

عبداللہ بن ابوعقیل رضی اللہ عنہ، ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ، اور ابن ام غزالہ رضی اللہ عنہ، عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، اشجعی رضی اللہ عنہ، اور حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہاب بن مہرق مازنی رضی اللہ عنہ شامل کیا اور یہ تمام حضرات کو ذی سہ اپنی اپنی فوج لے کر بصرہ کے پورے دارا امراء کی فوج کی مدد کو نکلے تاکہ ایک وقت میں فارس کے سات مرکزی مقامات (بشویہ مکران) پر حملہ بول دیا جائے اور ایرانی فوجیں کسی خاص مقام پر جمع نہ کر سکیں بالآخر خلافت فاروقی کے دسویں اور آخری سال ۲۳ھ میں اس کی باری آئی، اور خراسان، اردشیر خرمہ، سابور، فسا، درابجرد، کرمان، سجستان اور مکران پر منظم طور پر فوج کشی کی گئی، مگر اب بھی قندھار اور سندھ کے دوسرے علاقوں کا رخ نہیں کیا گیا، بلکہ سجستان کی جنوبی سرحد مکران پر جو کہ سندھ کے شمال میں واقع تھا حملہ ہوا اس جنگ میں سندھ کے راجہ نے مکرانیوں کی طرف سے مسلمانوں کا پورا پورا مقابلہ کر کے مکران کی جنگ کو سندھ کی بھی جنگ بنا دیا، مکران پر حملہ کی اہمیت و شدت کا احساس تھا اور متعدد دیار کی معمولی جنگوں اور مخبروں کی اطلاعات کی وجہ سے مسلمانوں نے تیاری بھی خوب کی، اور جب حضرت حکم بن عمرو و تعلبی رضی اللہ عنہ کی فوج نے گروانہ ہوئے تو ان کی مدد کو کوثر کے فوجی دستے بھی شہاب بن مہرق مازنی اور عبداللہ بن عبداللہ عتبہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آگئے، نیز کرمان کی جنگ کے امیر حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ آ پہنچے، اس طرح چار امراء اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ مکران پر حملہ آور ہوئے ادھر مکرانی بھی اس صورت حال سے اچھی طرح واقف تھے، ایرانیوں کی پے درپے شکست اور مسلمانوں کی فتوحات کی خبروں سے ان کو معلوم تھا کہ مکران پر فوج کشی بہت شدید قسم کی ہوگی، اس لئے انھوں نے بھی اطراف و جوانب سے پوری طاقت جمع کر لی تھی، اور سندھ کے راجہ راسل نے تو اس جنگ کو گویا اپنی جنگ سمجھا اور پورے لاکھ لشکر کے ساتھ مکران میں آکر مقابلہ کی تیاری کی، درحقیقت ہندوستان والوں سے مسلمانوں کی یہ پہلی باقاعدہ اور سرکاری جنگ تھی اس لیے دونوں طرف پوری تیاری ہوئی، اور پہلی تمام تمہیدی جنگوں اور خبروں کا نتیجہ اب کے بارگاہ برہما۔

طبری کا بیان ہے کہ سلسلہ ۲۳ھ میں سنده تجویر کے ماتحت حکم بن عمرو ثعلبی رضی اللہ عنہ
 سے اپنی فوج لے کر مکران کا رخ کیا اور ان کے مکران پہونچنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے شہاب بن عمار
 مازنی کو فہرہ سپاہی فوج لے کر ان کے ساتھ شمال ہو گئے اور صدر اسل بن عدی کرمان کی فتح سے فارغ ہو گئے
 تھے لہذا وہ اپنی فوج کے ساتھ اور ان کے سردگار عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن ابی کوفی فوج
 کے ساتھ مکران آکر حکم بن عمرو ثعلبی سے مل گئے اور یہ تمام احرار دریائے سندھ کے اس پار تھوڑی دور پر
 فروکش ہوئے، کیونکہ اسلامی فوج کی آمد کی خبر سن کر مکرانیوں کی فوج پہلے ہی دریائے سندھ
 کی طرف روانہ ہو چکی تھی، اس درمیان میں سندھ کا راجہ راسل بھی سندھیوں اور مکرانیوں کی
 فوج کو اپنی کمان میں لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں ٹوٹ گیا، جب مسلمانوں نے دیکھا کہ راجہ
 راسل سندھی اور مکرانی فوج لے کر آگے بڑھ رہا ہے تو وہ بھی آگے بڑھے، راجہ راسل نے
 جگہ تدریس سے اپنی فوج کو دریائے سندھ سے چند دن کی دوری پر رکھا تھا تاکہ مسلمانوں کی پیش قدمی
 رک جائے اور اگر وہ آگے بڑھیں تو سندھی فوجیں انھیں روک سکیں اور سندھیوں اور مکرانیوں
 کی مزید فوجیں آکر اس کی فوج میں مل جائیں، جب وہ اپنے منصوبہ کے مطابق پوری طاقت سے
 آگے بڑھا تو مسلمانوں نے بھی بڑھ کر مقابلہ کیا، اور دونوں طرف سے گھمسان کی جنگ ہوئی،
 سندھیوں اور مکرانیوں کی فوجوں نے راجہ راسل کے زیر کمان اپنے جوہر دکھائے، اسلامی فوج
 نے بھی اپنے چاروں احرار کی قیادت میں شجاعت و مردانگی کی داد دی، اس جنگ کے نتیجہ
 میں اللہ تعالیٰ نے راجہ راسل اور اس کی تمام فوج کو شکست دی اور اسلامی فوج مغرور و منصور
 ہوئی، دشمن کے بہت سے مال و اسباب اور اسلحہ مسلمانوں کے ہاتھ آئے، راجہ کی فوج
 بڑی تعداد میں میدان جنگ میں کام آئی، اس کے بعد کئی دن تک مسلمانوں نے ان کا
 تعاقب کیا اور جب وہ بہت دور نکل گئے تو مسلمانوں نے مکران واپس آکر وہیں قیام کیا،
 یہ پہلا دن تھا جب کہ پورا علاقہ مکران اسلام اور مسلمانوں کے زیر تصرف آگیا اور خلافت راشدہ
 کا قانونی حصہ بن گیا۔

اس جنگ میں راجہ راسل اور مکرانیوں نے خاص طور سے جنگی ہاتھیوں سے کام لیا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ عرب میں ہاتھی نہیں ہوتے، عربی گھوڑے ان کو دیکھ کر بدک جاتے ہیں اور میدان میں ہاتھیوں کے سامنے نہیں ٹکتے، مگر اسلامی فوجوں نے ایران کی لڑائیوں میں جنگی ہاتھیوں سے مقابلہ کی ترکیب معلوم کر لی تھی، اس لئے مکرانیوں کی یہ ترکیب بھی کامیاب نہیں ہوئی اور ان کے بہت سے ہاتھی مال غنیمت میں ہاتھ آئے۔

حضرت حکیم بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس فتح کی تحریری بشارت اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ حضرت صحار عبدیؓ کے ذریعہ مدینہ منورہ روانہ کیا، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ مکران کی فتح میں جو ہاتھی ہاتھ لگے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے، صحار عبدیؓ کے پوچھتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اپنی عادت کے مطابق مکران کے حالات دریافت کیے اور انہوں نے وہی جواب دیا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے پہلے قندابیل کے بارے میں سن چکے تھے، یعنی حضرت صحار نے بتایا کہ "اے امیر المومنین مکران ایسی سرزمین ہے کہ اس کی مٹی پہاڑ ہے، پانی ردی ہے، پھل خراب ہے، دشمن بہادر ہے، اچھائی کم ہے، برائی زیادہ ہے، زیادہ فوج وہاں کے لئے کم ہے اور کم فوج وہاں ضائع ہے، اور اس کے بعد کا علاقہ اور بھی برا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان مقفی و مستحق الفاظ کو سن کر صحار عبدیؓ سے فرمایا کہ تم شاعری کر رہے ہو، یا مکران کے بارے میں خبر دے رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں شاعری نہیں کر رہا ہوں بلکہ خبر دے رہا ہوں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تک میری اطاعت کی جائے گی میری فوج کا کوئی سپاہی وہاں جہاد نہیں کرے گا۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکران کے امیر لشکر حکم بن عمرو اور ساتھ ہی سہل بن عدی کو خط لکھا کہ تم دونوں کی فوجیں مکران کے آگے ہندوستان کی طرف نہ بڑھیں، بلکہ تم دریائے سندھ کے اسی پار شہر جاؤ، اور مال غنیمت کے ہاتھیوں کے بارے میں حکم دیا کہ ان کو مسلمانوں کے ملک میں فروخت کر کے ان کی قیمت مجاہدین میں بقدر حصہ تقسیم کر دی جائے۔ مکران میں اس پہلی جنگ میں کامیابی پر اسلامی فوج میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اس

بلوچستان کی فتح ۲۳۳ھ | جیسا کہ معلوم ہوا فارس کی سات ہمات میں سے ایک مہم کرمان کے لیے روزانہ ہوتی تھی جس کے امیر حضرت سہل بن عدی رضی اللہ عنہ تھے، کرمان کا علاقہ عملاً ایران میں شامل تھا، مگر اس کے حدود کے کئی مقامات سندھ سے متعلق تھے، چنانچہ بلوچستان جسے عربی میں قُصَص اور قُصَص کہتے ہیں وہ بھی حدود کرمان سے ملا ہوا تھا اور کرمان کی فتوحات میں وہ بھی فتح ہوا، نیز اسی سلسلہ میں سجستان سے متصل سندھ کے بعض علاقے فتح ہوئے، اس طرح کہنا چاہیے کہ فارس کی فتوحات کے سلسلے میں کئی فتوحات کا تعلق ہندوستان سے تھا اور یہ علاقے خلافت فاروقی کے اخیر میں عالم اسلام میں شامل ہو گئے، فتح بلوچستان کی تفصیل تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر میں یوں درج ہے کہ ۲۳۳ھ میں سہل بن عدی رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے کرمان کا قصد کیا، اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن کوفہ کی فوج کے ساتھ ان کی مدد کو آ گئے، ادھر سہل کرمان نے بھی مقابلہ کی پوری تیاری کی، اور بلوچستانیوں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنے ملک کے قریبی علاقہ میں مسلمانوں سے نبرد آزما ہوئے، حضرت سہل بن عدی رضی اللہ عنہ نے نسیر بن ثور عجمیؓ کو اپنی فوج کے مقدمہ حبیش (ہرا دل دستہ) کا امیر مقرر کیا، اور دونوں جانب سے میدان کارزار گرم ہوا، اللہ تعالیٰ نے کرمانیوں اور بلوچستانیوں کو شکست دی، اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور نسیر بن ثور عجمیؓ نے ان کے حاکم کو قتل کیا اس کے بعد اسلامی فوجوں نے مقام حیرفت پر دو طرف سے دھاوا بول دیا، سہل بن عدیؓ و سہانوں کے راستہ سے اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہؓ رضی اللہ عنہما کے ریگستانوں کی طرف سے حملہ آور ہوئے، اور کامیابی کے بعد مسلمانوں کو مال غنیمت میں بہت سے اونٹ اور بکریاں ہاتھ آئیں، ان جانوروں کی تقسیم کے وقت ان کی قیمت مقرر کرنے میں دقت پیش آئی، کیونکہ عربی اونٹوں کے مقابلہ میں کرمان اور بلوچستان کے بختی اونٹ قد و قامت اور ٹیل ڈول میں بڑے تھے، مگر مسلمان بختی اونٹوں کو زیادہ حیثیت نہیں دینا چاہتے تھے آخر اس معاملہ میں دربار خلافت سے رجوع کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے لکھا کہ عربی اونٹ کی قدر و قیمت اس کے گوشت کے اندازہ سے مانی جاتی ہے اور بختی اونٹ میں بھی یہی بات ہے، پھر بھی تم لوگوں کے نزدیک بختی اونٹ بہت زیادتی

ہے۔۔۔۔۔ اسے مان لو یہ زیادتی بھی اس کی قدر و قیمت میں شامل ہے اے بلوچستان
کی یہ پہلی فتح عہد فاروقی میں ہوئی جو کرمان کی فتوحات کے ضمن میں تھی، اور اس کی دوسری اور
مستقل فتح عہد عثمانی میں حضرت مجاہد بن مسعودؓ کے ہاتھوں ہوئی۔

بلوچستان مغربی پاکستان میں واقع ہے اس کے وسطی پہاڑوں کو عربوں نے جبالِ قفص لکھا ہے جن کو آج کل ساراوان، اور جھالاوان کی پہاڑیاں کہتے ہیں، اور قفص یا قفس وہی قوم ہے جسے بلوص یا بلوچ یعنی بلوچ کہتے ہیں، اس وقت کرمان کے امیر سہیل بن عدی ہندوستان کے علاقہ بلوچستان کے بھی امیر تھے۔

سجستان سے متصل سندھی علاقوں کی فتح ۱۲۳ھ میں سندھ کے بعض ایسے علاقے بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے جو سجستان کی حدوں سے متصل تھے، اس طرح اس سال تین فتوحات ہندوستان میں ہوئیں ایک مکران کی مستقل فتح اور دوسری بلوچستان کی اور تیسری سجستان سے متصل سندھ کے بعض مقامات کی ضمنی فتوحات، طبری نے لکھا ہے کہ ۱۲۳ھ میں حضرت عاصم بن عمرو بصرہ کی فوج اور لوہار کے ساتھ عازم سجستان ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی فوج نے مکران سے جا ملے، جب سجستان والوں نے اسلامی فوج کی آمد کی خبر سنی تو مقابلہ کی پوری تیاری کی اور اپنے قریبی علاقہ میں ٹکڑے کر کے مسلمانوں سے جنگ کی، مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے مقام لڑزنگ میں محاصرہ کر لیا، اور جیسے چاہا سجستان کو فتح کیا، سجستانیوں نے شکست کے بعد مسلمانوں سے لڑزنگ اور اور کچھ زیر تصرف علاقوں کے بارے میں صلح و مصالحت کا مطالبہ کیا، مسلمانوں نے ان کی گزارش منظور کرتے ہوئے چند شرائط پر صلح کر لی، ان کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ تمام صحرا اور میدان چرہ گاہ کے طور پر ہمارے زیر استعمال ہوں گے، اور مسلمان ان کو اپنی ملکیت قرار نہیں دیں گے اور نہ اپنے تصرف میں لائیں گے، اس شرط کے احترام میں مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ جب وہ کہیں باہر آتے جاتے تھے تو ڈرتے تھے کہ ان چرہ گاہوں

سے کسی قسم کا استفادہ نہ ہو جائے اور ہمارے سواری کے جانور وغیرہ ان میں چر نہ لیں ورنہ بد عہدی ہو جائے گی اور ہم نے اہل سبستان سے جو وعدہ کیا ہے اس میں فرق آجائے گا، یہاں سے سبستان اپنے حدود کی وسعت کے اعتبار سے خراسان سے بھی بڑا علاقہ تھا، اس کے فتح ہو جانے کے بعد اسلامی فوجیں یہاں سے قندہار اور ترکستان تک جہاد کرتی تھیں، سبستان کا ملک سندھ سے لیکر دریائے بلخ تک پھیلا ہوا تھا، اور اس مرکز سے شمال میں بلخ اور اس کے آگے تک اور جنوب میں سندھ کے حدود تک غزوات و فتوحات کی سرگرمیاں جاری رہتی تھیں، ابن کثیر نے بھی لکھا ہے کہ سبستان کی سرحدیں نہایت لمبی چوڑی تھیں اور اس کے شہر سندھ اور دریائے بلخ کے درمیان دور دور تک پھیلے ہوئے تھے ۲۱۔ الغرض ۲۳ھ میں مکران کے فتح ہو جانے کے بعد جنوب میں حدود سندھ تک اسلامی فتوحات ہوئی تھیں اس وقت سبستان کے امیر عاصم بن عمروان ہندوستانی علاقوں کے بھی امیر تھے، مکران اور سندھ کی یہ تمام فتوحات ۲۳ھ کے اس منظم حملہ کے سلسلہ میں تھیں جو فارس کے سات مقامات پر ایک وقت میں کیا گیا، اسی سال ذوالحجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی جو درحقیقت ایرانیوں کی طرف سے ان فتوحات کے انتقام کا نتیجہ تھی، اور ابو لؤؤ فیروز مجوسی ایرانی نے اپنے یہاں کی اسلامی فتوحات کا بدلہ آپ کے قتل کی صورت میں لیا تھا، ان فتوحات اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے درمیان کتنی مدت تھی؟ اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکا البتہ اتنا یقینی ہے کہ یہ مدت ایک سال سے کم ہی تھی، ظاہر ہے کہ اتنی سی مختصر مدت میں ایران اور ہندوستان کے مقبوضہ علاقوں میں باقاعدہ امراء کی تقرری اور ملکی انتظامات کی بحالی کا موقع نہیں مل سکتا تھا، خاص طور سے کرمان سبستان مکران اور ان سے ملحقہ علاقوں میں اس سلسلہ میں شدید دشواریاں تھیں، آب و ہوا کی ناسازگاری اشیائے خورد و نوش کی نایابی، اور — مقامی باشندوں کی نافرمانی، یہ سب ایسی باتیں تھیں جن پر قابو پانے کے لیے کچھ مدت درکار تھی۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ان مقبوضہ ممالک کے انتظامات میں بڑی

۲۱ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۰ و ۱۸۱، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۳۲

خلافت راشدہ اور ہندوستان

حد تک کی رہ گئی، اور یہاں کے عوام اور راجے مہاراجے سراٹھانے لگے، حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت (محرم ۳۵ھ تا ذوالحجہ ۳۵ھ) کے ابتدائی ایام میں مکران اور سجستان وغیرہ میں بدعہدی اور سرکشی کی ہوا چل پڑی، تمام سابقہ عہد و پیمان ختم ہو گئے، اور چار پانچ سال گزرتے گزرتے یہاں کے حالات میں یوں تبدیلی آ گئی کہ خلافت کی طرف سے نئے سرے سے ان پر غور ہوا اور یہاں پر مستقل فوج کشی کی گئی۔

مکران کی تیسری فتح ۳۹ھ | حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۳۹ھ میں عبداللہ بن عامر بن کریر کو عراق کا گورنر بنا کر ان کو لکھا کہ کسی آدمی کو ہندوستان روانہ کریں جو وہاں کے موجودہ حالات معلوم کر کے دربار خلافت کو خبر کرے تاکہ اس کی روشنی میں وہاں کے نئے حالات و رجحانات کو دیکھ کر آئندہ کوئی قدم اٹھایا جائے، چنانچہ حضرت حکیم بن جبلة عبدیؓ "فوجی مبصر بن کرمند وستان آئے اور واپسی پر یہاں کے حالات سے حضرت عثمان کو باخبر کیا، خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ خود حضرت عثمانؓ نے حکیم بن جبلة عبدیؓ کو منتخب کر کے ہندوستان روانہ کیا تھا، جس وقت حکیم ہندوستان سے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہونچے آپ نے بیتابی سے یہاں کے بارے میں سوال فرمایا تو انھوں نے تقریباً وہی الفاظ دہرا دیے جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہاں کے متعلق کہے گئے تھے، یعنی "اے امیر المومنین! میں نے ہندوستان کے شہروں کی چھان بین کر کے وہاں کے حالات معلوم کیے ہیں وہاں کا پانی ردی ہے، پھل خراب ہے، جو رہتا رہے، اگر وہاں فوج کم ہو تو ضائع ہو جائے اور اگر زیادہ ہو تو بھوکوں مر جائے" حضرت عثمانؓ نے بھی ان باتوں کو سن کر حکیم بن جبلة سے وہی بات کہی جو حضرت عمرؓ نے صحار عبدی سے کہی تھی، یعنی تم خبر دے رہے ہو یا شاعری کرتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ میں خبر دے رہا ہوں، اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے وہاں کسی کو جہاد کے لئے روانہ نہیں کیا۔

پتچ نامہ میں ہے کہ فارس اور ہندوستان میں امن و امان اور نظم و نسق کے قیام و بقا کے

لیے حضرت عثمان کے زمانہ میں مکران اور قندابل میں فوجی طاقت رکھی گئی تھی اور یہ دونوں مقام
 جنوبی مشرقی ممالک کے حرابی مرکز تھے، جہاں فوجیں اور اسلحہ رکھے جاتے تھے، تاکہ ہنگامی حالات
 کا فوری مقابلہ کیا جاسکے، مگر چونکہ ان مرکزوں کی طاقت اطراف و جوانب کی بغاوت و سرکشی فرو
 کرنے کے لیے کافی نہیں تھی اس لیے یہاں کے حالات قابو میں نہیں رہے اور حضرت عثمان رضی
 ہندوستان میں فوجی کارروائی کرنی چاہی اس لیے امیر عراق عبداللہ بن عامر بن کرم کو لکھا کہ وہ
 کسی نیک اور عقلمند مبصر کو ہندوستان روانہ کریں جو وہاں کے حالات معلوم کر کے دربار خلافت
 کو خبر دے، عبداللہ بن عامر نے حکیم بن جبہ عبدی کو اس کام کے لیے مامور کیا اور ایک روایت کے
 مطابق خود عثمان رضی نے حکیم کا انتخاب کر کے عبداللہ کو لکھا کہ وہ ان کو ہندوستان بھیجیں، حکیم
 کے واپس آنے پر عثمان رضی نے یہاں کے شہروں، موسموں، آب و ہوا، طور و طریقہ اور جنگی طریقوں
 کے بارے میں سوالات کیے اور حکیم نے جوابات دیے، پھر آپ نے خاص طور سے پوچھا کہ ہندوستان
 کے باشندے عہد و پیمان اور وعدہ میں کیسے ہیں، حکیم نے بتایا کہ وہ لوگ معاہدوں اور
 وعدوں کا کوئی احترام نہیں کرتے، نہ ان کو اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کا احساس رہتا ہے
 یہ سن کر حضرت عثمان نے سندھ پر فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا، یعنی مستقل طور سے صفِ سندھ
 ہی پر فوج کشی نہیں کی بلکہ چونکہ اطراف و جوانب میں بھی اس کی شدید ضرورت تھی اس لیے تھوڑے
 دنوں کے بعد حضرت عمر رضی کی طرح حضرت عثمان کو بھی ایران، سندھ اور مکران وغیرہ میں نہایت
 منظم طریقہ پر مہمات روانہ کرنی پڑیں جن روایتوں میں یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت عثمان رضی نے
 ہندوستان میں جہاد نہیں کیا کرایا اس کا مطلب یہی ہے۔ عہد عثمانی کے ابتدائی دور میں
 ان علاقوں میں کسی کارروائی کا تذکرہ نہیں ملتا، اس درمیان میں خراسان، کرمان، سجستان
 اور سندھ و مکران کے حالات میں بہت زیادہ اتہری پیدا ہو گئی تھی، ہر جگہ سرکشی اور بغاوت
 کی ہوا چل پڑی۔ مقامی لوگوں نے عہد فاروقی کے تمام شرائط صلح اور معاہدوں کو توڑ دیا
 و بار خلافت سے بے تعلقی کی فضا پیدا ہو گئی اور سخت ضرورت تھی کہ باغیوں اور سرکشوں

کی سرکوبی کی جائے اور ان کے خلاف نہایت منظم طور سے کارروائی کر کے حالات پر قابو پایا جائے چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ۲۹ھ میں ان ممالک کے نظام میں تبدیلی کر کے عمیر بن عثمان بن سعدؓ کو خراسان کا امیر مقرر کیا، عبداللہ بن عمیرؓ رضی اللہ عنہ کو سجستان کی امارت دی، عبداللہ بن معمرؓ رضی اللہ عنہ کو مکران پر رکھا اور عبدالرحمن بن غنیمؓ کو کرمان سجستان، ساتھ ہی فارس اور ابواز کے حرابی و ملکی انتظامات کیلئے چند امراء و حکام مقرر کیے اور سواد بصرہ پر حصین بن ابوالخمرؓ کو متعین فرمایا اور فارس، ابواز، سندھ، مکران، بلوچستان اور قندابل وغیرہ ان کے زیر انتظام آگئے، اس نئے نظام اور جگہ جگہ امراء و عمال کی تقرری سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ان علاقوں میں شدید قسم کی ابتری پھیل چکی تھی اور چار پانچ سال کے اندر اندر ہر جگہ لاقانونیت اور خود سہری پور سے پورے سرایت کر گئی تھی اس لئے ان کی طرف مزید خاموشی روا نہیں رکھی جاسکتی تھی، چنانچہ ۲۹ھ میں خراسان، کرمان، سجستان اور مکران کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی گئی، اور بدعہدی اور بے وفائی کے نتیجہ میں مقامی لوگوں کو بڑے سخت حالات کا مقابلہ کرنا پڑا کیونکہ ان تمام بلاد و امصار کے باشندوں نے بڑی حد تک اپنی شرائط پر صلح و مصالحت کی تھی اور اسلامی فوج نے ان کے مفاد کے پیش نظر ان سے عہد و پیمان لیے اور ان معاہدوں کے پاس اور احترام میں انتہائی احتیاط کی، پھر بھی یہاں کے ذمہ داروں نے شورش و سرکشی کی راہ اختیار کر کے انتشار اور لاقانونیت کی گرم بازاری کی، اس لیے ان کے ساتھ وہی سلوک ہوا جو کسی ملک کے باغیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ تمام علاقے قانوناً خلافت اسلامیہ کے حصے ہو چکے تھے، اور ان میں بدامنی اور بدعہدی کی وجہ سے خلافت کے اندرونی علاقوں میں بد نظمی اور غیر اطمینان بخش حالت پائی جاتی ہے، اس لئے سخت تادیبی کارروائی کرنا پڑی۔ اس نئے انتظام اور تازہ کارروائی کے تحت مذکورہ بالا مقامات کی شورش ختم کرنے کے لئے امراء فوج نے سخت اقدامات کئے، امیر خراسان عمیر بن عثمان بن سعدؓ نے پورے علاقہ خراسان کی ابتری اور بغاوت فرو کرتے ہوئے شمال میں فرغانہ تک کا علاقہ فتح کیا، اور شدید قسم کی سیاست پر عمل کر کے سرکشوں کے جان و مال کی

کوئی پروا نہیں کی، امیر سجستان عبداللہ بن عمر لپٹی خضنے پورے سجستان کو قتل و غارت کے ذریعہ رام کیا اور کابل تک کا پورا علاقہ اپنے زیر تصرف کر لیا، اسی طرح امیر مکران عبید اللہ بن معتمر بھی نے شدید جنگ کے بعد دریائے مکران تک فتح کر لیا۔ اور یہ مقتوحہ ممالک چار پانچ سال کی خود سری اور شورش پسندی کے بعد کڑی تادیب و سیاست کے نتیجے میں پھر خلافت اسلامیہ کے قلمرو میں نہ صرف باقاعدہ شامل ہو گئے، بلکہ مکران میں پہلی بار دربار خلافت سے امرا و عمال کی تقرری ہوئی اور یہاں خلافت کے احکام و اوامر کا اجرا ہوا۔

۲۹

پھر اسی سال ۱۹ء میں مشرقی ممالک کے عراقی مرکز بصرہ کے نظام میں تبدیلی ہوئی اور اسی کے ساتھ اس سے متعلقہ علاقوں اور ممالک میں نظم و نسق میں تغیر و تبدل کیا گیا، چنانچہ حضرت عثمان نے عبداللہ بن عامر بن کریرہ کو بصرہ کی حکومت دے کر حضرت ابو ذی اسحق اشعریؓ کو معزول قرار دیا، اور سوا د بصرہ کے تمام علاقوں کے انتظام پر حصین بن ابوالحر کے بجائے عبداللہ بن عامر بن کریرہ امیر بنائے گئے، اس طرح ان کے اختیارات مشرقی ممالک یعنی خراسان، سجستان، کرمان اور سندھ و مکران کے بارے میں اور زیادہ ہو گئے اور ان ممالک کی حربی اور انتظامی امارت بھی ان کے سپرد ہو گئی، نیز حضرت عثمان نے کچھ دنوں کے بعد مشرقی ممالک کی امارتوں میں حسب ضرورت و مصلحت یوں تبدیلی فرمائی کہ عبید اللہ بن معتمرؓ کو مکران کی امارت سے ہٹا کر فارس کی حکومت دی، اور ان کی جگہ مکران میں عمر بن عثمان بن سعدؓ کو متعین کیا، مگر کچھ دنوں کے بعد یہاں کے انتظام و امارت میں پھر تغیر و تبدل کرنا پڑا، اور عمر بن عثمانؓ کی جگہ مکران کی امارت ابن کندیر قشیریؓ کو دی گئی جو حضرت عثمان کی شہادت (۳۵ھ) تک اپنے عہدہ پر قائم رہے، یعنی ۲۹ھ سے ۳۵ھ تک (چھ سال کی مدت میں) مکران میں خلافت کی طرف سے تین امرا حکام مقرر کئے گئے (۱) فاتح مکران عبید اللہ بن معتمرؓ (۲) عمر بن عثمان بن سعدؓ اور (۳) سعید بن کندیر قشیریؓ، عہد فاروقی میں ۲۳ھ کے بعد فاتح مکران حکم بن عمرو ثعلبیؓ کے علاوہ کسی اور امیر و حاکم کا نام نہیں ملتا پھر ان کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ فتح کے بعد کتنے دن یہاں مقیم رہے، ابتداء میں سہل بن عدی

بھی یہاں کے امور و معاملات میں حکم بن عمرو کے ساتھ تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت سے آگے نہ بڑھنے کے سلسلہ میں جو تحریری سماعت روانہ کی تھی وہ دونوں بزرگوں کے نام تھی اس اعتبار سے عہد فاروقی میں یہ دونوں حضرات مکران کے امیر و حاکم تھے، باقاعدہ امیر حکم بن عمرو تھے اور سہل بن عدی کی حیثیت معین و مددگار کی تھی،

فہرج اور مکران کی چوتھی فتح سنہ ۳۷ھ | سنہ ۳۷ھ میں کرمان و سجستان کی فتوحات کے ضمن میں سندھ کا مشہور علاقہ فہرج بھی فتح ہوا، بلاذری کا بیان ہے کہ سنہ ۳۷ھ میں حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز بصرہ سے فوج لے کر کرمان کے علاقہ شق شیرجان کی بغاوت فرو کرنے کے ارادے سے چلے، اور حضرت ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ کو سجستان کی سمت روانہ کیا، ربیع بن زیاد بصرہ سے چل کر فہرج آئے اور اسے فتح کر کے پچھتر فرسخ کا صحرا فتح کیا اور مقام زالق پر ان کے جشن کے دن حملہ کیا وہاں کے حاکم نے بہت زیادہ سونا چاندی دے کر اپنا فدیہ ادا کیا، اس کے بعد ربیع بن زیاد کمر کوہ ہیسون اور زرننگ فتح کرتے ہوئے دریائے ہند مند کے اس پار گئے اور نوق، دشت، ناشرور وغیرہ فتح کئے اے اس سے پہلے امیر بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ کو کرمان اور مکران کے فوجی شہسواروں کا امیر بنایا تھا، نیز آگے چل کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ربیع بن زیاد نے بستر، رنج اور سندھ کے بلاد و اور کو فتح کیا،

ربیع بن زیاد نے سنہ ۳۷ھ میں فہرج کے علاوہ مکران اور سندھ کے دیگر علاقوں میں شاندار فتوحات حاصل کیں، چنانچہ ان ہی ایام میں عرب کے مختلف قبائل نے جمع ہو کر اپنے اپنے مجاہدانہ فاتحانہ کارناموں پر مفاخرہ کیا اور اپنی خدمات کے اعتراف و اظہار میں قصائد پڑھے، اسی مجمع میں مشہور شہسوار اور بہادر صحابی حضرت عمرو بن معدیکرب نے تیس اشعار کا ایک زمریہ و زجر یہ قصیدہ سنایا جس کے آخری چار اشعار میں مکران اور سندھ میں حضرت ربیع کے مجاہدانہ کارناموں کا تذکرہ تھا اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

مَنْ الدَّيَّانُ بِرُوضَةِ السُّلَّانِ فَالْزَمْتَيْنِ، فِجَانِ الصَّهَابِ
روضۂ سلان، مقامِ رقتین اور حمان کی سمت میں یہ کس محبوبہ کے دیار ہیں

اور آخر کے چار اشعار یہ ہیں

وَالْقَادِسِيَّةُ حَيْثُ زَا حِمِ رِسْمِ كُنَا الْحِمَاةَ بَعْدَ كَالِ الشُّطَانِ
جنگِ قادسیہ میں جب رستم نے سخت مقابلہ کیا تو ہم رستیوں کی طرح عورتوں کے محافظ و نگراں تھے

الضَّارِبِينَ بِكُلِّ ابْيَضَ مُحْزَمِ وَالطَّاعَتِينَ حِجَامِ الْاضْغَانِ
ہم تیز دھار والی چمکتی ہوتی تلواروں سے دشمنوں کو مار رہے تھے اور کینہ سے بھرے ہوئے مسینوں پر نیزوں کی بارش کر رہے تھے

وَمَضَى رَيْحٌ بِالْجُنُودِ مُشْرِفًا يَنْوِي الْجِهَادَ وَطَاعَةَ الرَّحْمَنِ
اور ریح بن زیاد فوجوں کو لے کر بڑھتے چلے جاتے تھے، ان کی نیت جہاد اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت تھی

حَتَّى اسْتَبَاحَ قَرْيَ سَوَادٍ وَفَارِسَ وَالسَّهْلَ وَالْأَجْهَالَ مِنْ مَكْرَانَ
یہاں تک کہ انھوں نے سوادِ عراق کے دیہاتوں اور فارس کو اور مکران کی نرم زمینوں اور دشوار سخت پہاڑوں کو فتح کیا

فَهَرَجَ يَابَهْرَجَ سِنْدَھِ كَے مَشْهُورِ شَہْرُوں مِیں سَجِسْتَانِ كِی طَرَفِ جِبَالِ پَایہ كَے حُدُودِ مِیں وَاقِعِ تھَا،
اصطخر می نے لکھا ہے کہ مسواہی، بہرج اور سند و سمان یہ تینوں شہر دریائے سندھ کے مغرب میں

ہیں، مقدسی بشاری نے اسے منصورہ کی سلطنت میں شمار کیا ہے، اور یاقوت حموی نے بہرہ نام سے مکران کے ایک شہر کا ذکر کیا ہے جس سے مراد یہی شہر ہے، چونکہ یہ مکران اور سندھ کی شمالی

حدود میں سجستان سے متصل تھا، اس لئے اس کا شمار سندھ اور مکران دونوں میں ہوا ہے، حضرت عمرو بن معدیکرب نے بھی آخری شعر میں اس جہاد کے ذکر میں مکران ہی کا نام لیا ہے، ہمارے خیال

میں فہرج، بہرج اور بہرہ تینوں نام کو وہ پایہ کی تعبیر میں اور اس سے مراد پایہ کے پہاڑی علاقے ہیں جو سجستان سے مکران اور سندھ کی طرف آتے ہوئے پڑتے ہیں، حضرت علیؑ کے آخری دور خلافت

میں حضرت حارث بن مرہؓ اپنی فوج لے کر جبالِ پایہ سے مکران اور قندابل و قیقان میں فاتحانہ

داخل ہوئے تھے، یہ مقام سجستان مکران اور سندھ کے درمیان میں واقع تھا، اور یہاں سے ان تینوں علاقوں کی سرحدیں ملتی تھیں، اسی لئے کسی نے فہرج کو سجستان کی حد میں شمار کر کے اس کی فتح کو سجستان کی فتوحات میں بیان کیا ہے، کسی نے اسے سندھ کا علاقہ مان کر اس کی فتح کو یہاں کی فتح مانا ہے اور کسی نے اسے مکران کے حد میں داخل کیا ہے،

بہر حال فہرج اور اطراف و جوانب کے سرکش علاقوں کو زیر کرنے کے بعد ربیع بن زیاد ڈھائی سال تک مقام زرنگ میں مقیم رہے، اس مدت میں حضرت امام حسن بصریؒ ان کے کاتب اور میرنشتی یا سکریٹری بن کر غزوات و فتوحات اور سفر و حضر میں ساتھ ساتھ رہے، ظاہر ہے کہ فہرج کی فتح میں حضرت حسن بصریؒ بھی حضرت ربیع بن زیاد کے شریک رہے ہوں گے حضرت ربیع دیگر مقامات کی طرح ڈھائی سال تک (سلسلہ سے سلسلہ تک) فہرج کے بھی امیر تھے یا قوت حموی نے عمرو بن معدیکرب کے قصیدہ کے دو اشعار معمولی اختلاف کے ساتھ یوں نقل کیے ہیں۔

قوم ہم ضرر بوالجباب را ذلغوا بالمشرقیۃ من بنی ساسان
انہوں نے بنی ساسان (شہان ایران) کے جابروں کو جب انہوں نے سرکشی کی تو چمکتی ہوئی تلواروں سے مار
حتی استبح قری السواد وفارس والسهل والاجبال من مکران
یہاں تک کہ سواد عراق کے دیہات اور فارس کے مقامات اور مکران کے نرم و سخت علاقہ جات فتح کر لیے گئے
اور لکھا ہے کہ مکران کی عملداری تیرے قصد ارتکاب بارہ مرحلہ ہے، مکران سے مراد اس شعر میں
یہی علاقہ ہے

بلوچستان کی دوسری فتح | معلوم ہو چکا ہے کہ عہد فاروقی میں ۲۳ھ میں حضرت سہل بن عدی نے کرمان کی فتوحات کے ضمن میں قفس یعنی بلوچستان کو فتح کیا تھا، مگر بعد میں یہاں کے باشندوں نے بھی مکران وغیرہ کے باشندوں کی طرح بغاوت و شورش اور بدعہدی کا بازار گرم کیا، اس

یہ عہد عثمانی — سلسلہ ۳۷ میں پھر کرمان ہی کی مہم میں بلوچستان دوبارہ فتح کیا گیا۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ سلسلہ ۳۷ میں حضرت مجاشع بن مسعود سلمیٰ خنجراسان اور سجستان فتح کرتے ہوئے کرمان پہنچے اور اسے فتح کرنے کے بعد قفص (بلوچستان) آئے تو مقام ہرموز میں کرمان وغیرہ سے بھاگے ہوئے عجمیوں اور ایرانیوں کی ایک جمعیت نے مقابلہ کیا حضرت مجاشع نے ان سے جنگ کر کے فتح حاصل کی، اور بہت سے دشمنوں نے بحری راستہ سے راہ فرار اختیار کی، ان میں سے کچھ تو جنوب میں مکران میں اگریناہ گزریں ہوئے اور کچھ شمال میں سجستان چلے گئے، ان کے ادھر ادھر بھاگ جانے کی وجہ سے مسلمانوں نے کرمان اور ہرموز میں ان کے مکانات اور کھیتوں پر قبضہ کر لیا اور وہاں آباد ہو کر کھیتی باڑی کی، اور ان کے عشر کی رقم دربار خلافت کو روانہ کی، آب پاشی اور پانی پینے کے لیے کنویں بھی کھودے گئے۔

اس سلسلہ میں ابن اثیر نے بھی سلسلہ ۳۷ کے واقعات میں لکھا ہے عبداللہ بن عامر بن کریر نے کرمان کو فتح کر کے وہاں کی حکومت مجاشع بن مسعود سلمیٰ کو دی، اور انھوں نے باقی علاقوں کو فتح کیا، پھر سیرجان اور جیرفت کی فتح کے بعد بلوچستان آئے جہاں ہزیمت خوردہ دشمنوں نے بھاری جمعیت اکٹھا کر رکھی تھی، حضرت مجاشع نے ان کو شکست دے کر یہاں بھی قبضہ جمایا۔

عہد عثمانی میں ہندوستان کے شمالی علاقہ میں مسلمانوں کی مستقل آبادی ہم پہلی بار دیکھ رہے ہیں جہاں وہ کھیتی باڑی، آب پاشی اور مکانات کی تعمیر میں مصروف نظر آتے ہیں اور یہ پہلا موقع ہے کہ اس ملک کے مسلمانوں کی طرف سے عشر کی رقم بیت المال میں داخل کی گئی، اس سے پہلے عہد فاروقی میں یہاں کے مال غنیمت کا خمس بیت المال میں داخل کیا جا چکا تھا، مگر عہد عثمانی میں یہاں مسلمانوں کی پہلی آبادی ہوئی اور ان کی رقم مدینہ منورہ روانہ کی گئی، متعدد امراء کی تقرری کے بعد اس ملک میں عہد عثمانی کی یہ دوسری خصوصیت ہے، اس زمانہ میں بلوچستان کرمان میں شامل تھا اس لئے کرمان کے امیر و حاکم حضرت مجاشع بن مسعود سلمیٰ بلوچستان کے بھی

۱۔ فتوح البلدان ص ۴۴۲ لے کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۹

امیر تھے جبکہ مکران میں مستقل امراء موجود تھے۔

علاقہ سندھ داؤر کی فتح ۳۳ھ | اسی عہد میں سندھ کا شمالی علاقہ داؤر کش کے اطراف کے بعض ہندوستانی علاقے بھی فتح ہوئے، بلاؤری کا بیان ہے ۳۳ھ میں والی عراق عبداللہ بن عامر بن کریر نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی امارت و حکومت دی، اس وقت یہاں بھی بغاوت اور بدعہدی پھیل چکی تھی۔ عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے حاکم زرننگ کے قلعہ کا محاصرہ کیا اس وقت وہاں ایرانیوں کا ہتھیار منایا جا رہا تھا، حاکم زرننگ نے جنگ کرنے کے بجائے مسلمانوں سے صلح کر لی، اس کے بعد عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے جنوبی علاقوں کا رخ کیا اور ایک طرف زرننگ اور کش کے درمیان ہندوستان کی سمت کا تمام علاقہ فتح کر لیا اور دوسری طرف رنج اور داؤر کے درمیان کا سارا علاقہ ان کے قبضہ میں آگیا، اس کے بعد علاقہ داؤر میں جا کر زوریا زون نامی پہاڑی مقام میں دشمن کا محاصرہ کیا، اور صلح و مصالحت کے ذریعہ فتح حاصل کی، اور زوریا زون کے بت خانے کا رخ کیا، اس میں سونے کا بت تھا جس کی دونوں آنکھیں یا قوت کی تھیں، آپ نے اس کا ہاتھ جدا کر کے آنکھوں سے دونوں یا قوت نکال لئے، اور حاکم داؤر سے کہا کہ تم یہ سونا اور جو ہر لے لو، مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے، میں تو تم کو بتا رہا تھا کہ یہ بت نفع یا نقصان نہیں پہونچا سکتا، داؤر کی فتح کے موقع پر مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا، اسلامی فوج کی تعداد آٹھ ہزار تھی، اور ہر سپاہی کے حصہ میں چار چار ہزار کی رقم آئی۔

یا قوت جموسی نے لکھا ہے کہ سرزمین سندھ کے بلاد داؤر میں زور نامی سونے کا ایک بت تھا جو جواہر سے مرصع تھا، اسے زون بھی کہتے تھے، لہٰذا ان سرکش علاقوں کی فتوحات کے بعد عبدالرحمن بن سمرہ نے مقام زرننگ میں مستقل طور سے قیام کیا۔ اور اسی زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اندرونی اتہری پیدا ہونی شروع ہو گئی تو وہ امیر بن احمر شکاری کو اپنی جگہ مقرر کر کے بھستان سے واپس چلے آئے، عبدالرحمن بن سمرہ ۳۳ھ سے ۳۵ھ تک بھستان کی امارت کے

لہ فتوح البلدان ص ۳۸۶۔ مجمع البلدان ج ۵ ص

زمانہ میں ہندوستان کے ان شمالی علاقوں کے بھی امیر رہے جو کش کی سمت واقع تھے اور جن کو انھوں نے سحستان کی فتوحات کے سلسلے میں فتح کیا تھا، اسی طرح سندھ کے شمالی علاقہ دار کے بھی امیر تھے، جب کہ مکران میں بھی مستقل امرار و حکام موجود رہتے تھے۔

قنڈاہیل کی پہلی فتح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سندھ کے مرکزی شہر قنڈاہیل کے بارے میں پہلی مرتبہ معلومات حاصل کیں اور وہاں کے اتر حالات سے آپ کو باخبر کیا گیا، اس کے بعد آپ نے وہاں کوئی مستقل ہم روانہ نہیں فرمائی، اور نہ ضمنی طور سے وہاں پر حملہ کی کوئی روایت ملتی ہے، البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہاں مجاہدین اسلام کے حملہ آور ہونے کا پتہ چلتا ہے، مگر اس سلسلہ میں کوئی مستقل روایت نظر سے نہیں گذری بلکہ طبقات ابن سعد میں حضرت سہیلہ بنت عمر شیبانیہؓ کے ذکر میں ان کے شوہر حضرت صفی بن قیس شیبانیؓ کے عہد عثمانی میں قنڈاہیل میں ہونے کی تصریح پائی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں یہاں فتوحات ہوئی تھیں۔ وہ اپنے شوہر کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ۔

لُحی الی زوجی من قنڈاہیل صیفی	میرے شوہر صفی بن قیس کے مرنے کی خبر پر
بن قیس فلتزوجت بعدا العباس	پاس قنڈاہیل سے آئی تو میں نے ان کے بعد
بن طریف اخا بنی قیس، ثم	بنی قیس کے ایک شخص عباس بن طریف سے
ان زوجی الاول جاءنا فارتفعنا	شادی کر لی اس کے بعد میرے پہلے شوہر
الی عثمان الخ۔	ہم گئے اور ہم اپنا معاملہ حضرت عثمانؓ کے پاس لے گئے

اس روایت سے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قنڈاہیل پر فوج کشی کی گئی اور وہاں مجاہدین اسلام کی ایک جماعت موجود تھی، البتہ اس کے زمانہ کی تعیین نہ ہو سکی، اس روایت سے چھ نامہ کی اس تصریح کی تصدیق ہوتی ہے کہ قنڈاہیل حضرت عثمان کے دور خلافت میں اسلامی فوج کی چھاؤنی تھا اور یہاں شہ سواروں کی ایک جماعت ہر وقت موجود

رہا کرتی تھی تاکہ بوقت ضرورت اطراف و جوانب کی حربی سرگرمیوں میں اس سے مدد لی جاسکے۔
 الغرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دور خلافت میں ۲۹ھ سے ۳۵ھ تک چھ سات سال کی مدت میں ہندوستان کے حدود میں چار زبردست فتوحات ہوئیں اور یہاں خلافت کی طرف سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر سیاسی و ملکی انتظامات کیے گئے، ان حدود میں مسلمانوں کی آبادیاں قائم ہوئیں، اور کسی علاقہ میں بد عہدی اور بد نظمی نہیں ہونے پائی۔

مکران کی پانچویں فتح اور نہرج بھال پایہ یقینان | اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ کا دور خلافت اور قندابل وغیرہ کی فتوحات ۳۶ھ تا ۳۸ھ (ذو الحجہ ۳۵ھ تا رمضان ۳۶ھ) کا پانچ سالہ دور زیادہ تر باہمی مشاجرات میں گزرا، اور جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان وغیرہ کی وجہ سے بیرونی ممالک کی فتوحات و انتظامات کی طرف نسبتاً زیادہ توجہ نہ ہو سکی پھر بھی متعدد فتوحات ہوئیں، مکران، سجستان اور سندھ وغیرہ کی پرانی ابتری لوٹ آئی، اور ان کے باشندے اپنی روایت کے مطابق تمام عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر خود سری پر اتر آئے، بلکہ حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں میں ایسے افراد پیدا ہو گئے جنہوں نے سندھ و مکران سے متصل ملک سجستان میں مفاد پرستی اور استحصال کی روش اختیار کر کے یہاں کے سرکشوں اور باغیوں سے میل جول پیدا کر لیا، اور حضرت علی رضی اللہ کو پہلی فرصت میں ان حالات سے سننا پڑا۔ جیسا کہ معلوم ہوا حضرت عثمان کے آخری دور میں حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ سجستان کی امارت پر امیر بن احمد لشکری کو زرنگ میں متعین کر کے واپس چلے آئے تھے اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ کی شہادت، اور حضرت علی رضی اللہ کی اندرونی کشمکش کی وجہ سے زرنگ والوں نے امیر بن احمد کو نکال کر شہر کا دروازہ بند کر دیا، اور سرکشی کی راہ اختیار کی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حاکم بن عتاب حبلی اور عمران بن فضیل برحجی نے عرب کے سرکشوں کی ایک جماعت لے کر سجستان کا رخ کیا، پہلے مقام زالق میں آئے جہاں کے باشندے بد عہدی و سرکشی کر چکے تھے، ان

لوگوں نے یہاں سے بہت سامان حاصل کیا، پھر زرننگ پہونچے جہاں سے امیر بن احمد کو نکال دیا گیا تھا، حاکم زرننگ نے ڈر کر ان سے صلح کر لی، اور ان عرب ہواخواہوں نے سجستان کے علاقہ میں اپنی امارت و حکومت کا رنگ اختیار کر لیا، جب حضرت علی رضا کو یہ حالات معلوم ہوئے تو آپ نے جنگ جمل سے فارغ ہوتے ہی ۳۲ھ میں عبدالرحمن بن خضر طائی کو سجستان روانہ کیا جن کو ہسک بن عتاب حبلی نے قتل کر دیا، اس کے بعد عون بن جعدہ مخزومی کو روانہ کیا ان کو بھی بہدالی طائی جو رنے راستہ میں قتل کر دیا، آخر حضرت علی رضاؑ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کسی مناسب آدمی کو چار ہزار فوج کے ساتھ سجستان روانہ کریں چنانچہ انھوں نے ربیع بن کاس عنبری کو چار ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا، نیز ان کے ساتھ حصین بن ابوالحجر عنبری اور ثابت بن ذی الحجزیری کو بھیجا، ربیع بن کاس عنبری نے سجستان پہونچتے ہی تمام خرابیاں دور کیں اور عرب کے ہواپرستوں اور سجستان کے سرکشوں کی سرکوبی کر کے ہر طرف امن و امان قائم کیا، اس طرح سجستان کی بدعہدی اور شورش کو بہت ختم کر دیا گیا اور سال دو سال کے اندر اندر یہاں خلافت کی طرف سے باقاعدہ امارت قائم ہو گئی، مگر ۳۵ھ کے بعد سے مکران اور سندھ کی اتبری کئی سال تک جاری رہی، سجستان کی شورش اور بغاوت درحقیقت قدیم ہندوستان کی شورش اور بغاوت تھی اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مکران اور سندھ وغیرہ پر خلافت سے بغاوت اور عہد و پیمان سے انحراف کا رنگ کس قدر گہرا چڑھ گیا تھا، اور یہاں پر فوج کشی کر کے تادیب و سیاست کی کتنی شدید ضرورت تھی، مگر حضرت علی رضاؑ کو اندرونی خلفشار کی وجہ سے ادھر توجہ کرنے کا موقع چار پانچ سال کے بعد ملا، حضرت علی رضاؑ اللہ عنہ ذوالحجہ ۳۵ھ میں خلیفہ ہوئے اس کے چھ سات ماہ کے بعد حمادی الاخریٰ ۳۶ھ میں واقعہ جمل پیش آیا، پھر سات آٹھ ماہ کے بعد صفر ۳۷ھ میں واقعہ صفین رونما ہوا، اور ۳۸ھ میں مقام نہروان میں خوارج سے جنگ ہوئی، خلافت راشدہ کا یہ آخری دور بڑے ابتلا و آزمائش میں گذرا اور بیرونی معاملات پر بہت کم توجہ ہو سکی، مگر جوں ہی اس سے مہلت ملی

فوراً ان کی دستگی کے لیے اقدام کیا اور مکران و سندھ میں پہلی فرست میں مہم روانہ کی گئی، بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں ۳۳ھ کے آخر یا ۳۴ھ کے شروع میں حضرت حارث بن مرہ عبدی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرضی و اجازت سے قذافیانہ اور متطوعانہ طور سے بھاری فوج لے کر تغربہ ہند کا رخ کیا، اور یہاں ان کو شاندار فتوحات حاصل ہوئیں اور اس قدر کثیر مقدار اور تعداد میں مال غنیمت اور جنگی قیدی ہاتھ آئے کہ انہوں نے ایک دن میں ایک ہزار قیدی اپنے سپاہیوں میں تقسیم کیے۔

مگر خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اسے ۳۶ھ کے واقعات میں درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس سال حارث بن مرہ عبدی نے مسلمانوں کو غزوہ ہند کی دعوت دی، وہ مکران کے علاقہ کو عبور کرتے ہوئے بلاد قندابل پہنچ گئے، پھر یہاں غزوات و فتوحات کر کے آگے بڑھے اور قیقان کے اندر پہاڑی علاقوں میں گھستے چلے گئے اس جنگ میں بہت سے قیدی ہاتھ آئے پھر خلیفہ بن خیاط نے آگے چل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمال و حکام کے ذکر میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حارث بن مرہ عبدی نے ایک لشکر تیار کر کے مکران کا رخ کیا اور جنگ کے بعد فتحیاب ہوئے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ مگر اس کے بعد (۳۵ھ) میں دشمنوں نے ہر طرف سے جمعیت اکٹھا کر کے زبردست فوجی تیاری کی اور حارث بن مرہ عبدی ۱۶ اور دشمنوں کے درمیان سخت مقابلہ ہوا، جس کے نتیجہ میں چند مجاہدوں کے علاوہ حارث بن مرہ اور ان کے تمام ساتھی شہید کر دیے گئے اس کے بعد حضرت معاویہ کے زمانہ تک اس علاقہ میں جہاد نہیں ہوا۔ ۳۵ھ حارث بن مرہ اور ان کی بیشتر فوج کی شہادت ۳۵ھ کا تذکرہ بلاذری وغیرہ نے بھی کیا، یہ حادثہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا اور انہوں نے اسی سال راشد بن عمر و عبدی جدیدی کی قیادت میں مکران پر فوج کشی کرائی جیسا کہ آئے گا۔

اس سلسلے میں چھ نامہ کا بیان سب سے زیادہ مفصل ہے مگر اس میں اس مہم کی امارت

۱۔ فتوح البلدان ص ۲۲۱ ۲۔ ص ۸۱ ۳۔ تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۱۴ ۴۔ ص ۲۱۵ ۵۔ ص ۲۲۹

میں تاغربن و مردان دونوں ناموں میں شدید قسم کی تحریف و تحریف ہے) کا نام ہے اور حارث بن مرہ عبدی کو اس فوج کا بہادر سپاہی بتا گیا ہے جو تمام مورخوں کی تصریح کے خلاف ہے اور حارث بن مرہ عبدی کی امارت و قیادت صحیح ہے، بہر حال اس کتاب میں لکھا ہے کہ شہداء کے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشائخ و اشراف کی ایک جمعیت کے ساتھ تاغربن و مردان کو ہندوستان کی مہم پر روانہ کیا، اسلامی فوج میں حارث بن مرہ نہایت بہادر اور جاں باز سپاہی تھے، ان کے علاوہ تین غلام تھے جو بہادری میں یکتا تھے، تاغربن نے ان تینوں میں سے ایک غلام کو ایک ہزار شہ سواروں کا امیر بنایا اور باقی دو کو پانچ پانچ سو کی پیدل فوج کی امارت دی، اسلامی فوج بہر ج اور پایہ کے پہاڑی راستوں سے ہندوستان میں داخل ہوئی اور مکران کو فتح کرتے ہوئی قیقان تک پہنچ گئی، راستہ میں جبال پایہ کے باشندوں نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر مقابلہ کی پوری تیاری کی، اور بہت بڑی جمعیت اکٹھا کر کے جنگ کی مگر مسلمانوں نے ان کو شکست دے کر آگے کی راہ لی، اور جب قیقان کے قریب پہنچے تو مقامی باشندوں نے اطراف و جوانب سے مدد طلب کر کے مقابلہ کیا، ان کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی، سخت معرکہ کے بعد اہل قیقان شکست کھا کر پہاڑوں میں پناہ گزین اور روپوش ہو گئے، اور مجاہدین اسلام فاتح و غنائ بن کر اپنے مرکز پر واپس چلے گئے،

مگر اہل قیقان اس ہزیمت کے بعد بھی ہمت نہیں ہارے، بلکہ اندر ہی اندر اطراف و جوانب سے زبردست طاقت جمع کر کے اسلامی فوج پر اپنا ٹک حملہ آور ہوئے، مجاہدین اسلام نے بھی ہمت اور بہادری سے کام لے کر مقابلہ کیا، اور فرط جوش میں اللہ اکبر کے نعرے اس طرح بلند کیے کہ چاروں طرف سے پہاڑوں کی گھاٹیاں گونج اٹھیں اور قیقانیوں کے دل دہل گئے، ان میں سے بہت سے اس آواز کے رعب و داب کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے، اور کہتے ہی اسی وقت حلقہ یگوش اسلام ہو گئے، عین اسی جنگ میں اسلامی فوج کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی اور مسلمان اس خبر کو سنتے ہی مکران واپس چلے گئے لہ اس کے بعد

حضرت حارث بن مرہ عبدی کی امارت و قیادت میں اسلامی فوج مکران، قندابیل اور قیقان وغیرہ کے سرکشوں کو غزوات و فتوحات کے ذریعہ زیر کرتی رہی حتیٰ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں سکہ ۲ھ میں قیقان کے معرکہ میں حارث بن مرہ اور اسلامی فوج کا بیشتر حصہ شہادت سے ہمکنار ہو گیا۔

خلافت راشدہ میں پہلی بار قندابیل اور قیقان کی فتوحات سننے میں آئیں ورنہ اس سے پہلے مکران اور سندھ کے نام آتے تھے، درحقیقت یہ دور علوی کی قلب سندھ میں پیش قدمی تھی، اس سے پہلے مکران مسلمانوں کا آخری مرکز تھا اور وہاں سے وقتاً فوقتاً جنوب میں سندھ کے علاقوں میں مجاہدین کی یلغار اور لٹکار ہوا کرتی تھی، سکہ ۳۶ھ یا سکہ ۳۷ھ میں پہلی بار مسلمانوں نے سندھ کے دو مرکزی شہروں قندابیل اور قیقان پر قبضہ کیا اور حضرت عمرؓ نے قندابیل کے بارے میں جو ارادہ فرمایا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پورا ہوا اور مکران کے بعد سندھ بھی باقاعدہ قانونی طور سے خلافت اسلامیہ کا حصہ قرار پایا، قیقان گیکان کا معرب ہے، قدیم زمانہ میں قلات کو قیقان کے نام سے یاد کرتے تھے یہاں کے قیقانی گھوڑے مشہور ہیں، قندابیل قلات ڈوئین میں واقع ہے، آج کل اسے گھنڈادہ کہتے ہیں درہ بولان اسی میں واقع ہے۔ یہ دونوں مقامات شمالی ہند میں واقع ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ابن کندیہ قشیری رح مکران کی امارت پر فائز تھے اس کے بعد معلوم نہیں عہد علوی میں ان کی امارت باقی رہی یا ختم ہو گئی تھی البتہ سکہ ۳۶ھ یا سکہ ۳۷ھ سے سکہ ۴۰ھ تک مکران اور سندھ دونوں علاقوں کے حربی اور انتظامی امور معاملات کے ذمہ دار حارث بن مرہ عبدی تھے، حتیٰ کہ سکہ ۴۰ھ میں حضرت معاویہ کے ابتدائی دور میں شہید ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی ہندوستان میں متعدد شاندار فتوحات ہوئیں اور مال غنیمت اور فدیہ ہاتھ آئے بہر حال پایہ مکران قندابیل اور قیقان وغیرہ کی فتوحات عہد علوی کے خصوصی کارنامے اور روشن خدمات ہیں، اور اس

دور میں دور رس نتائج ظاہر ہوئے۔

مکران اور سندھ کے بڑی اور بحری راستے | جیسا کہ معلوم ہوا، خلافت راشدہ میں مکران اور سندھ میں مسلمانوں کی آمد عام طور سے

فارس، خراسان، سجستان اور کرمان کی طرف سے ہوئی اور دشوار گزار ریگستانی راستوں اور پہاڑی دروں سے ان کے قافلے اس ملک میں داخل ہوئے، اور بعض اوقات بصرہ سے بحری راستے سے بھی آئے،

مکران کا آخری شہر جو بلاد سجستان سے ملا ہوا تھا۔ وہاں سے سندھ کے آخری شہر برہمناباد تک جسے بعد میں منصورہ کہتے تھے کل بری مسافت ۳۵۸ فرسخ تھی اور بعد میں اس علاقہ سے گزرنے کے لیے حسب ذیل منزلیں اور مسافتیں طے کرنی پڑتی تھیں۔

- (۱) فہرج سے طابران (طوران) دس فرسخ (۲) وہاں سے باسور جاں چودہ فرسخ (۳) وہاں سے قریہ بجی بن عمرو دس فرسخ (۴) وہاں سے ندر دس فرسخ (۵) وہاں سے مدر دس فرسخ (۶) وہاں سے ومارہ نو فرسخ (۷) وہاں سے درک بالویہ نو فرسخ (۸) وہاں سے تجین دس فرسخ (۹) دہان سے مقاطعہ البلوس (بلوچستان) بیس فرسخ (۱۰) دہان سے جبل مارح (نمکین پہاڑ) چھ فرسخ (۱۱) وہاں سے نخل نو فرسخ (۱۲) وہاں سے قلمان چھ فرسخ (۱۳) وہاں سے سرانے خلف چار فرسخ (۱۴) وہاں سے فنر پور (قنر پور) تین فرسخ (۱۵) وہاں سے حبشہ دس فرسخ (۱۶) وہاں سے قصدار (قنر دار) دس فرسخ (۱۷) دہان سے جور چالیس فرسخ (۱۸) وہاں سے اسدوشان (سدوشان) چالیس فرسخ (۱۹) وہاں سے منصورہ (سابق برہمناباد) اتنی فرسخ اور سجستان کے شہر زنگ سے پنجاب کے شہر ملتان تک کی درمیانی مسافت دو ماہ کی تھی۔ یہ تمام راستے جاٹوں کے علاقوں میں تھے۔ اور قافلوں کو ان کی لوٹ مار اور غارت و قتل سے بھٹنا پڑتا تھا۔ قدیم اعداد و شمار کے لحاظ سے ایک فرسخ بارہ ہزار ذراع کا ہوتا ہے اور ایک

لہ المسالك والممالك ص ۵۵،

(۹)

خلافت راشدہ اور ہندوستان

ذرائع چوبیس انگلی کا، اور ایک انگلی چھ جو کی اور ایک تہائی فرسخ کو ایک میل کہتے ہیں۔
 مکران اور سندھ کے علاقوں میں بری راہ سے مسلمانوں کی آمد عام طور سے تین
 راستوں سے ہوتی تھی۔ اور ان سے وہ شمال سے چل کر جنوب میں داخل ہوتے تھے
 کرمان کی طرف سے ہمند، بروخرو، شیرجان، بکم، اندغار، حیرفت، کوٹے کرتے ہوئے قفس
 یعنی بلوچستان میں داخل ہوتے تھے۔ حضرت مجاشع بن مسعود سلمیٰ ان ہی راہوں سے
 بلوچستان میں آئے تھے۔ سجستان کی سمت سے دو راستے پڑتے تھے۔ ایک فہرج اور دوسرا
 داؤر، ایک طرف سے سجستان کے علاقوں کو طے کرتے ہوئے۔ سندھ کے انتہائی شمالی علاقہ فہرج
 میں آتے تھے۔ پھر پچھتر فرسخ کارگیستانی علاقہ طے کر کے آگے بڑھتے تھے۔ ربیع بن زیاد حارثی
 اسی راہ سے فہرج میں داخل ہوئے تھے۔ دوسری طرف سے سجستان سے زرنگ اور رنج
 ہو کر سندھ کی شمالی سرحد یعنی بلاد داؤر میں آتے تھے۔ عبدالرحمن بن سمرہ ان ہی راہوں
 سے یہاں آئے تھے۔

بعد کے جغرافیہ نویسوں نے عرب و ہند کے درمیان بحری راستوں کی منزلوں اور
 مسافتوں کا اسی طرح تذکرہ کیا ہے۔ ابن خردادزبہ نے بصرہ سے ہندوستان کے بحری راستوں
 کی تفصیل دی ہے۔ جن سے قدیم زمانہ سے عربوں کے تجارتی اور معاشی تعلقات ہندوستان
 اور چین سے تھے۔ اور ان کے درمیان جہازوں کی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ اس نے لکھا ہے
 کہ (۱) بصرہ سے جزیرہ خارک پچاس فرسخ (۲) وہاں سے جزیرہ لاوان آٹھ فرسخ (۳) وہاں
 سے جزیرہ ابیکاوان سات فرسخ (۴) وہاں سے جزیرہ خین سات فرسخ (۵) وہاں سے
 جزیرہ کیسی (یا قیس) سات فرسخ (۶) وہاں سے جزیرہ ابن کاوان اٹھارہ فرسخ (۷) وہاں
 سے ارموز (ہرمز) سات فرسخ (۸) وہاں سے ثارات سات دن یہی مقام فارس اور سندھ
 کے درمیان حد فاصل تھا۔ (۹) وہاں سے دیبل آٹھ دن (۱۰) دریائے سندھ کا دہانہ سمندر

۱۔ فتوح البلدان ص ۳۸۳، ۲۔ ایضاً ص ۳۸۵، ۳۔ ایضاً ص ۳۸۶،

میں دو فرسخ، یہاں پر سندھ کا علاقہ ختم ہو جاتا تھا۔ اور سوراشر، کچھ اور گجرات وغیرہ کا
ہندوستانی علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ چنانچہ دریائے سندھ سے ہو کر براہ سمندر ہندوستان
کا پہلا علاقہ (۱۱) اڑتکین چار دن (۱۲) وہاں سے مید دو فرسخ (۱۳) وہاں سے کوئی دو فرسخ
(۱۴) وہاں سے سندھان (سجانبہائی) اٹھارہ فرسخ (۱۵) وہاں سے ملی ولبیا رپانچ دن (۱۶)
وہاں سے بلین دو دن، بلین سے دو راستے ہو جاتے تھے۔ ایک خشکی میں ہندوستان کے اندر
دوسرا سمندر میں چین کی طرف جاتا تھا۔ ان بحری راہوں اور منزلوں سے عربوں کے جہاز
مشرقی ممالک میں آتے جاتے تھے۔ اور عہد رسالت عہد بنو امیہ اور عہد بنو عباسیہ میں بھی
یہی راستے تھے۔ بلکہ آج بھی بصرہ لائن کے جہاز بمبئی سے ان راستوں سے آتے جاتے ہیں۔
فارس کے علاقے اور شہر یعنی خراسان، بختان، کرمان، بامیان، حیرت، داور، بست
زرنگ وغیرہ، مکران کے شہر تیز، کیز، اربائل، قزلبور، درک وغیرہ۔ طوران کے شہر
قصدار، قندابل، کیز، کاناں، ایل وغیرہ۔ سندھ کے شہر دیبل، منصورہ (قدیم برہمن آباد)
قیقان، سیوستان (سدوسان)، الور، نیرون، بانیہ، بغرور وغیرہ سوراشر و گجرات کے شہر کچھ، کیرج
بھڑوچ، گندھارا، دھنج، بھیلمان وغیرہ، یہ تمام علاقے اور شہر ہندوستان کے مغربی سواحل
پر شمال سے جنوب تک واقع ہیں اور ان کے بالمقابل عرب کے بلاد بحرین، جزائر قطر
شط، بنی جذیمہ، بلاد عمان، ارض مہرہ، شحر، احقاف وغیرہ کے مہرار اور ریگستانی علاقے
واقع ہیں۔ اور دونوں ملکوں کے باشندے ان ہی بحری راستوں سے ایک جگہ سے دوسری
جگہ آتے جاتے تھے۔ اور خلافت راشدہ میں ہندوستان میں بحری مہمات ان ہی راہوں
سے آتی جاتی تھیں۔

برہمی اور بحری راہوں سے تمام غزوات و فتوحات خراسان و بختان کے برہمی
قافلہ اسلام کی آمد راستوں سے ہوئیں، مگر بعض اوقات بحری راستوں

۱۔ الممالک الممالک ص ۶۱ ص ۶۲ ص ۶۳،

سے بھی مسلمانوں کی آمدورفت ہوتی ہے، ہماری تحقیق میں اس زمانہ میں دو مرتبہ اسلام کی فوجیں بحری راستہ سے اس ملک میں داخل ہوتی ہیں پہلی مرتبہ توج سے حضرت عثمان ثقفی اور ان کے بھائیوں نے سٹھانہ، بھروج اور دیبل پر فوج کشی کی اس کی تصریح اس خط میں موجود ہے جسے حضرت عمرؓ نے عثمان ثقفی کے نام روانہ فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ۔

یا اِنَّا ثَقِیفٌ ! حَمَلَتْ دُودًا اے ثقفی ! تم نے کیڑے کو لکڑی پر

علی عود - سوار کر دیا ہے۔

اور دوسری بار سلاطین میں مکران میں بحری راستہ سے اسلامی فوجیں آئی تھیں
تاریخ طبری وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین اسلام بصرہ سے بہاہ سمندر آکر
دریائے سندھ میں داخل ہوئے۔ "اور پھر وہاں سے مکران پہنچے یا پھر مکران کی قدیم
بندر گاتیز پر اترے۔ ان کے دریائے سندھ کی راہ سے آنے پر حضرت سہل بن عدی
کے اس شعر سے روشنی پڑتی ہے۔

وَمَهْرَانُ لَنَا فِيمَا ارَادْنَا مَطِيْعٌ غَيْرُ مُسْتَرْخِي الْعَنَانِ

دریائے سندھ ہمارے مقصد کی کامیابی کے لیے ہمارا اطاعت گزار و فرمانبردار ہے
اس معرکہ میں خود کمران اور سندھ کی فوجوں نے بھی براہ دریا پیش قدمی کی تھی
اور سندھ کا راجہ راسل اپنے تمام لشکر اور سامان جنگ کو لیکر دریائے سندھ کے پار آیا
طبری نے تصریح کی ہے۔

وَعَبَّرَ إِلَيْهِمْ أَسْلَ مَلِكِهِمْ
مَلِكُ السُّنْدِ

ملك السند

اور عہد عثمانی جب کہ رمان اور بلوچستان کو حضرت مجاشع بن مسعود سلمیٰ نے فتح کیا تو نہر ہیت خوردہ فوجیں اور آدمی براہ سمندر کمران اور سجستان میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔ بلاذری نے لکھا ہے۔

وہرب کثیر من اہل کرمان فرکبوا ان میں بہت سے بھاگ کھڑے ہوئے
 البحر، ولحق بعضهم الی مکران اور براہ سمندر کچھ تو مکران پہنچے اور
 واتی بعضهم سجستان۔ کچھ سجستان چلے گئے۔

الغرض خلافت راشدہ میں ہندوستان سے تعلقات اور یہاں کی فتوحات میں بعض
 اوقات بحری اور دریائی راستوں اور کشتیوں اور جہازوں سے کام لیا گیا ہے۔ اور عرب کے
 مسلمان اور ہندوستان کے باشندے دونوں ہی کبھی کبھی بحری اور دریائی اسفار و
 مواصلات سے کام لیتے تھے۔ ویسے باقاعدہ بحری بیڑا حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں
 رومیوں سے بحری جنگوں کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ مگر اس سے پہلے خلافت راشدہ
 میں مشرقی ممالک کی مہمات میں سمندری جہازوں اور دریائی کشتیوں کا استعمال بھی تھا عام
 طور سے بصرہ سے مجاہدین اور امرار خراسان اور سجستان آتے اور دہان سے صحراؤں کی گھاٹیوں
 اور پہاڑوں کو طے کر کے مکران، فہرج، ناد اور سندھ، قندابل اور قیقان وغیرہ میں داخل
 ہوتے تھے۔ چنانچہ اس دور کی عام فتوحات سجستان و کرمان اور خراسان کے امرا یا ان
 کے ماتحت امرار کے ذریعہ عمل میں آئی ہیں۔ ۳۲ھ میں بلوچستان کی فتح سہل بن عدی
 کے ہاتھوں ہوئی۔ اسی سال سجستان سے متصل بعض ہندوستانی علاقوں کو عاصم بن
 عمرو نے فتح کیا، ۳۳ھ میں مجاشع بن مسعود نے بلوچستان پر قبضہ کیا، ۳۴ھ میں عبدالرحمن
 بن سمہ نے بلاد اور کو شامل کیا، اور ۳۵ھ میں اسلامی فوجیں فہرج اور کوہ پایہ کے دشوار
 گزار صحرائی اور پہاڑی راستوں کو طے کر کے قندابل، قیقان اور سندھ و مکران کے دیگر
 علاقوں میں داخل ہوئیں۔

کوفہ کی فوجیں عام حالات میں مشرقی
 سندھ و مکران میں بصرہ و کوفہ کی فوجیں اور ان کی تعداد شمالی علاقوں میں روانہ کی جاتی تھیں

اور ان کا اثر و نفوذ بلاد اور اہل النہر میں سمرقند کا شغرتک تھا جہاں کے باشندے ترک نسل کے تھے۔ اور بوقت ضرورت کوفہ کی فوجیں دوسرے مقامات کی فوجوں کی مدد کرتی تھیں اور بصرہ کی فوجوں کی جولان گاہ مشرقی شمالی ممالک تھے۔ جن میں خراسان، سجستان، کرمان، مکران، طوران، سندھ، قندابل، قیقان سب ہی شامل تھے۔ چنانچہ مکران اور سندھ وغیرہ میں عام طور سے بصرہ سے فوجی و انتظامی امور و معاملات کا اجراء ہوتا تھا اور بصرہ کی فوجیں اور امرا یہاں آتے تھے البتہ ابتداء میں بحرین و عمان کے قبائل حضرت عثمان ثقفی وغیرہ کی قیادت میں یہاں آتے تھے۔ اور چونکہ بار بار کی تحقیقات سے ثابت ہو گیا تھا کہ سندھ اور مکران میں ہر اعتبار سے شدید مشکلات ہیں، آب و ہوا ناموافق اشیائے خور و نوش کی نایابی، راستے دشوار گزار اور باشندے متوحش اور قبائلی ہیں ان وجوہ سے یہاں فوج کی روانگی میں بڑی دوراندیشی اور مصلحت سے کام لینا پڑتا تھا اگر فوج کم تعداد میں ہو تو دشمن کا لقمہ بن جائے اور اگر زیادہ تعداد میں ہو تو بھوکوں مر جائے اس لیے جیسے حالات ہوتے انہی کے مناسب فوجیں بھیجی جاتی تھیں مستقل غزوہ اور جہاد کے موقع پر بڑی فوج آتی تھی۔ جیسے ۳۳ھ اور ۳۹ھ میں فتح مکران کے لیے مستقل فوج کشی ہوئی اور بھاری تعداد میں مجاہدین اسلام پورے ساز و سامان کے ساتھ آئے اسی طرح ۳۵ھ میں مکران، قندابل اور قیقان کی فتوحات میں بہت بڑی فوج تھی۔ اور خراسان و سجستان کی فتوحات کے سلسلے میں اگر ہندوستانی علاقوں میں فوجی اقدام کی ضرورت ہوتی تو حسب ضرورت مناسب تعداد میں دستے اور رسالے روانہ کئے جاتے تھے۔ چنانچہ بلوچستان، فہرج، داؤد وغیرہ میں خراسان اور سجستان و کرمان وغیرہ کی فوجوں کے دستے اور رسالے آئے تھے۔

۳۳ھ میں عبدالرحمن بن سمرہ نے سجستان کی جنگ میں سندھ کے بلاد داؤد پر فوج کشی کی، اس وقت ان کے ساتھ آٹھ ہزار فوج تھی۔ بلاذری نے لکھا ہے۔

وَكَانَتْ عِدَّةُ مَنْ مَعَ الْمُسْلِمِينَ ان کے ہمراہ آٹھ ہزار مسلمان تھے۔

(فتوح البلدان ص ۳۸۶)

ثانیۃ الاف -

اور جب ۳۸ھ میں حارث بن مرہ عبدی نے قنہ اہل و قیقان میں جنگ کی تو ایک موقع پر ایک شخص کو ایک ہزار سوار فوج کا امیر بنایا۔ اور دو شخصوں کو پانچ سو پیدل فوجوں کی امارت سپرد کی جیسا کہ صحیح نامہ میں ہے ان دونوں مثالوں سے سندھ و کمران کی اسلامی فوجوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

فتوحات و غنائم کی حیثیت

جہاد اور غزوہ اسلامی لغت کی نہایت مقدس اور خصوصی اصطلاح ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی بلندی اور حق و صداقت کی تبلیغ کے لیے جان و مال کی قربانی دی جائے اور اس کا اجر صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جائے، جہاد کا یہی مقصدی اور بنیادی معنی ہے۔ اور فتوحات کی صورت میں غنائم کی تقسیم اس عظیم مقصد کے لیے ذریعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور غنیمت شریعت کے احکام کی رو سے مجاہدین اسلام کو ایک مناسب مقدار میں حاصل ہوتی ہے، مالی استحصال اور جلب منفعت جہاد کے معنی میں شامل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کے لیے اسلام اور مسلمانوں نے جہاد کیا ہے، بلکہ اس کے برخلاف انہوں نے اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے اپنی جان کی طرح اپنی دولت کو بھی داؤ پر لگایا ہے۔ صاحب الفخری نے اس حقیقت کو نہایت واضح انداز میں یوں بیان کیا ہے،

كان المسلمون هم الجند و حسان مسلمان ہی فوج ہوتے تھے۔ اور ان کی
قتالہم لاجل الدین لا لاجل الدنیا جنگ دین کے لیے ہوتی تھی۔ نہ دنیا کے لیے
وكان لا يزال فيهم دأمان يبذل اور ان میں ایسے لوگ ہمیشہ رہا کیے ہیں
شظراً صالحاً من ماله في وجه البر جنہوں نے اپنے مال کا بہترین حصہ نیکی
القرب و كانوا لا يريدون على اسلامهم اور رضائے الہی کے کاموں میں خرچ۔

وَنَصْرَهُمْ لِنَبِيِّهِمْ صَلَوَاتُ اللَّهِ
عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ جَزَاءً عَالِماً
عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى
کیا ہے اور وہ اپنے اسلام اور اپنے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کی
جزا صرف اللہ تعالیٰ سے چاہتے تھے۔

اور جو قوم یا جماعت اس عظیم مقصد کے لیے اپنے کو پیش کرتی ہے۔ اسے قرآن
و حدیث میں فتح و نصرت کا وعدہ کر کے اس راہ میں آسانی یعنی ذرائع اور غنائم کے
حصول کی بشارت دی گئی ہے، اور اجر و ثواب کے ساتھ فتح و نصرت کی یقین دہانی سے
اس میں تشویق و تہجیح کی روحانی و مادی قوت پیدا کی گئی ہے، قرآن کریم کی ان آیات میں
یہی بات بیان کی جا رہی ہے۔

وَعَدَ كُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُ
كُمُوهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ، وَكَفَّ أَيْدِي
النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتُكُونَ آيَةً
لِّلْمُؤْمِنِينَ، وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا
مُّسْتَقِيمًا - وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا
عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا،
وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرًا -

اللہ نے تم سے اور بھی بہت سی
غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم
لوگے پس سر دست تم کو یہ دیدی ہے
اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دئے ہیں
اور تاکہ یہ واقعہ مومنوں کے لیے ایک
نمونہ بن جائے اور تاکہ تم کو سیدھی
راہ پر ڈال دے، اور ایک فتح اور بھی
ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی
ہے۔ اللہ اس کو احاطہ کیے ہوئے
ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح بہت سی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو
جہاد میں فتح و نصرت اور غنیمت کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ فارس و روم وغیرہ کی فتوحات

درغنائم اور ان میں نصرت الہی کی بشارتیں اور پیشین گوئیاں آیات و احادیث میں موجود ہیں۔ اور پھر کی دونوں آیتوں میں یہی بتایا گیا ہے کہ جہاد میں نصرت الہی کا وعدہ برحق ہے جیسا کہ مسلمانوں نے عہد رسالت میں عرب کی فتوحات میں دیکھ لیا اور دوسری فتوحات جو بعد میں ہونے والی ہیں۔ وہ بھی اللہ کے علم و احاطہ میں ہیں اور ان میں فتح و نصرت کا وعدہ پورا ہوگا۔ عہد رسالت کے بعد کی فتوحات کے بارے میں بعض صحابہ اور تابعین کا قول ہے کہ ان سے مراد فارس و روم کی فتوحات ہیں جو خلافت راشدہ میں یا اس کے بعد قیامت تک ہوگی؛ چنانچہ امام طبری ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واختلف اهل التأویل فی	مفسرین نے اس دوسرے شہر اور
هذه البلدة الأخری، والقریۃ	بستی کے بارے میں اختلاف کیا ہے جسکی
التي وعدهم فتحها التي	فتح کا وعدہ مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے
اخبارهم انه محیط بها فقال	فرمایا ہے اور ان کو خبر دی ہے کہ وہ اس
بعضهم ہی ارض فارس و	شہر اور بستی کو اپنے قبضہ میں کر لے گا چنانچہ
الروم، وما یفتح المسلمون	بعض مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد
من البلاد الی قیام	فارس و روم کے ممالک اور وہ تمام شہر
الساعة	ہیں جن کو مسلمہ ان قیامت تک فتح کرینگے

ان حضرات میں حضرات عبداللہ بن عباسؓ، حضرات عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ اور حضرت حسن بصریؓ کے نام درج کیے ہیں۔ اور جیسا کہ معلوم ہے ہندوستان کی فتوحات درحقیقت فارس کی فتوحات تھیں اور ان کا شمار یہاں کی جنوبی مشرقی فتوحات میں تھا۔ اس لیے ان علمائے اسلام کے قول کے مطابق یہ فتوحات اللہ تعالیٰ کے علم و احاطہ میں تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نصرت و غنیمت کا وعدہ فرمایا تھا۔

۱۔ تفسیر ابن جریر طبری ج ۹ ص ۳۶،

اس قول کی تائید حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام نسائی نے سنن کے باب غزوة الهند میں اور امام طبرانی نے معجم میں سند جید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

عصابتان من اصنی احرزہما میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ
 اللہ من الناس، عصابة نے نار جہنم سے محفوظ رکھا ہے ایک وہ
 تغزو الهند، وعصابة گروہ جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور دوسرا
 تكون مع عیسیٰ بن مریم وہ گروہ جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے
 علیہما السلام، ۱۰ ساتھ ہوگا۔

غائب امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اسی حدیث کے بارے میں لکھا ہے۔
 قد ورد فی غزو الهند حلثا غزوہ ہند کے بارے میں ایک حدیث وارد
 رواہ الحافظ ابن عساکر ہوئی ہے جسے حافظ ابن عساکر وغیرہ نے
 وغیرہ۔
 روایت کیا ہے۔

اور اسی غزوہ ہند کی پیشین گوئی اور نار جہنم سے آزادی کی بشارت کو سن کر حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس میں شرکت کی آرزو باین الفاظ کی تھی۔ کہ ہم سے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ہند کا وعدہ فرمایا ہے اگر میں اس میں شریک ہو سکا
 تو اپنے جان و مال کو خرچ کر دوں گا اس کے بعد اگر شہید ہو گیا تو افضل شہداء قرار
 پاؤں گا اور اگر واپس ہوا تو میں نار جہنم سے آزاد ابو ہریرہ رہوں گا۔

فارس کی فتوحات کے ضمن میں ہندوستان کے بارے میں اس وعدہ خداوندی اور
 بشارت نبوی کا ظہور خلافت راشدہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا،
 اور سب سے پہلے آل ابوالعاصی ثقفی رضی اللہ عنہ اس وعدہ و بشارت کے مستحق قرار

۱۰ سنن نسائی باب غزوة الهند، ۱۰ البدایہ والنہایہ ص ۹۹، ۱۰ سنن نسائی اور مسند احمد

پائے جنہوں نے سلسلہ کی باقاعدہ مکران کی مہم سے پہلے کھانہ بھڑوچ اور دیبل میں رضا کارانہ غزوہ کر کے فتح پائی اور اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے داخلہ کا دروازہ کھولا۔

جہاد کا مقصد نہ حکومت و دولت کا حصول ہے اور نہ دنیاوی جہاد کے اسلامی اصول

اقتدار و بالادستی کے لیے جنگ کرنا ہے بلکہ اس کا مقصد وحید

دنیا کی قوموں کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اسلام کو عام کرنا اور انسانوں کو فلاح و نجات کی دعوت دینا ہے۔ اسی حوصلہ اور جذبہ کے ساتھ مجاہدین اسلام اپنے جان و مال کی بے دریغ قربانی کر کے غزوات و فتوحات میں شریک ہوتے تھے اور اسے افضل عبادات سمجھتے تھے۔ اور اس راہ کی موت کو شہادت کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اسلامی فوجیں جس قوم کے پاس جاتی تھیں۔ اسلامی اصول حرب کی رد سے تین باتیں پیش کرتی تھیں سب سے پہلی بات یہ کہ وہ اسلام قبول کر کے ان کے بھائی بن جائیں اور جو حقوق و مراعات ہر مسلمان کے لیے ہیں وہی ان لوگوں کے لیے بھی ہوں گی، اسی طرح ذمہ داری بھی یکساں ہوگی، یہ سیدھی سادی بات اگر سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اسلامی عقائد و اعمال کے تسلیم کرنے سے انکار ہے۔ تو دوسری بات یہ کہ تم جزیہ ادا کر کے ہماری امان و حفاظت میں آ جاؤ۔ اس صورت میں طبقہ کے مختلف حیثیات کے افراد پر سال میں ایک خاص رقم ضروری ہوگی مالدار اور خوشحال پر سالانہ اڑتالیس درہم۔ متوسط الحال پر چوبیس درہم اور معمولی فرد پر بارہ درہم ادا کرنا ضروری ہوگا۔ اور نابالغ بچے عورتیں اور معذور قسم کے لوگ اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اگر اس حقیر رقم پر ہماری خطیر خدمت بھی نامنظور ہے۔ تو پھر تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ جنگ ہمارا تمہارا فیصلہ کرے گی۔ اور ہم تم سے مقابلہ کریں گے، اور دیگر ممالک کی طرح خلافت راشدہ میں ہندوستان کے تمام غزوات و فتوحات ان ہی اصولوں کے ماتحت ہوئے ہیں۔ ہماری تحقیق میں اس دور میں یہاں کے کسی شہر نے دعوت اسلام پر اجتماعی طور سے لبیک نہیں کہا۔ بلکہ بعد کی دونوں صورتوں میں سے ایک کو قبول کیا

ہے، چنانچہ بعض مقامات کے باشندوں نے جزیہ کی رقم منظور کی یا سال میں خاص تعداد میں رقم یا دوسری اشیا کی ادائیگی پر صلح کی، اور بعض شہروں نے تیسری اور آخری صورت پر عمل کر کے باقاعدہ جنگ کی، جس کے نتیجہ میں یا تو شکست ہوتی تھی۔ یا پھر چند شرائط پر صلح ہو جاتی تھی۔ جن کا پورا کرنا طرفین کے لیے ضروری ہوتا تھا۔ اور بدعہدی و برگشتگی کی صورت میں تادیبی کارروائی سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ خلافت راشدہ میں ہندوستان کی فتوحات عام طور سے جنگ کے بعد ہوتی ہیں یا پھر شرائط صلح پر یہاں کے علاقے فتح ہوئے ہیں۔ کسی جنگ میں اسلامی فوج کو شکست کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے۔ اور مستقل فوج کشی کے مقابلہ میں بدعہدی اور برگشتگی پر تادیبی کارروائی زیادہ کرنی پڑی ہے۔

دعوتِ توحید و رسالت | ہندوستان میں مجاہدین اسلام کی آمد توحید و رسالت کی تبلیغ کے لیے تھی۔ ان کو خوب معلوم تھا کہ مکران و طوران اور سندھ کا علاقہ زندگی کے وسائل سے محروم ہے چہ جائیکہ وہاں سے مال عنیمت کی توقع کی جائے۔ اس لیے یہاں کے غیر متقدم اور قبائلی انسانوں کو دولت اسلام دیکر ایک جوان بخت اور بلند اقبال قوم میں شامل کرنا ان کا اصلی مقصد تھا۔ چنانچہ مجاہدین اسلام نے اپنے ان دینی و اسلامی جذبات کا اظہار بھی کیا۔ عمرو بن معدی کرب نے حضرت ربیع بن زیاد حارثی کی فتح فہرج و مکران کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

ومضی ربیع بالجہاد مشرنا ینوی الجہاد و طاعة الرحمن
ربیع بن زیاد جہاد اور اطاعت الہی کی نیت کرتے ہوئے لشکر کو بڑھاتے چلے گئے
حتی استباح قری سواد و فارس والسهل والاجبال من مکران
یہاں تک کہ سواد عراق اور فارس کے شہروں اور مکران کی نرم و سخت زمینوں کو فتح کر لیا۔
ان اشعار میں ایک مجاہد اسلام جس نے خود بھی یرموک، نہادند، قادیسیہ کے

سہ کتاب الامالی ج ۲۶،

غزوات و فتوحات میں شاندار اور بہادرانہ خدمات انجام دی ہیں اپنے ایک مجاہد بھائی کی
ترجمانی کرتا ہوا کہہ رہا ہے کہ ربیع بن زیاد حارثی نے جہاد کی نیت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
و اطاعت کے جذبہ سے سوادِ عراق، علاقہ فارس اور مکران کے صحرائی اور پہاڑی مقامات
میں مجاہدانہ خدمات پیش کی ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ نے ڈاؤر کو فتح کر کے اس کے بت خانہ زور میں رکھے
ہوئے سونے کے بت کا ایک ہاتھ توڑ دیا اور اس کی یا قوت کی دونوں آنکھیں نکال کر وہاں
کے حاکم سے کہا۔

دو نك الذهب والجوهر یہ سونا اور جوہر تم لے لو، میں نے صرف
وانما اريدت ان اعلمك اس ارادہ سے اس کو توڑا ہے کہ تم کو دکھا
انك لا يضر ولا ينفع له دوں کہ یہ بت نفع و نقصان نہیں پہنچا
سکتا ہے۔

اصابہ میں یہ واقعہ مجاشع بن مسعود سلمیٰ کی طرف منسوب ہے اور دولابی کے حوالہ
سے یوں درج ہے۔

انه غزا كابل من بلاد الهند مجاشع بن مسعود نے بلاد ہند سے کابل
فصالحه الاصبه فدخل میں جہاد کیا اور صلح کے بعد بعد بت خانہ میں گئے
مجاشع بيت الاصنام فاحذ اور بت کی آنکھ سے ایک موتی نکال کر کہا
جوهرة من عين الصنم، کہ میں نے اسے صرف اس لیے نکالا ہے کہ تم کو
وقال: لم اخذها الا لتعلموا کو معلوم ہو جائے کہ یہ بت نہ تو نفع پہنچا
انك لا يضر ولا ينفع له سکتا ہے اور نہ ہی نقصان دے سکتا ہے۔

اس واقعہ میں اہل ہند کو دکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز میں نفع یا نقصان

لہ فتوح البلدان ص ۳۸۶، لہ الاصابہ ص ۳۴۲،

یہود نچانے کی طاقت نہیں ہے اور معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے، یہ کام ایک مسلمان مجاہد و مبلغ ہی کر سکتا ہے کہ یا قوت و جواہر اور سونے چاندی سے مٹھی بھر کر اسے پھینک دے اور ان کے پجاریوں سے کہے کہ تم اسے لے لو مجھے تو تمہاری چیز سے اپنا عقیدہ ثابت کرنا تھا، مال و دولت کی حرص قوم سے ایسے بلند کردار کا ظہور نہیں ہو سکتا۔

اموال غنیمت اور جنگی قیدی | اس میں شک نہیں کہ غزوات و فتوحات میں کبھی کبھی مال غنیمت ہاتھ آیا اور مجاہدین اسلام نے اسے خوشی خوشی لیا۔ مگر خود ان کی جانی و مالی

قربانی کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اور نہ یہ ان کے مقاصد جہاد میں شامل تھا بلکہ جہاد کی راہ میں اس سے گونہ مدد اور تسخیر ہوتی۔ پھر سندھ و مکران میں زروا و مال کی توقع ہی کیا تھی۔ مسلمانوں کو پہلے سے معلوم تھا کہ اس علاقہ میں معاش و معیشت نہایت تنگ ہے، بھوک پیاس کا غلبہ ہے وحشت و بدادت اور فقر و فاقہ عام ہے، حضرت عمرؓ نے قندیل کے بارے میں سوال کیا۔ تو نہایت ہمت شکن باتیں سامنے آئیں، پھر ایک مرتبہ مکران کے متعلق دریافت کیا تو وہی باتیں معلوم ہوئیں، اور حضرت عثمانؓ نے یہاں بطور خود مبصر و محیر بہجابت بھی وہی نامساعد حالات و واقعات معلوم ہوئے۔ ایسی صورت میں یہاں سے غنائم کے حصول کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہندوستان اگر سونے کا مور تھا تو سندھ اور مکران اس کے دونوں پاؤں تھے۔ مگر ان حالات میں بھی مجاہدین اسلام کو یہاں کے غزوات و فتوحات میں حمہ بن قواین کی رو سے کچھ نہ کچھ مال غنیمت اور جنگی قیدی ہاتھ آئے، اور انہوں نے بڑے استغناء اور بے نیازی کے ساتھ ان سے اپنے حقوق لیے بھی اور اسی شان سے ان سے دست بردار بھی ہوئے۔

سال ۱۱ھ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اہواز کے جاٹوں اور سادہ کو جنگ میں گرفتار کرنے کے بعد ان کو مجاہدین اسلام میں تقسیم بھی کر دیا، مگر بعد میں حضرت عمرؓ کے حکم پر مشورہ پر تمام مجاہدین نے ان کو رہا کر دیا، سوبیش عدوی کا بیان ہے۔

اتینا الاھواز، وبھاناس
 من الزطوالاساورۃ فقاتلنا
 قتالاً شدیداً فظہرنا علیہم
 وظفرنا بہم فاصبنا سبباً
 کثیراً اقسمنّا، فکتب الینا
 عمر انہ لاطاقتکم بعمارۃ
 الارض فخلوا ما فی ایدیکم
 من السبی واجعلوا علیہم الخراج
 فردنا السبی ولم نملکھم
 ہم آہوز آئے تو یہاں جاٹوں اور اسادرہ
 سے ہماری جنگ ہوئی اور شدید قتال کے
 بعد ہم ان پر غالب آئے اور بہت سے
 قیدی ہمارے ہاتھ آئے جن کو ہم نے تقسیم
 کر لیا پھر حضرت عمرؓ نے ہمارے پاس لکھا
 کہ تم لوگ دہان کی خالی زمینوں کی کاشت
 نہیں کر سکتے ہو اس لیے اپنے قیدیوں
 کو رہا کر کے ان پر خراج لگا دو چنانچہ ہم نے
 ان سب کو رہا کر دیا۔

اس ایک واقعہ سے سندھ و سبستان کے مجاہدین کی سیرچشمی، بے نیازی اور اسلامی اصول
 کی پابندی کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے اگر ان کا مقصد مال غنیمت اور غلام کا حصول ہوتا تو اتنی
 آسانی سے وہ اپنی ملکیت اور حق سے دست بردار نہ ہو جاتے حضرت عبدالرحمن بن عمرؓ نے
 جس وقت کابل فتح کیا تو اسلامی لشکر کا ایک ٹکڑا ہنگامی حالات سے متاثر ہو کر مال غنیمت
 حاصل کرنے میں لگ گیا۔ اور لوگ اس پر لوٹ پڑے یہ بے ضابطگی دیکھ کر عبدالرحمن بن عمرؓ
 نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں کہا کہ۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے سنا ہے
 وسلم ینہی عن النهبی۔ کہ آپ نے لوٹ سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث رسولؐ کا سننا تھا کہ فوج کے جن افراد نے جو مال لیا تھا فوراً واپس کر دیا
 اور امیر لشکر نے اسے شرعی اصول کے مطابق تمام سپاہیوں میں تقسیم کیا یقیناً اسلامی
 فوج کے بعض سپاہی فتح و کامرانی کے بعد اپنے حقوق پر بے تحاشا لوٹ پڑے اور

لہ فوج البلدان ۳، ۲ سنن ابوداؤد

اپنی چیز لینے میں عجلت کر بیٹھے، مگر جوں ہی ان کے امیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم سنایا سب آمنا و صدقاً کہہ کر امیر کے سامنے سب کچھ لاکر رکھ دیا۔ اگر ان کو مال و دولت کی طمع ہوتی یا ان کے جان و مال کھپانے کا مقصد جلب منفعت ہوتا تو وہ اتنی بات پر تسلیم خم نہ کرتے، اس قسم کے بعض مظاہرے درحقیقت نعمت خداوندی کے حصول میں رغبت کی وجہ سے ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ مال غنیمت جہاد کے حسبات و برکات کا عجلانہ ہوا کرتا ہے جس میں ہر غازی و مجاہد کا حق ہے اور وہ اپنے حق کے لیے جلدی کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ کہ شریہ و سرکش انسانوں کا مال نیک اور شریف انسانوں کے کام آیا چنانچہ حضرت حکم بن عمرو ثعلبیؓ نے فتح مکہ ان کے موقع پر اسی جذبہ تشکر کا اظہار ان شعروں میں کیا تھا۔

لقد شبع الارامل غیر فخر بفیء جاء من مکران

مکران سے آئے ہوئے مال غنیمت سے ہوائیں شکم سیر ہوئیں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے بلکہ اس پر خدا کا شکر ہے۔

اتاهم بعد مسغبة و جھل وقد صفر الشتاء من الدخان
یہ مال غنیمت ان کو بڑی گر سنگی اور تکلیف کے زمانہ میں ملا اور چولھے میں آگ نہ جلنے کی وجہ سے موسم سرما دھوئیں سے خالی تھا۔

خلافت راشدہ میں ہندوستان کے کسی جہاد میں مسلمانوں کو شکست یا ناکامی نہیں نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے جس علاقہ میں قدم رکھا فتح و نصرت ان کے جلو میں رہی اور ہر محرکہ میں مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے اور اگر طرفین سے صلح ہوئی تو اس میں بھی مسلمان فائدے میں رہے، چنانچہ ۲۳ھ سے پہلے سھانہ بھر طرہ و دہل اور مکران کی مہمات میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی جس کے ساتھ غنائم بھی ہاتھ آئے مگر چونکہ یہ فتوحات خلافت کی مرضی و اجازت کے بغیر مجاہدوں نے رضا کارانہ طور پر حاصل کی تھیں۔ اس لیے ان

کے غنائم سے دار الخلافہ کو خمس نہیں بھیجا گیا بلکہ جو کچھ حاصل ہوا مجاہدوں پر تقسیم کر دیا گیا، البتہ ۲۳ھ میں فتح کمران کے موقع پر مال غنیمت اور قیدیوں کی بڑی مقدار ہاتھ آئی، اس لیے اس سے خلافت کا حصہ روانہ کیا، اور ہاتھیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ سے مشورہ طلب کر کے ان کی ہدایت کے مطابق ان کی قیمت مجاہدین پر بقدر حصہ تقسیم کر دی گئی، ہندوستان کے مال غنیمت کا یہ پہلا خمس تھا جو خلافت فاروقی میں مدینہ منورہ روانہ کیا گیا، اس غزوہ میں مال غنیمت کی کثرت کا انداز طبری کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے :-

فَهَزَمَ اللَّهُ رَأْسَ أَسْلٍ وَسُلْبَهُ اللَّهُ تَعَالَى نَاجِيَةً رَأْسَ رَأْسٍ كَوْنِهَا بِمِثْلِ دِيٍّ أَوْ رَأْسَ سَارِفٍ
وَأَبَاحَ الْمُسْلِمُونَ عَسْكَرَهُ - سامان مسلمانوں کو دیا اور مسلمانوں نے اس کے لشکر کو لوٹا
مال غنیمت کے خمس کی روانگی اور ہاتھیوں کے بارے میں مشورہ کا ذکر یوں کیا ہے -
وَكُتِبَ الْحَكَمُ إِلَى عُمَرَ بِالْفَتْحِ حَكَمُ بْنُ عُمَرَ نَزَعَتْ عُمَرَ كَيْفَ فَتَحَ الْبَشَارَتِ كَا
وَبَعَثَ بِالْأَخْمَاسِ مَعَ صَحَابِهِ - پروانہ روانہ کیا اور صحابہ عہدی کے ذریعہ یہاں
الْعَبْدِيُّ وَاسْتَأْمَرَ فِي الْفِيلَةِ خَمْسَ بَحِيحًا، أَوْ رَأْسَ هَاتِيٍّ كَيْفَ بَارَ فِي مَشُورَةٍ طَلَبًا
حضرت عمرؓ نے اس سلسلے میں جو ہدایت نامہ روانہ کیا تھا اس میں یہ تھا کہ :-
وَأَمْرًا بِبَيْعِ الْفِيلَةِ بَارِضًا لِسَلَامٍ آتَى حَكَمُ بْنُ عُمَرَ حَكَمًا دَاكِرًا هَاتِيٍّ كَوْبَلًا
وَقَسَمَ أَشْمَانَهَا عَلَى مَنْ أَفْلَاهَا - اسلامیہ میں فروخت کر کے ان کی قیمت مجاہدوں
اللہ علیہ - پر تقسیم کر دیں :-

تاریخ کے یہ مختصر و محتاط الفاظ بتا رہے ہیں کہ اس موقع پر مسلمانوں کو غنائم و سبا یا سے حصہ وافر ملا تھا، نیز حضرت حکم بن عمروؓ ثعلبی کے اشعار سے مال غنیمت کی کثرت و افادیت معلوم ہوتی ہے :-

اسی سال حضرت سہل بن عدیؓ کی امارت و قیادت میں بلوچستان فتح ہوا، اور مسلمانوں

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۱ - ۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۳ -

خلافت راشدہ اور ہندوستان

نے جی بھر کر مال غنیمت میں اونٹ، بھیڑ بکری بڑی تعداد میں حاصل کیے، اور کمران کے ہاتھیوں کی طرح بلوچستان کے بختی اونٹوں کے بارے میں حضرت عمرؓ سے استصواب کیا گیا، بات یہ تھی کہ یہاں کے بختی اونٹ ڈیل ڈول میں عربی اونٹوں سے آگے تھے اس لیے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت اختلاف ہو گیا کہ ان کو عربی اونٹوں کے معیار پر رکھا جائے یا ان کی قیمت زیادہ رکھی جائے، بعد میں حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق قیمت کے اندازہ پر ان کی تقسیم ہوئی۔

۳۳ھ میں عبدالرحمن بن سمرةؓ نے سجستان اور علاقہ سندھ کی فتوحات میں بہت زیادہ غنائم و سبایا حاصل کئے، زرنگ کا محاصرہ کر کے وہاں کے حاکم سے دو لاکھ نوکروں اور خادموں کی ادائیگی پر صلح کی، پھر علاقہ سندھ میں آئے تو داور کا محاصرہ کر کے وہاں کے لوگوں سے بھی مال کی بھاری تعداد پر صلح کی، یہاں کے غنائم کی کثرت بلاذری کی اس تصریح سے معلوم ہوتی ہے۔
ثو صا لحہم فکانت عداۃ من اس صلح کے وقت حضرت عبدالرحمن کے ساتھ آٹھ ہزار معہ من المسلمین ثمانیۃ الالف، مسلمان تھے، اور ان میں سے ہر شخص کو چار چار فاصاب کل رجل منهم اربعۃ الاف۔ ہزار درہم ملے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ خلافت کے بیت المال کا خمس نکال کر ہر مجاہد کو چار ہزار درہم ملے، اس طرح آٹھ ہزار مجاہدوں میں ۳۲ کروڑ درہم (تقریباً ۱۶ کروڑ روپے) تقسیم کیے گئے۔
۳۸ھ میں حارث بن مرہ عبدی نے فدائیوں کی بھاری فوج لے کر کمران اور سندھ کے علاقوں میں شاندار فتوحات حاصل کیں اور خوب خوب غنائم و سبایا ہاتھ آئے، خلیفہ بن جباط کا بیان ہے۔

وغل فی جبال القیقان فاصاب وہ قیقان کے پہاڑی علاقوں میں بڑھتے چلے گئے
سبایا کثیرۃ۔ اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔

بلاذری نے بھی اس مہم کی فتوحات و غنائم کو بیان کر کے لکھا کہ ایک دن میں ایک ہزار

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸ ۲۔ فتوح البلدان ص ۳۸۶ ۳۔ تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۱۲۔

جنگی قیدی اسلامی فوج میں تقسیم کیے گئے۔

واصاب مغنما و سبباً و قسم فی حارث بن مرہ عبدی نے بہت سے مال غنیمت اور
قیدی پائے اور ایک دن میں ایک ہزار غلام تقسیم کیے،
یوم واحد الفاراس

یوں تو دور خلافت میں ہندوستان کی تمام فتوحات میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور مال غنیمت
اور قیدی ہاتھ آئے، مگر مذکورہ بالا چار فتوحات میں غنائم و سبایا بہت زیادہ ہاتھ آئے۔ اور
اسلامی احکام کے مطابق ان کی تقسیم یوں ہوئی کہ کل مال غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس) بیت المال
کو روانہ کر دیا گیا اور باقی چار حصے مجاہدوں میں ان کے حصہ اور حق کے مطابق تقسیم کر دیئے گئے؛
یہاں ایک موقع پر ہر سپاہی کو چار چار ہزار درہم ملے تھے؛ اور یہ وصیف و ستی اپنے مالکوں کی
دلا اور حمایت میں عرب کی کھلی فضا میں پروان چڑھے، اور آگے چل کر ان میں بڑے بڑے
علماء، فقہاء، محدثین، شعراء، ادباء اور دیگر علوم و فنون کے ائمہ پیدا ہوئے، جیسا کہ اپنی جگہ پر مذکور ہے

انتظامات و تعلقات

خلافت راشدہ میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک حجاز کا شہر مدینہ منورہ عالم اسلام کا دار الخلافہ تھا اور اس پچیس سال کی مدت میں پورے ممالک اسلامیہ اور مفتوحہ علاقے اسی مرکز سے وابستہ رہے، مگر اس درمیان میں مشرقی ممالک کے حربی اور انتظامی امور و معاملات کے دو مرکز عراق میں بنائے گئے تھے، ایک بصرہ جو جنوبی مشرقی ممالک یعنی فارس، مکران اور سندھ کے جملہ معاملات کا مرکز تھا، اور یہاں کا امیر خلیفۃ المسلمین کے نائب کی حیثیت سے ان ممالک کا امیر ہوتا تھا، اور دوسرا کوفہ جو شمالی مشرقی ممالک یعنی بلاد ماوراء النہر سے سمرقند و کاشغر تک کا مرکز تھا اور یہاں کا امیر اسی حیثیت سے ان علاقوں کا امیر ہوتا تھا، چنانچہ فارس اور سندھ وغیرہ میں غزوات و فتوحات، امراء و عمال کے عزل و نصب، خروج و بغاوت کی تادیب و سرکوبی اور ملکی انتظامات کے ذمہ دار بصرہ کے امراء ہوتے تھے، اور امیر المومنین کے حکم و مشورہ اور ہدایت کے مطابق ان میں کام کرتے تھے، یہ امراء ان مشرقی ممالک کی مہمات پر خود بھی آتے تھے اور اپنے ماتحت امراء کو بھی روانہ کرتے تھے، یعنی یہ مرکز اصل مرکز کی ماتحتی میں کام کرتا تھا اور اپنے متعلقہ علاقوں کے انتظام و انفرام کا ذمہ دار ہوتا تھا۔^{۱۵} بعد مدینہ منورہ کی اصل مرکزیت کوفہ کے خلیفہ ختم ہو گئی، مگر اس دور میں بھی بصرہ کی علاقائی مرکزیت باقی رہی، اور یہاں کے امراء فارس اور ہندوستان میں اپنی نیابت میں ولایت و حکام بھیجتے رہے، اس طرح خلافت راشدہ میں مدینہ منورہ سے امیر المومنین کے احکام امیر بصرہ کے پاس اور وہاں سے مکران اور سندھ وغیرہ کے عمال و حکام تک پہنچتے تھے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ براہ راست مدینہ سے ان علاقوں کا تعلق قائم ہو جاتا تھا، درمیان میں بصرہ کا واسطہ نہیں ہوتا تھا مگر عام حالات میں انتظامی طور سے

مکران اور سندھ کے مقبوضہ علاقے ان تین مرکزوں سے متعلق رہتے تھے، پہلے یہاں کے مقامی مرکز اور مقامی امیر سے دوسرے بصرہ کے علاقائی مرکز و امیر سے اور تیسرے حجاز کے اصل مرکز اور امیر المومنین سے۔

خلفائے راشدین | حضرات خلفائے اربعہ میں سے کسی خلیفہ کو ہندوستان یا بیرون عرب جانے کا اتفاق نہیں ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک موقع پر ملک شام تشریف لے گئے تھے، البتہ ان حضرات کو ہندوستان سے دلچسپی ضرور رہی، حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں مشرقی ممالک سے تعلقات ہی نہیں تھے، اس لیے اس دور میں ہندوستان سے تعلق کا سوال ہی پیدا نہیں تھا۔ البتہ حضرت عمرؓ کے دور میں جب مشرق کی فتوحات ہوئیں اور ارض الہند یعنی اُبلکہ فتح ہوا تو آپ کو ہندوستان سے دلچسپی پیدا ہوئی اور سب سے پہلے آپ نے سندھ کے مرکزی مقام قندابیل کے حالات معلوم کیے اس کے بعد جب ۲۳ھ میں صحابہ عہدیؓ مکران سے مال غنیمت لے کر حاضر ہوئے تو ان سے وہاں کے متعلق استفسار کیا، نیز یہاں کے امیروں اور فاتحوں کو متعدد مواقع پر ہدایات دیں۔ اور سرکاری سطح پر خط و کتابت جاری رکھی، اور ذاتی طور سے یہاں کی فتوحات و معاملات میں دلچسپی لی، یہی حال حضرت عثمانؓ کا تھا کہ آپ نے سندھ اور مکران میں حکیم بن جبلة عہدی کو مخبر و مبصر بنا کر بھیجا۔ اس کے بعد اپنے حکم و امر سے مکران کی بغاوت و سرکشی ختم کرنے کے لیے سخت قسم کی تادیبی کارروائی کی، اور خصوصی توجہ سے ان علاقوں میں بہترین انتظام قائم کر کے یہاں یکے بعد دیگرے تین امراء مقرر کئے، حضرت علیؓ کو اس ملک کے باشندوں سے خصوصی تعلق تھا، یہاں کی مسلمان باندیاں ان کے پاس اور ان کے خاندان میں رہیں، عراق کے مسلمان جاٹوں نے آپ سے محبت و عقیدت کا تعلق قائم کیا اور آپ نے ان کو بصرہ کے بیت المال کا محافظ و نگران بنایا، اور آپ ہی کی مرضی و اجازت سے حارث بن مرہ عہدیؓ نے مکران و قندابیل اور قیقان وغیرہ میں شاندار فتوحات حاصل کیں، الغرض خلفائے راشدین کو ہندوستان سے خصوصی تعلق تھا اور یہاں کے ہر معاملہ میں وہ اپنے امراء کے ذریعہ اور یہ نفس نفیس بھی دخیل ہوتے تھے، اور ہندوستان اپنے ان خلفاء و امراء کی توجہات و عنایات سے مستفیض ہوتا تھا۔

ہندستان کے بصری امراء و حکام | مدینہ منورہ کے بعد اسلامی ہند کا علاقائی مرکز بصرہ تھا جسے ۳۱ھ

میں حضرت عتبہ بن غزوہؓ نے حضرت عمرؓ کے حکم و مشورہ سے اُبلہ کے قریب آباد کیا تھا، یہاں کے امراء مشرقی ممالک اور ہندوستان کے بھی امیر اور گورنر ہوتے تھے، خلافت راشدہ میں (۱) بصرہ کے سب سے پہلے باقاعدہ امیر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ہوئے جن کو حضرت عمرؓ نے یہاں کی امارت دی، اور جو ۳۵ھ سے ۳۸ھ تک اپنے عہدے پر رہے، (۲) ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عامر بن کریمؓ کا دور امارت آیا جو حضرت عثمانؓ کی شہادت ۳۵ھ تک بصرہ کے امیر رہے، (۳) پھر حضرت علیؓ کے ابتدائی دور خلافت میں حضرت عثمان بن حنیفؓ امیر مقرر ہوئے، مگر جلد ہی ۳۶ھ میں جنگ جمل کے موقع پر آپ کی امارت جاتی رہی، اور (۴) حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو امیر بنایا جو آپ کی شہادت ۳۸ھ سے پہلے ہی اس عہدہ سے علیحدہ ہو کر حجاز چلے گئے، خلافت راشدہ میں بصرہ کے یہ چاروں گورنر فارس اور ہندوستان کے بھی حاکم اعلیٰ تھے، اور ہر ایک نے اپنے اپنے دور امارت و حکومت میں ان ممالک کی فتوحات و مہمات اور انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ہندوستان کے ان بصری امراء و حکام کا مختصر تعارف یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ | آپ کا نام عبداللہ بن قیس ہے، یمن کے اشاعرہ میں سے ہیں، رسول اللہؐ نے

ان کو یمن کے علاقہ زبید کا عامل بنایا تھا، حضرت عمرؓ نے ۳۱ھ میں مغیرہ

بن شعبہ کے بجائے ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا امیر مقرر کیا، اور وہ آپ کی شہادت ۳۳ھ کے

بعد بھی حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی بصرہ کی امارت سنبھالے رہے حتیٰ کہ ۳۸ھ میں عبداللہ

بن عامر بن کریمؓ یہاں کے امیر ہوئے، تو کوثر چلے آئے اور ۳۹ھ یا ۴۰ھ یا ۴۱ھ میں فوت ہوئے

آپ نے خراسان، اور فارس کے علاقوں میں بہت زیادہ فتوحات حاصل کی ہیں، اور جنوبی

مشرقی ممالک کے پورے علاقہ میں آپ نے اور آپ کے امرا و عمال نے اسلام کی بہترین خدمات انجام دی ہیں، بعض روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مکران بھی تشریف لائے تھے، اور یہاں کے سیاسی و ملکی اور حربی معاملات کی آپ نے دیکھ بھال کی ہے۔

حضرت عثمانؓ کے ماموں زاد بھائی ہیں، عہد رسالت میں پیدا ہوئے حضرت عبداللہ بن عامر بن کریرؓ اور خدمت نبوی میں لائے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحلیک فرما کر ان کے حق میں بشارت دی اور دعا فرمائی، ۲۹ھ میں حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عامرؓ کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی جگہ بصرہ کا گورنر بنا کر پورے مشرقی علاقہ کا امیر و حاکم مقرر کیا، اس وقت ان کی عمر چوبیس پچیس سال کی تھی، انہوں نے بھی اپنے دورِ امارت میں خراسان، اطراف فارس، سجستان، کرمان، زابلستان وغیرہ کو فتح کیا اور ان ممالک میں پیش بہا اسلامی خدمات انجام دیں، بہت ممکن ہے اسی سلسلہ میں مکران و سندھ بھی آئے ہوں میدانِ عرفات میں سب سے پہلے عبداللہ بن عامر نے حوضِ تعمیر کرائے، چٹھے جاری کیے، اور باغات لگوائے، ۳۵ھ تک بصرہ اور مشرقی عالم اسلام کے امیر و حاکم رہے پھر حضرت معاویہ کے زمانہ میں یہاں کے امیر ہوئے اور ۵۵ھ یا ۵۶ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت عثمان بن حنیف انصاریؓ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہٴ اُحد اور اس کے بعد کے تمام غزوات و مشاہد میں شریک رہے، حضرت عمرؓ نے عراق کی فتح کے بعد سوا و عراق کی زمینوں کی پیمائش اور ان پر خراج کی تشخیص کے لیے آپ ہی کی خدمات حاصل کی تھیں اور آپ نے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ اس کام کو انجام دیا، حضرت علیؓ نے ۳۵ھ میں عبداللہ بن عامرؓ کی جگہ عثمان بن حنیفؓ کو بصرہ اور مشرقی بلاد و امصار کا حاکم بنایا اور وہ جنگِ جمل تک اپنی ذمہ داریاں بوجہٴ احسن سنبھالتے رہے، اس کے بعد حضرت علیؓ نے ان کی جگہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو مقرر کیا، اور عثمان بن حنیفؓ کو فہ میں سکونت

پذیر ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور مشہور و معروف اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابی ہیں، جبرالامت لقب ہے، عثمان بن حنیف انصاریؓ کے بعد حضرت علیؓ نے آپ کو بصرہ کا امیر و حاکم مقرر کیا، آپ نے مشرقی ممالک کی شورش و بغاوت ختم کرنے میں شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے دورِ امارت میں حُصَک بن عتاب حبلی اور اس کے ساتھیوں نے سجستان میں خروج و بغاوت کر کے قتل و غارت اور خود مختاری کی فضا پیدا کر دی تھی، آخر حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہاں سخت تادیبی کارروائی کے لیے کہا اور آپ نے چار ہزار سپاہیوں کی فوج ربیع بن کاس غبریؓ کی امارت میں روانہ کی اس کے بعد علاقہ سجستان میں امن و امان ہوا اور حضرت حارث بن مرہ عبدیؓ نے مکران اور سندھ میں شاندار فتوحات حاصل کیں۔ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ کا یہ قول ہندوستان کے بارے میں نقل کیا: اھبط آدم بد حناء ارض الھندؓ، مدینہ منورہ کے خلفائے اربعہ کے بعد بصرہ کے ان امراء اربعہ نے ہندوستان اور مشرقی ممالک میں اسلام کی بہترین خدمات انجام دی ہیں، اور اپنے اپنے دورِ امارت میں یہاں سے ہرقسم کے صلوات و تعلقات قائم کرنے میں بہترین کوشش کی ہے، ہندوستان اپنے خلفاء راشدین کی طرح اپنے ان امراء مہدیین کے ذریعہ اسلامی ثقافت سے مالا مال ہوا ہے۔

مکران و قندھیل کے مقامی امراء و حکام | حجازی اور عراقی مرکزوں اور یہاں کے خلفاء و امراء کے بعد ہمیں خود ہندی مرکز اور یہاں کے امیروں کا جائزہ لینا ہے کہ ان ہی سے براہ راست اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے ابتدائی ابواب مرتب و تدوین ہوئے ہیں اور ان ہی سے بلا واسطہ ہمارا ابتدائی تعلق قائم ہوا ہے۔

جیسا کہ گذشتہ بیانات سے معلوم ہوا خلافت راشدہ میں ہندوستان کا شمالی و مغربی

حصہ اسلام کا مرکز بنا۔ جو شمال میں کابل و بھجستان تک، جنوب میں کمران و سندھ تک، مشرق میں کمران و زابلستان تک اور مغرب میں بحر عرب تک پھیلا ہوا تھا، ان حدود اربعہ کے اندر جو وسیع و عریض علاقہ تھا اسے قدیم ہندوستان کہتے تھے، اس میں کمران، بلوچستان، فہرج، داؤد، بامیان، قندابل، قیقان، سندھ وغیرہ شامل تھے، یعنی خلافت راشدہ کے ہندوستان میں موجودہ ایران اور افغانستان کا تقریباً تمام رقبہ اور پاکستان کا شمالی مغربی حصہ شامل تھا، کمران اور بھجستان کے درمیان کمران و طوران کا علاقہ پڑتا تھا۔ جس کا مغربی شمالی حصہ بھجستان سے متصل تھا جیسے فہرج اور داؤد وغیرہ اس کے بعد جنوب میں سندھ واقع تھا جس کے بعض بعض علاقے بھجستان اور کمران وغیرہ کے قریب تھے، اس علاقہ سندھ میں قندابل مشہور تھا تھا، اور خلافت راشدہ میں ہندوستان کے ان ہی دونوں مقاموں یعنی کمران و قندابل میں مقامی امراء و مجاہدین قیام کرتے تھے اور ان ہی میں اسلامی ہند کا دارالامارہ تھا، ہماری تحقیق میں یہاں کا پہلا دارالامارہ کمران میں مقام کیز یا کج تھا، کمران کسی خاص شہر کا نام نہیں تھا بلکہ یہ ایک علاقہ تھا اور بعد کی تصریحات کے مطابق یہاں کا والی و امیر مقام کیز میں قیام کرتا تھا جو کمران کا مشہور شہر اور یہاں کی بندرگاہ تھا، یہاں کھجور کے باغات اور نخلستان بہت زیادہ تھے، یہ شہر ساحل سمندر پر واقع ہونے کی وجہ سے عرب و ہند کے تعلقات کا بحری دروازہ تھا، اور اس کے ریگستانوں میں کھجوروں کے باغات عربوں کے لیے کشش کا باعث تھے، اس لیے ہی دارالامارہ قرار پایا، اور یہیں کمران کا امیر اپنے آدمیوں اور فوجیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ عہد فاروقی میں فتح کمران ۳۳ھ کے بعد سے شہادت عثمان ۳۵ھ تک اس ملک کا یہی اصل مرکز رہا، اور قندابل کی حیثیت فوجی چھاؤنی کی تھی اس کے بعد حضرت علیؓ کے دور میں مسلمانوں نے علاقہ سندھ میں قندابل کی مرکزیت کو وسعت دی، جو قدیم زمانہ سے علاقہ بدھ اور علاقہ سندھ کا مرکزی مقام تھا۔ اور یہاں کا پہاڑی قلعہ ہر طرح سے محفوظ مانا جاتا تھا۔ خلیفہ بن خیاط کی روایت کے مطابق ۳۵ھ ہی میں حارث بن مرہ عبیدی نے اسی سے سندھ و کمران میں فتوحات کیں، مگر اس کے باوجود کمران

کی مرکزیت باقی رہی اور کہنا چاہئے کہ اصل مرکز وہی تھا اور قنذابیل اس کے ماتحت تھا؛ اس سے پہلے قنذابیل پر مسلمان قابض ہو چکے تھے اور حضرت عثمان کے زمانہ میں یہ مقام مسلمانوں کا حربی و فوجی مرکز تھا جہاں شہسواروں کے دستہ رہا کرتے تھے، اور بوقت ضرورت اطراف و جوانب میں ان سے کام لیا جاتا تھا؛ البتہ اس کی باقاعدہ فوجی مرکز کی حیثیت بعد میں ہوئی، مگر ۲۳ھ میں اس علاقہ میں اسلامی فوج کی عام شہادت کے بعد باقی ماندہ سپاہی پہلے مرکز مکران میں چلے گئے اور یہاں کی مرکزیت کچھ دنوں کے لیے ختم ہو گئی۔

ہماری تحقیق کے مطابق مکران اور سندھ میں پانچ مستقل امرا و حکام خلافت راشدہ کی طرف سے مقرر کیے گئے تھے، جو انتظامیہ اور حربیہ دونوں شعبوں کے ذمہ دار تھے، اور یہاں کے غیر اطمینان بخش حالات اور رہ رہ کر خروج و بغاوت کی واردات کی وجہ سے دفاعی سیاست پر عمل کرتے تھے۔

(۱) سب سے پہلے عہد فاروقی میں فاتح مکران حکم بن عمرو ثعلبی غفاری ۲۳ھ میں یہاں کے امیر ہوئے، ان کے ساتھ سہل بن عدی خزرجی انصاری معاون کی حیثیت سے تھے، اسی سال ذوالحجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی، اس کے بعد حکم بن عمرو یہاں کے امیر و حاکم رہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں کوئی تصریح نہیں ملتی ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حالات بدل گئے تھے اور مقامی باشندوں نے بدعہری کی راہ اختیار کر لی تھی، اسی لیے حضرت عثمان نے خلیفہ ہوتے ہی یہاں کے حالات کی از سر نو چھان بین کرائی، اور سخت قسم کی تادیبی کارروائی کر کے پورے علاقہ مکران کو زیر کیا، غالباً اس درمیان میں حکم بن عمرو یہاں کے امیر نہیں تھے۔

(۲) دور عثمانی میں عبید اللہ بن معریت قرشی امیر ہوئے اور انہوں نے جنگ کے ذریعہ تمام علاقوں کی بغاوت فرو کی۔

(۳) ان کی امارت کے تھوڑے ہی دن بعد حضرت عثمان نے مشرقی بلاد و امصار کے انتظام میں تبدیلی کر کے مکران کی امارت عمیر بن سعد کو دی، جو نسبتاً زیادہ مدت تک یہاں کی امارت

پر رہے !

(۴) ان کے بعد حضرت عثمانؓ کی زندگی ہی میں ابن کندیہ قشیریؓ یہاں کے امیر بنائے گئے جو حضرت عثمانؓ کی شہادت ذوالحجہ ۳۵ھ تک اس عہدہ پر فائز رہے، اس کے بعد معلوم نہیں کہ ابن کندیہؓ یہاں رہے یا نہیں، غالب گمان ہے کہ شہادت عثمانؓ کی خبر سے پھر یہاں سرکشی کی فضا پیدا ہو گئی ہوگی، اور اس درمیان میں ابن کندیہ کی امارت ختم یا کمزور ہو گئی۔

(۵) بقول خلیفہ بن خیاطؒ ۳۶ھ میں اور بقول بلاذریؒ ۳۸ھ کے آخر یا ۳۹ھ کے شروع میں حضرت علیؓ کی طرف حارث بن مرہ عبدیؓ یہاں کے امیر و فاتح بن کر آئے اور انہوں نے کمران کے آگے علاقہ سندھ میں قنڈاہیل کو اپنا فوجی و حربی مرکز قرار دیا، مگر ۴۰ھ میں ان کی اور عام اسلامی لشکر کی شہادت کے بعد مسلمان کمران کے دارالامارہ میں چلے گئے،

یہاں کے ان پانچ مستقل امراء کے علاوہ کچھ اور امراء بھی تھے، جن کا تعلق علاقہ سندھ و کمران کی فتوحات و انتظامات سے تھا، مگر وہ مستقل طور سے دوسرے مقامات کے امیر تھے، جن میں سندھ و کمران کے علاقے بھی واقع تھے، مثلاً سہل بن عدی انصاریؓ کمران کے فاتح و امیر تھے، مگر ۲۳ھ میں فتح کمران میں حکم بن عمرو ثعلبیؓ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے یہاں کے معاملات میں حضرت عمرؓ نے ان کو بھی ذمہ دار بنایا اور صحارہ عبدیؓ کی زبانی کمران کے ناگفتہ حالات سن کر حکم اور سہل دونوں حضرات کو آگے نہ بڑھنے کی ہدایت کی، حضرت سہلؓ نے اسی سال کمران کی فتوحات کے سلسلہ میں قفس (بلوچستان) پر بھی قبضہ کیا اور اسے بھی اپنی امارت کے ماتحت رکھا، حضرت عام بن عمروؓ نے سجستان کی فتوحات کے ضمن میں سندھ کے بعض علاقوں کو فتح کر کے اپنی امارت میں شامل کیا، حضرت مجاشع بن مسعود سلمیؓ نے ۳۱ھ میں کمران پر فوج کشی کر کے بلوچستان کی بغاوت فرد کی اور اسے اپنے زیر انتظام رکھا، حضرت عبدالرحمن بن سمرةؓ نے ۳۳ھ میں سجستان کی امارت کے زمانہ میں سندھ کے علاقہ دواور پر قبضہ کر کے اپنے تابع کیا، یہ تمام امراء و حکام اپنے اپنے اپنے ممالک کے امیر رہتے ہوئے ان سے متصل سندھ و کمران کے مفتوحہ مقامات کے بھی امیر رہے

اندرونی حوادث و فتن کا اثر ہندوستان پر

خلافت راشدہ کا ابتدائی پچیس سالہ دور فتوحات و انتظامات کے اعتبار سے اسلام کا عہد زریں تھا۔ اس دور میں مجاہدین اسلام افریقہ میں طرابلس تک پہنچ گئے، شمال میں قفقاز کے برف پوش پہاڑوں پر ان کے گھوڑوں کے قدم گئے، مشرق میں ایک طرف ماوراء النہر، سمرقند، بخاری اور ترکستان غربی تک اور دوسری طرف کوہ ہندو کش، نکران اور سندھ تک ان کے جھنڈے لہرائے اور ان مفتوحہ ممالک میں خوش آئند اور خوشگوار انتظامات جاری ہوئے امن و امان، تمدن و حضارت اور علم و فن کی بہاریں آگئیں اور انسانیت کو نئی زندگی اور نیا ماحول ملا، حالانکہ اس درمیان میں فارس کی قدیم سلطنت نے موت کا سنبھالا لینا چاہا، اور سازش کر کے ابو لولویہ و زنجوسی کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا، اس اقدام سے نہ صرف اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہا بلکہ اسلامی اثر و نفوذ کو سرے سے ختم ہی کر دینا چاہا، مگر حضرت عثمانؓ کے بارہ سالہ دور خلافت میں اسلامی فتوحات کا سیل فارس کی حکومت کے بچے کھنچے خس و خاشاک کو بہالے گیا بلکہ جنوب میں آگے بڑھ کر ہندوستان کے شمالی مغربی علاقہ جات نکران اور سندھ تک یہ رو چلی آئی۔ البتہ حضرت عمرؓ کی شہادت کا یہ اثر ہندوستان پر پڑا کہ یہاں بد عہدی، بغاوت اور سرکشی کی ہوا چل پڑی اور چند دنوں کے لیے یہاں کی فتوحات و انتظامات میں خلل پڑا مگر حضرت عثمانؓ نے جلد ہی ان اطراف کے تمام سرکش علاقوں میں سخت قسم کی تادیبی کارروائی کر کے آخری عہد فاروقی کی فتوحات کو مکمل کر دیا۔ بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط و منظم حکومت قائم کی، اسی طرح دوسرے ممالک میں فتوحات و انتظامات میں زیادتی و بہتری ہوئی، حتیٰ کہ ۳۵ھ میں حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی، اور ایک بار پھر یہاں کے معاملات میں ابتری کے آثار ظاہر ہوئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت کے دو تین سالوں میں اندرونی اختلافات و مشاجرات کی وجہ سے ادھر توجہ نہ ہو سکی، حتیٰ کہ ۳۶ھ میں یا مشہور روایت کے مطابق ۳۷ھ کے آخر یا ۳۹ھ کے ابتداء میں ہندوستان

کی طرف اسلامی فتوحات کا سیلاب چلا، اور شاندار فتوحات و غنائم حاصل ہوئیں۔
 دور علوی میں حارث بن مرہ عبیدی کی قیادت میں معرکہ رقیقان میں اسلامی فوج فتح و ظفر
 سے ہمکنار ہو رہی تھی کہ اسی دوران میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہونچی، اور اسلامی
 فوج اپنے مرکز مکران میں لوٹ آئی، مگر ہنگامی طور سے چند دنوں خاموش رہنے کے بعد پھر
 اپنے کام میں لگ گئی اور پورے نشاط و انبساط کے ساتھ فتوحات کا سلسلہ جاری تھا کہ ۳۲ھ
 میں یہاں کی اسلامی فوج کا بیشتر حصہ مع اپنے امیر کے شہادت سے ہمکنار ہو گیا، حضرت علی رضی
 اللہ عنہ کے دور میں مسلسل حوادث کا ظہور ہوتا رہا۔ اور مرکز فتنوں کی آماجگاہ بنا رہا ۳۳ھ میں
 جنگ جمل، ۳۴ھ میں جنگ صفین اور ۳۵ھ میں جنگ نہروان کے واقعات رونما ہوئے
 مگر ہندوستان میں ان کے اثرات ظاہر نہیں ہوئے، البتہ عرب کے ہندوستانیوں کو ان
 کی لپیٹ میں آنا پڑا۔ اور انہوں نے ناظرنداری کے عہد و پیمان کے باوجود حضرت معاویہ
 کے طرفداروں کے رویہ کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرفداری کی، جس کی پاداش میں ان کو
 بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، اور وہ مجموعی طور سے بنو امیہ کے مخالفین میں شامل ہو کر
 شر و فساد پر اتر آئے۔ ہندوستان میں ان حوادث کے اثر انداز نہ ہونے کی ظاہری
 وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان حوادث سے پہلے جو حضرات یہاں کے قانع و امیر تھے، اگرچہ ان
 میں سے کئی افراد بعد میں عثمانی الفکر اور علوی الفکر ہو گئے، لیکن وہ بعد میں یہاں نہیں آئے اور
 یہاں پر ان کے آراء و افکار کی اشاعت نہ ہو سکی، اور جو حضرات بعد میں یہاں آئے وہ
 علوی الفکر تھے، ان کے مقابلہ میں یہاں عثمانی الفکر نہیں تھے، تقریباً ہی حال فارس وغیرہ کا تھا
 شاید یہی وجہ ہے کہ فارس اور ہندوستان میں آل علی اور اہل بیت کی موالات و محبت کا سکہ
 چلا، اور عجم میں شیعیت کو فروغ حاصل ہوا، یہ ضرور ہے کہ بعد میں مکران اور سندھ میں خوارج
 کا زور ہوا، مگر ہر جگہ کی طرح یہاں بھی ان کو کوئی خاص مقام نہیں مل سکا، چنانچہ حضرت علی رضی
 اللہ عنہ کے مخالفین میں حضرت خریث بن راشد ناجی سامی اسی زمانہ میں مکران آئے، مگر کسی موقع پر

ان کا نام تک نہیں ملتا ہے، یہاں کے سابق امراء و حکام میں صحار عبدی عثمانی ذہن کے تھے اور جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کی صف میں تھے، حضرت حکیم بن جبلة عبدیؓ بعد میں حضرت عثمانؓ سے برگشتہ ہو کر حضرت علیؓ کے ہمراہ ہو گئے اور بصرہ میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے مقابلہ میں اپنے قبیلہ عبد القیس کے سات سو آدمیوں کو لے کر آئے اور بڑی بہادری سے لڑ کر واصل بحق ہوئے، حضرت امام حسن بصریؒ بھی طرفداران علیؓ میں تھے، حضرت صیفی بن فہیل شیبانیؒ بھی طرفداران علیؓ میں بڑے گرم تھے اور اسی راہ میں فوت ہوئے، یہ تمام حضرات دورِ فتن سے پہلے ہندوستان آئے تھے، البتہ حضرت منذر بن جارد و عبدیؓ اور حضرت حارث بن مرہ عبدیؒ علوی ذہن و مزاج کے تھے بلکہ ان امور و معاملات میں پیش پیش تھے۔ یہ حضرات بعد میں یہاں فاتح و امیر بن کر آئے، حضرت حارث عبدیؒ نے حضرت علیؓ کی اجازت و مرضی سے یہاں شاندار فتوحات و غنائم حاصل کیں اور حضرت منذر بن جارد و عبدیؒ نیز یہاں کے دور میں یہاں کے امیر ہوئے، اور یہیں فوت ہوئے۔

ناموافق حالات اور انتظامی مشکلات

کران سندھ میں مسلمانوں نے انتظامات کے سلسلے میں بے پناہ مصائب و مشکلات کا مقابلہ کیا، اور اپنی خدا داد صلاحیت کا بہترین حصہ اس خطہ ہند پر صرف کر کے امن و امان، تہذیب و تمدن، اور دین و دیانت کی فضا پیدا کی۔

عرب مورخوں اور جغرافیہ نویسوں کے بیان کے مطابق کران ایک وسیع و عریض گرم ریگستانی علاقہ تھا، جس پر قحط، گرانی، معاشی تنگی اور وسائل زندگی کی نایابی کا غلبہ تھا، زمین کا اکثر حصہ بے آب و گیاہ صحراؤں اور ریگستانوں پر مشتمل تھا، دریا اور ندیاں نہ ہونے کے برابر تھیں، باشندے غیر تمدن اور وحشی تھے، میدانوں میں جاٹوں کی آبادی تھی، جو اپنی بود و باش اور وحشی زندگی میں عراق کے گردوں کی طرح اجدتھے، پھوس کے جھونپڑوں

میں زندگی کے دن کاٹتے تھے، مچھلیوں مرغابیوں کا شکار ان کا ذریعہ معاش تھا۔
 سندھ اور قندابیل کا علاقہ بھی اس سے کم بد حال نہ تھا، یہاں کے تمام علاقہ جات بھی
 خشک و گرم تھے، زمین پہاڑی اور ریگستانی تھی، پانی کی سخت قلت تھی، دریا اور ندیاں یہاں
 بھی تقریباً مفقود تھیں، صرف ایک دریا کے سندھ جسے عرب مہران کہتے تھے سب کچھ تھا،
 یہاں کے باشندے بھی وحشت و بدادت میں بہت آگے تھے، جو عام طور سے بدھ مذہب کے
 پیرو تھے اور ان کے علاقہ کو طوران کہتے تھے جس کا مرکزی مقام قندابیل تھا، ان لوگوں میں تمدنی
 زندگی کے آثار سرسراہٹ مفقود تھے، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو مکران اور سندھ
 وقتندابیل کے بارے میں ان کے مبصروں اور مجبوروں نے یہی اطلاع دی تھی کہ ان مقامات کا پانی
 ردی ہے، پھل خراب ہے، دشمن قوی ہیکل ہیں، ان کی کثرت و طاقت کا حال یہ ہے کہ اگر ان کے
 مقابلہ میں فوج کم ہو تو ضائع ہو جائے اور خور و نوش کی اشیاء کی نایابی کا یہ عالم ہے کہ اگر
 فوج زیادہ ہو تو بھوک پیاس سے مر جائے، اور اس سے آگے ہندوستانی علاقوں کا حال اور
 بھی ناگفتہ بہ ہے۔

یہاں کے طبی حالات کی ناگواری و ناسازگاری کے ساتھ ان مجبوروں اور مبصروں نے بڑی
 فراخ دلی اور حوصلہ مندی سے یہاں کے اپنے دشمنوں کی بہادری و شجاعت کا اعتراف کیا ہے اپنے
 دشمنوں کا اعتراف عربوں کے قدیم مزاج میں داخل ہے، وہ واقعات کے اعتراف میں نخل سے
 کام نہیں لیتے تھے، ہندوستان کے باشندوں نے ایران کے قدیم بادشاہوں کے مقابلہ میں
 ان جدید فاتحوں سے مدتوں نبرد آزمائی کی، اور ایرانی حکومت کے زوال کے بعد بھی انہوں
 نے عرب بہادروں کے سامنے سپر نہیں ڈالی، یہ اقدام مفتوح کی زبان میں آزادی و خود مختاری
 کی جدوجہد کہلاتا ہے، اور فاتح قوم اسی کو غداری، بے وفائی، بد عہدی جیسے ناموں سے یاد

۱۔ مسالک الممالک، مروج الذهب، احسن التقاسیم، معجم البلدان۔

۲۔ حیون الاخبار ج ۲ ص ۱۹۹، فتوح البلدان ص ۲۱۔

کرتی ہے، غالب و مغلوب اور فاتح و مفتوح کی یہ سیاسی اصطلاحات ہمیشہ اسی طرح رہی ہیں، بہر حال سندھ و مکران اور وہاں کے باشندوں کے مذکورہ بالا حالات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان علاقوں میں زندگی کی نئی قدروں کا پھیلنا اور ان میں تہذیب و تمدن کے ساتھ معیشت و معاشرت میں خوشگوار انقلاب برپا کرنا بڑے دل گردہ کا کام تھا، اس دور میں مسلمانوں نے اس حسہ و بد حال علاقہ کو کیا دیا، اور اس سے کیا لیا؟ اگر اس کی تفصیل معلوم کی جائے تو یقیناً مسلمان سر اسٹر نقصان میں نظر آئیں گے، مگر وہ حساب کم و بیش "کا نظریہ لے کر دنیا میں نہیں اٹھے تھے، بلکہ اسلام کی اشاعت اور انسانوں کی خدمت کا حوصلہ لے کر نکلے تھے، یہاں کے مہلک شدائد و مصائب کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین نے یہاں کے حالات سننے کے بعد مجاہدین اسلام کو ان خطرناک حالات میں ہندوستان نہ بھیجنے کا پختہ عزم کر لیا تھا، اور انہوں نے تبلیغ اسلام اور جہاد کے نام پر ان کی زندگی کو ابتلا و آزمائش کے حوالہ نہیں کیا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ہندوستان میں تھا نہ، بھڑوچ، اور دیبل کی اولین فتوحات کے بعد عثمان ابوالعاصی ثقفی کو نہایت تیز الفاظ میں لکھا کہ اگر مسلمانوں کا نقصان ہوا تو میں تمہاری قوم سے بدلہ لوں گا،^۱

اور فتح مکران کے بعد جب یہاں کے ناگفتہ بہ حالات معلوم کیے تو فرمایا: خدا کی قسم جب تک مسلمان میرا حکم مانتے ہیں میری فوج وہاں جنگ میں نہیں جائے گی، ساتھ ہی حکم بن عمروؓ اور سہل بن عدیؓ کو لکھا کہ خبردار تم دونوں کی فوج سے کوئی سپاہی مکران کے آگے حدود ہند میں داخل نہ ہو، قنابیل کے اہوال و شدائد کی داستان سن کر فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے بارے میں مجھ سے محاسبہ نہ کرے جسے میں مکران بھیجوں۔^۲

حضرت عثمانؓ نے حکیم بن جبہ کو تاکید کی تھی کہ سندھ و مکران کے حالات کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کر کے دربار خلافت کو اطلاع دیں چنانچہ انہوں نے حضرت عثمان کو اس اطمینان کے بعد یہاں کے حالات بتائے کہ میں نے وہاں کے حالات اچھی طرح معلوم کر لیے ہیں۔

^۱ فتوح البلدان ص ۲۲، ^۲ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۴، ^۳ عیون الاخبار ج ۲ ص ۱۹۹،

تو حضرت عثمان نے اس وقت یہاں فوجی مہم کی روانگی روک دی۔

ان تاثرات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے یہاں پر کن خطرات اور مہلک حالات کا مقابلہ کیا ہے، اور یہ کام وہی قوم کر سکتی ہے جس کی نگاہ دنیاوی مفاد سے بہت بلند ہو۔

گزشتہ صفحات سے معلوم ہو چکا ہے کہ فتوحات انتظامی امور میں خلفاء سے خط و کتابت اور ہدایت سے پہلے بھی حضرات خلفائے راشدین نے

براہ راست ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ سے تعلق رکھا۔ اور جب اس ملک کا ایک معتد بہ حصہ اسلامی قلمرو میں داخل ہو گیا اور یہاں کے مرکزی مقام بصرہ سے اس کا باقاعدہ تعلق قائم ہوا تو اس وقت بھی خلفائے اربعہ یہاں کے امور و معاملات میں ذخیل رہا کرتے تھے، ان کی خصوصی توجہ سے اس ملک کے باشندوں کو بڑا فائدہ پہونچا اور ان کی برکات و توجہات سے یہاں کے مسلم اور غیر مسلم سب ہی مستفیض ہوئے نیز یہاں کے امرا و فاتحین حسب ضرورت دارالخلافہ سے رائے مشورہ اور ہدایت لیا کرتے تھے اس لیے ہمیشہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

تھانہ کی بے قاعدہ فوج کشی اور فتح کے بعد عثمان بن ابوالعاصی ثقفی نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے اس اقدام سے روکتے ہوئے تہدید کی خط لکھا۔

یا اخا ثقیف! حملت دوداً علی الے ثقفی! تم نے کیرے کو کلڑی پر سوار کر کے سمندر عود، وانی احلف باللہ ان لو اصبوا کے حوالے کر دیا ہے، خدا کی قسم اگر مسلمانوں کا نقصان لاخذت من قومک مثلہم۔ ہو تو میں ان کا بدلہ تمہارے قبیلہ سے لوں گا۔

جب اسادہ سیاح اور جاٹوں نے اپنے اسلام کے سلسلہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کے سامنے اپنی شرطیں پیش کیں اور کہا کہ ہم کو امیر المومنین کی طرف سے جواب ملنا چاہیے تو ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمرؓ کو اس معاملہ سے آگاہ کیا، اور آپ نے ان کو لکھا۔

ان اعطہم جمیع ما سألوا، وہ جو کچھ مانگتے ہیں، تم ان کو وہ سب دیدو۔

۱۔ فتوح البلدان ص ۲۸، ۲۔ فتوح البلدان ص ۲۹، ۳۔ فتوح البلدان ص ۳۰

خلافت راشدہ اور ہندوستان

فتح کران کے بعد امیر لشکر حکم بن عمرو ثعلبی نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں فتح کی بشارت اور خمس روانہ کر کے مال غنیمت میں آئے ہوئے ہاتھیوں کے بارے میں سوال کیا، نیز حضرت عمرؓ نے کران اور اس کے اطراف کے ناسازگار حالات سنے تو حکم بن عمرو اور ان کے معاون ہبل بن عدی دونوں کو لکھا۔

ان لا یجوزن مکران احد من تم دونوں امیروں کی فوج کا کوئی سپاہی کران کے جنود کما، واقتصر علی مادون آگے نہ بڑھے، اور تم دونوں دریائے سندھ کے النہر، وامرہ ببيع الفیلۃ بارض اس پار رک جاؤ، نیز حضرت عمرؓ نے حکم بن عمرو کو الاسلام وقسم اثماخا علی من حکم دیا کہ وہ ہاتھیوں کو اسلامی ملک میں فروخت افاءہا اللہ علیہ کر کے ان کی قیمت فاتحوں میں تقسیم کر دیں۔

بلوچستان کی فتح میں وہاں کے بختی اونٹ بھی ہاتھ آئے تھے جو عربی اونٹ کے مقابلہ زیادہ حیثیت رکھتے تھے، اور ان کی تقسیم میں اختلاف رائے ہو گیا مجاشع بن مسعود وغیرہ نے اس بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا، آپ نے جواب میں لکھا۔

ان البعیر العربی اثماخوم عربی اونٹ کی قدر و قیمت اس کے گوشت کے اعتبار سے بتعبیر اللحم وذلك مثله ہے، اور بختی اونٹ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، اگر تمہارے فاذا راۓتم ان فی البخت فضلا نزدیک بختی اونٹ میں گوشت کی زیادتی ہے تو پھر اس فزید و افانسا ہی من کی حیثیت کو زیادہ مان لو، کیونکہ یہ زیادتی اس کی قدر و قیمت ہے!

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اہواز میں جاٹوں پر فتح پائی اور مسلمانوں نے ان کو جنگی قیدی بنایا جس سے مقامی زمینیں بیکار ہو رہی تھیں، اور ان پر کاشتکاری کرنے والے نہیں رہ گئے تھے، حضرت عمرؓ کو اس صورت حال کی خبر لگی تو لکھا۔

انه لا طاقۃ لکم بعمارة الارض تم لوگوں کو زمینوں کے کاشت کرنے کی طاقت نہیں
 فخلو امانی اید یکم من السبی ہے اس لیے جن قیدیوں کو تم نے اپنے قبضہ کر لیا ہے
 واجعلوا علیہم الخراج، ان کو رہا کر دو اور ان پر خراج کی رقم مقرر کر دو۔
 ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان نے حدود ہند میں جاسوس اور مخبر روانہ کرنے کے لیے
 امیر بصرہ عبداللہ بن عامر بن کریم کو لکھا۔

کتب الیہ یا مرہ ان یوحہ الی کہ وہ تغر ہند کی طرف ایسے شخص کو روانہ کریں جو وہاں
 تغر الہند من یعلم علی وینصرف الیہ بخبر کے حالات کو معلوم کرے، اور واپس آکر ان کو خبر دے۔
 اس سرکاری خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے جملہ فوجی اور انتظامی امور خلفاء کی
 مرضی و ہدایت کے ماتحت طے پاتے تھے، اور بصرہ کے ماتحت ہونے کے باوجود ہندوستان پر خلفائے
 راشدین کی امارت و حکومت تھی، اور ہر معاملہ میں یہاں کے مسلمان شریعت کے پابند تھے۔
 اسلامی تاریخ کا صفحہ صفحہ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے ذمیوں کے ساتھ
 مذہبی فکری اور معاشی آزادی فراہم کی، سیرچشمی اور حسن سلوک کا برتاؤ کر کے ان کو ہر طرح سے
 نوازا اور آرام پہنچایا، چنانچہ ہندوستان اور عرب دونوں ملکوں میں مسلمانوں نے ہندوستانیوں
 کے ساتھ حسن سلوک اور ایقانے وعدہ کی انتہا کر دی، اس دور میں اسلامی تعلیمات اور کتاب و
 سنت کو معیار بنا کر اسی کے مطابق مفتوح و مغلوب قوموں سے تعلقات قائم کیے گئے، اور یہی
 اصول یہاں بھی کارفرما رہا، البتہ باریبار کی سرکشی و بدعہدی کی وجہ سے مجبوراً تا دیسی سیاست سے
 کام لینا پڑتا تھا، جس کے لیے مسلمان معذور تھے، جو فتوحات صلح و مصالحت اور شرائط و عہود کے
 ماتحت ہوتی تھیں ان میں مقامی باشندوں کے مفاد کا خاص طور سے خیال رکھا جاتا تھا، اور
 خراج و جزیہ کی رقم عموماً جانیوں کی مرضی سے طے ہوتی تھی۔ ان کے قدیم ذرائع معاش اور وسائل
 معیشت ان کے ہاتھ میں رکھے جاتے تھے، حتیٰ کہ بعض فتوحات میں مسلمانوں نے ان کی جائداد
 ۱۔ فتوح البلدان ص ۳، ۲۔ فتوح البلدان ص ۴۱۔

اور زمین پر قبضہ کرنے اور ان کو غلام بنانے کے بعد آزاد کر کے زمین ان کے قبضہ میں دے دی گئی تاکہ وہ اپنے طور پر کاشت کرتے رہیں اور اسلامی قانون کی رو سے اپنا جزیہ اور زمین کا خراج ادا کرتے رہیں۔

مذہبی معاملات میں بالکل آزادی حاصل تھی، اور وہ بلا کسی قسم کی مزاحمت کے بتوں، بت خانوں اور پوجا پاٹ کے معاملات میں آزاد تھے، البتہ بعض مرتبہ دعوت و تبلیغ اور اتمام حجت کے طور پر ان کے بتوں کے ساتھ کھیل کھیلا گیا، اور یہ کہہ کر ان کو واپس کر دیا گیا کہ ہمارا مقصد توحید کی دعوت ہے، اسکے بعد تم جانو، تمہارے اعمال جانیں، چنانچہ اس پورے دور خلافت میں یہاں ایک ایسی مثال نہیں ملتی ہے جس میں مسلمانوں نے فتح و ظفر کے دوران کسی بت خانہ کو نقصان پہنچایا ہو، یا کسی جماعت اور فرد کو جبراً مسلمان بنایا ہو، جب کہ ہندوستان، فارس اور عرب یمنوں ممالک میں ہندوستانیوں کے برضار و رغبت اسلام لانے کی روایات موجود ہیں، حالانکہ یہاں مسلمانوں کو متعدد شاندار فتوحات حاصل ہوئی ہیں جن میں وہ سب کچھ کر سکتے تھے، اور ان کے مندروں اور بت خانوں کو مساجد میں تبدیل کر دینے کی حیثیت کے مالک تھے، مگر تاریخ اسلام کے کسی صفحہ پر اس قسم کے نشان نظر نہیں آتے ہیں، بخلاف اس کے مسلمانوں نے ہندوستان کے غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ وہی مومنانہ کردار ادا کیا جن کی تعلیم و تلقین ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے فرمائی تھی، اور جن کی طرف چند اشارے گزر چکے ہیں۔

ہندوستان کے مذاہب اور بت خانے

اس دور میں ہندوستان کے مقبوضہ علاقوں میں متعدد مذاہب اور ان کے بڑے بڑے عبادت خانے اور بت خانے موجود تھے، جن میں عام طور سے تین مذاہب اور ان کے معابد و ہیاکل پائے جاتے تھے، عام بت پرستی جو ہندوستان کے قدیم باشندوں کا مذہب ہے، بدھ مذہب جو

ہندوستان میں پیدا ہوا، اور شمال مغرب میں بلخ تک پہنچا ہوا تھا، اور ایرانی شہنشاہیت کے اثر و رسوخ کی وجہ سے مجوسیت بھی یہاں عام تھی، ان تینوں مذاہب کے ماننے والے اور ان کے بت خانے پورے علاقہ مکران و سندھ میں موجود تھے، سندھ کے علاقہ قندابیل کو طوران کہتے تھے، اس میں بدھ مذہب کا زور زیادہ تھا اور اس علاقہ کو بدھ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا جیسا کہ کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے، اس علاقہ کے میدانوں اور ساحلوں میں اسی مذہب والوں کی آبادی تھی۔

ہندوستان کے بت پرست باشندوں کے سات مشہور ہیاکل اور بت خانے تھے جن میں سے مانگیر (مانگردول سوراشٹر) سومنا تھا اور لتان کے بت خانے اسلامی مقبوضہ کے باہر تھے، اسی طرح بھیروا کا بت خانہ بھی اس وقت تک حدود اسلام میں داخل نہیں تھا اور عہد فاروقی میں حضرت حکم بن عمرو ثعلبیؓ نے اپنے شعر میں وہاں نہ جانے کا تذکرہ کیا ہے، ان کے علاوہ سجتان اور سندھ و مکران کے اسلامی علاقوں میں کئی بہت بڑے بڑے بت خانے تھے، مسعودی نے لکھا ہے کہ سبہ ہیاکل میں سے تیسرا ہیکل اور بت خانہ مندوسلان کے نام سے مشہور ہے جو کہ بلاد ہند میں واقع ہے، ہندو اس کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ اس کے اندر مقناطیسی پتھر ہیں جن کی قوت جذب و دفع سے عجیب عجیب تماشے ظاہر ہوتے ہیں، ابن ندیم نے لکھا ہے کہ سجتان سے متصل ہندوستان کا پہلا علاقہ بامیان ہے جہاں ایک بت خانہ ہے، یہ بہت بڑا بت خانہ ہے، اس میں ہندوؤں کے عبادت گاہ اور تپسیا کرنے والے مہنت اور پجاری رہتے ہیں، اس کے بت سونے کے ہیں جو ہیرے جو ہرے مرصع ہیں۔ ہندوستان بھر سے دور دراز علاقوں کے بت پرست بڑی اور بحری راستوں سے ان کی پوجا پاٹ کے لیے جمع ہوتے ہیں، نیز ابن ندیم نے لکھا ہے کہ ایک اور بت خانہ مکران اور قندہار کے درمیان کے میدانی علاقہ میں ہے، اس کی پوری عمارت سونے کی بنی ہوئی

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۲۳۸، ۲۔ الفہرست ص ۲۸۶

ہے، اس کا طول و عرض سات سات گز اور بلندی بارہ گز ہے، انواع و اقسام کے جو اہر سے مرصع ہے اس کے بت یا قوت سرخ اور دوسرے قیمتی پتھروں سے بنے ہوئے ہیں، جن میں بے بہا موتی جڑے ہوئے ہیں۔ علاقہ داور کے بت خانہ زور کا حال معلوم ہو چکا ہے جس کے بت کے ذریعہ مقامی باشندوں کو توحید کی دعوت دی گئی تھی، بت خانوں کی طرح مجوسیوں کے آتش کدے بھی ہندوستان کے اسلامی مقبوضات میں واقع تھے اور یہاں کے مجوس، ان میں پوجا پاٹ کرتے تھے، شاہان ایران کے اثر و نفوذ کی وجہ سے یہاں کے مغربی شمالی علاقوں میں قدیم زمانہ سے زردشتی مذہب اور مجوسیت کو فروغ حاصل تھا، مسعودی نے لکھا ہے آتش کدے بہت زیادہ تھے، جن کو مجوسیوں نے عراق، فارس، کرمان، سجستان، خراسان، طبرستان، جبال، اذربایجان، ران اور ہندوستان سندھ اور چین میں تعمیر کیا تھا،

اسی طرح بدھ مذہب کے معابد و ہیاکل ان علاقوں میں پائے جاتے تھے، اور ابتدا میں ان ہی علاقوں میں بدھ مذہب کے بانی نے اپنی سرگرمی دکھائی ہے، مسعودی نے لکھا ہے کہ بودا (گوتم بدھ) ہندی تھا اور ہندوستان میں ظاہر ہوا، یہاں سے سندھ اور وہاں سے سجستان اور زابلستان (غور) کے شہروں میں گیا، پھر یہاں سے واپس آکر دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کی طرف سے فرستادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ سندھ کا شمالی علاقہ جسے طوران کہتے ہیں دلائت بدھ کے نام سے بھی مشہور تھا۔

یہ تمام بت خانے اور مذہبی ہیاکل و معابد خلافت راشدہ میں ہندوستان کے اسلامی قلمرو میں موجود تھے، جن میں یہاں کے غیر مسلم ذمی آزادی سے عبادت کرتے تھے اور اپنے مذہب کے مطابق تمام امور بجالاتے تھے، حتیٰ کہ یہ بت خانے بعد میں بھی کئی صدیوں تک باقی رہے اور ان کے مذکرے مسلمان مورخوں اور سیاحوں کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں، مسلمانوں نے نہ ان بت خانوں سے کوئی تعرض کیا اور نہ ان کے ماننے والوں پر نیکیر کی، کیوں کہ وہ خلافت

۱۔ الفہرست، ص ۲۸۶ ۲۔ مروج الذہب، ج ۲، ص ۲۵۵ ۳۔ مروج الذہب، ج ۲، ص ۲۳۷

اسلامیہ کے غیر مسلم ذمی اور رعایا تھے، ان کے جان و مال اور آل و اولاد کی طرح مذہب اور عبادت خانے بھی بالکل محفوظ رکھے جاتے تھے، اور ان کی مذہبی آزادی میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا تھا خاص طور سے شراک و مواعید کی رو سے جو ممالک فتح ہوتے تھے، ان کے باشندے ہر طرح مطمئن رہ کر زندگی بسر کرتے تھے۔

مفتوحہ زمین کی تین قسمیں اور ان کے لیے تین
مفتوحہ زمینوں کے احکام اور خراج و عشر اور جزیہ | قسم کے احکام ہیں۔ (۱) وہ زمین جس کے تمام
باشندے مسلمان ہو جائیں یہ زمین عشری ہوگی اور مقامی باشندے اس کے مالک ہوں گے، اور
زمین کی پیداوار سے خلافت کو عشر یعنی دسواں حصہ دیں گے، (۲) جو زمین صلح کے ذریعہ فتح ہوئی
ہے، اس پر طرفین سے جو خراج طے ہوا ہو اس مقدار کی ادائیگی لازمی ہے اور جن شرائط پر صلح
ہوئی ہے ان کا پورا کرنا طرفین کے لیے ضروری ہوگا۔ (۳) جو زمین طاقت اور فوج کشی کے ذریعہ
فتح ہوئی ہے، اس کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ کہ وہ بھی مال غنیمت میں سے ہے اور بقی خلافت
اس کا خمس (پانچواں حصہ) نکال کر باقی چار حصے مجاہدین پر حسب قاعدہ تقسیم کر دیئے جائیں،
اور دوسری صورت یہ ہے کہ خلیفہ و امام اپنی صوابدید سے اس میں عمل کرے اگر چاہے تو غنیمت
قرار دے کر خمس نکالنے کے بعد فوجیوں پر تقسیم کر دے ایسی صورت میں یہ زمین عشری ہوگی اور
اس کے باشندے غلام ہوں گے، اور اگر چاہے تو اسے فی بنا کر باقی رکھے جیسا کہ حضرت عمر نے
سوادِ عراق میں کیا تھا ایسی صورت میں یہ زمین تمام مسلمانوں پر وقف ہوگی، اور اس کے
باشندے غلام نہیں ہوں گے البتہ ان پر جزیہ اور زمین پر خراج ضروری ہے، جزیہ کی تشخیص
اس طرح ہے کہ معاش و معیشت کے اعتبار سے معمولی درجہ کے ایک مرد بالغ پر سالانہ بارہ
درہم، متوسط المال پر چوبیس درہم، اور مالدار و خوشحال پر اڑتالیس درہم، عورتوں اور بچوں
پر کوئی رقم نہیں ہے، اسی طرح ضعیف، کمزور، آفت رسیدہ یا مذہبی آدمی سے امیر کی صوابدید پر
جزیہ معاف ہے، ایک درہم موٹے حساب سے آٹھ آنے کے برابر ہے، جو زمین فتح کے بعد مقامی

باشندوں کو کاشت کے لیے دی جاتی ہے اس پر فی جریب (موتی حساب کیجیے) خرچ کی رقم پیداوار کی نوعیت کے اعتبار حسب ذیل ہے۔ فی جریب انگور پیرس درہم، زیتون پر بارہ درہم، جو پر دو درہم، گیہوں پر چار درہم، گنے پر چھ درہم، کھجور پر آٹھ درہم، سمسم (اسی) پر پانچ درہم، روئی پر پانچ درہم، سبزی ترکاری پر تین سے پانچ درہم، اور اسی حساب سے ہر جنس سے بوڑیاں بھی لی جاتی ہیں۔ احوال و ظروف کے پیش نظر خرچ میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

ہماری تحقیق میں خلافت راشدہ میں ہندوستان میں پہلی صورت مفقود تھی اور یہاں کوئی علاقہ ایسا نہیں تھا جس کے تمام باشندے مسلمان ہو کر اپنی زمینوں پر قابض و خیل رہے ہوں اور ان کی پیداوار کا عشر خلافت کو گیا ہو، البتہ بعد کی دونوں صورتیں اس دور میں پائی جاتی تھیں، یعنی جو زمینیں صلحاً فتح ہونے کے بعد مقامی باشندوں کے پاس رہیں ان سے خرچ وصول کیا گیا، اور جو زمینیں عنوة و جبراً فتح ہونے کے بعد مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں ان سے عشر وصول کیا گیا۔

عراق، خراسان اور بصرہ سے متعلق مشرقی بلاد و امصار جن میں سندھ اور کرمان وغیرہ بھی شامل ہیں، ان سب میں یہی صورتیں ہیں اور خلافت راشدہ سے لے کر عباسی دور تک ان ہی پر عمل درآمد ہوتا تھا، امام قاضی ابو یوسفؒ نے خلیفہ ہارون رشید کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ:

اما ارض البصرة و خراسان فانها بصرہ اور خراسان کی متعلقہ زمینیں میرے نزدیک سواد عندی بمنزلۃ السواد ما افتتح عراق کے مانند ہیں کہ ان میں سے جو جبراً فتح ہوئیں وہ خرابی من ذلک عنوة فهو ارض خراج ہیں، اور جو صلحاً فتح ہوئیں ان کا معاملہ باشندوں کے شرائط و ماصولح علیہ اہلہ فعلی پر ہوگا اور ان پر کچھ زیادہ نہیں کیا جائے گا، اور جس ما صولحو اعلیہ ولا یزداد زمین کے باشندے مسلمان ہو گئے ہوں تو وہ عشری علیہم، وما اسلم علیہ اہلہ زمین ہے، اور میرے نزدیک سواد عراق کی زمینوں فهو عشر، ولست افرق بین السواد میں اور بصرہ و خراسان کی زمینوں میں کوئی فرق نہیں و بین ہذا فی شئ من امرہا، ہے مگر اسی طریقہ پر معاملہ جاری ہے اور خلفائے

ولكن قد جرت عليها سنة ومضى بها اى جارى رکھا ہے اس لیے میں مناسب سمجھتا
 ذلك من كان من الخلفاء فرأيت ان تقرها ہوں کہ تم بھی اسی طریقہ کو باقی رکھو اور اس پر
 على حالها، وذلك الامر وعليه العمل عمل بھی ہے۔

عراق کے دو فوجی مرکز اور ان کے سوا دتھے ایک بصرہ جس کے سوا دیں فارس، خراسان، کرمان
 بختان، مکران اور سندھ وغیرہ تھے اور ان ملکوں میں بصرہ کی فوجیں فتوحات کرتی تھیں، اس
 لیے یہ تمام ممالک "ارض البصرہ" میں داخل تھے، اور دوسرا مرکز کوفہ تھا جس کے سوا دیں بلاد
 ماورالنہر اور ایشیائے کوچک کے علاقے تھے اور وہ ارض الکوفہ تھے۔

جو بلاد و امصار صلح و مصالحت کے ذریعہ فتح ہوئے ان
 جو مقامات صلح و معاہدہ سے فتح ہوئے کی تفصیل یہ ہے ۱۲ھ یا ۱۳ھ میں عاصم بن عمرو
 تیمی نے بختان کی فتوحات کے سلسلے میں حدود سندھ کے علاقے مقامی باشندوں کے مطالبہ
 پر صلح فتح کئے، طبری کا بیان ہے۔

ثم انهم طلبوا الصلح على مقامى باشندوں نے زرنگ اور اپنی پسند کی زمینوں
 نرا، بنج و ما اختاروا من الارضين پر صلح کا مطالبہ کیا تو مسلمانوں نے ان کا مطالبہ منظور
 فاعطوه، وكانوا قد اشترطوا فی کرلیا، انہوں نے صلح میں ایک شرط یہ بھی رکھی تھی
 صلحهم ان فدا فداها کہ یہاں کے صحرا اور میدان چراگاہ باقی رکھا نہیں
 حمى، فكان المسلمون اذا گئے، اس شرط کی وجہ سے جب مسلمان باہر نکلتے تھے،
 خرجوا تناذروا خشية ان تو ایک دوسرے کو اس خوف سے آگاہ کرتے تھے کہ ان
 يصيبوا منها شيئا فيخفروا، صحراؤں سے کوئی ناجائز اور مالکانہ فائدہ نہ حاصل
 فتم اهل بختان على الخراج کریں کہ اس سے عہد و پیمان میں نقص ہو جائے گا
 والمسلمون على الاعطاء اس طرح اہل بختان خراج پر تیار ہوئے۔ اور

۱۲ھ کتاب الخراج ص ۱۲۷ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۲۷

مسلمان شترالط کے پورا کرنے پر آمادہ ہوئے۔

۳۳ھ میں عبدالرحمن بن سمرہؓ نے علاقہ داور کو بھی صلحا ہی فتح کیا تھا، بلاذری نے لکھا ہے
فلما انتھى الى الداور حصروهم عبدالرحمن بن سمرہؓ نے داور پہنچ کر جبل زور میں
فی جبل الزور وشر صالحهم باشندوں کا محاصرہ کیا پھر انہوں نے صلح کی
.... وفتح بستان و ذابل اور اسی سلسلہ میں انہوں نے بستان اور ذابل
بعہد (غزنین) معاہدہ کے ذریعہ فتح کیا۔

ان مفتوحہ علاقوں کی زمینیں مقامی باشندوں کے قبضہ میں رہیں، اور ان سے مذکورہ شرح
یا آپس میں طے شدہ شرح سے خراج وصول کیا گیا، یا پھر وہ رقم متفرق یا یکجائی طور پر وصول کی
گئی جو شترالط صلح کی رو سے باہم طے ہو چکی تھی۔

جو ممالک اور بلاد جہاد کے بعد ضرورتاً فتح کئے گئے ان کی تفصیل
جو مقامات جہاد سے فتح ہوئے، یہ ہے، عہد فاروقی کی ابتدائی فتوحات جو عثمان بن ابوالعاصی
ثقفی اور ان کے بھائیوں کی امارت میں تھا، بھڑوچ اور ویل میں ہوئیں یا ۲۳ھ میں مکران
کی جو فتح حکم بن ابوالعاصی ثقفی کی امارت میں ہوئی، وہ سب وقتی اور سنگامی تھیں، اور ان کے
بعد وہاں کی زمینوں اور باشندوں پر خراج اور جزیہ کا قانون جاری نہیں ہوا، البتہ ۳۳ھ میں
حکم بن عمرو ثعلبیؓ کی امارت میں فتح مکران کے بعد خراج و جزیہ کا معاملہ کیا گیا، کیونکہ یہ مستقل فتح
طاقت کے ذریعہ اور باقاعدہ جنگ کے بعد ہوئی تھی، طبری نے اس جنگ کا نقشہ ان مختصر الفاظ
میں کھینچا ہے۔

وقد انقضت اهل مکران الیہ اہل مکران نے بد عہدی کی اور سابقہ معاہدوں کو توڑا
حتیٰ نزولوا علی شاطئ ففسکروا، اور دریائے سندھ کے کنارے اتر کر فوجوں کو جمع کیا
وعبر الیہم، اسل ملکهم نیز ان کا راجہ راسل جو کہ سندھ کا راجہ تھا دیرپا ہوا

۱۔ فتوح البلدان ص ۳۸۶

ملك السند، فأراد لفت بهمم کر کے ان سے مل گیا، اور مسلمانوں کے سامنے پڑا وڈا نتیجہ
مستقبل المسلمين، فالتقوا یہ ہوا کہ دریائے سندھ سے چند دن کی دوری پر مکران
فاقتتلوا بمكان من مکران کے ایک مقام میں طرفین میں ٹکڑ بھڑ ہو گئی، اور قتال
من النهر على ايام بعد ما كان کا بازار گرم ہو گیا، مکرانیوں نے یہ ترکیب کی تھی کہ ان
قد انتهی اليها وائلهم، و کی فوج کے اگلے حصے پہنچ کر محاذ پر جم گئے مگر ان کے
عسکروا به ليلحق اخرهم پچھلے حصے بھی آکر مل جائیں، اللہ تعالیٰ نے راجہ راسل
فهمز الله راسل وسلبہ کو شکست دی، اور اس کے ساز و سامان لوٹ کی نذر
واباح المسلمين عسکره وقتلوا کر دیئے، اور مسلمانوں نے اس کی فوج کو یوں مارا کہ
فی المعركة مقتلة عظيمة واتبعوا میدان جنگ میں زبردست قتل و خون ہوا، پھر مسلمانوں
يقتلواهم اياما حتى انتهوا الى نے کئی دن تک ان کا تعاقب کیا، یہاں تک کہ وہ
النهر، ثم رجعوا فاقاموا دریائے سندھ پر پہنچ گئے، اس کے بعد مسلمان
بمكران لہ مکران میں واپس آکر ٹھہرے۔

اس فتح کے نتیجے میں مسلمانوں کو بہت زیادہ مال غنیمت اور ہاتھی وغیرہ ہاتھ آئے، اور
باقاعدہ ان کا خمس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا گیا۔

۲۳ھ میں سہیل بن عدی نے کران اور بلوچستان کو جنگ کے ذریعہ فتح کیا، مقامی باشندوں
نے پوری طاقت جمع کر کے مقابلہ کیا مگر ان کو نہر بیت اٹھانی پڑی، طبری نے لکھا ہے کہ
وقد حشد له اهل كرمان سہیل بن عدی کے مقابلہ کے لیے اہل کرمان نے پوری
واستعانوا بالقفس، فاقتتلوا طاقت جمع کی اور بلوچوں سے مدد لی، پھر اپنے قریبی
فی ادنى ارضهم ففصرهم الله علاقہ میں مسلمانوں سے جنگ کی، اللہ تعالیٰ نے
فاخذوا عليهم بالبطريق و اس کی جمیعت منتشر کر دی، اور مسلمانوں نے ان کا

قتل النیر مرز بانہا..... راستہ گھیر لیا۔ نیر نے ان کے حاکم کو قتل کیا اور مسلمانوں
 فاصلا واما شاء امن بغير او شاة۔ نے جو چاہا اونٹ اور بکری مال غنیمت پایا۔
 ۲۹ھ میں عبید اللہ بن معمر تیمی نے مکران کے جنوب میں نہر سندھ تک پورا علاقہ طاقت
 کے ذریعہ فتح کیا، اور ان اطراف کی بغاوت کو سخت جنگ کے بعد ختم کر کے حالات پر پورا قابو
 پایا، طبری کا بیان ہے۔

و بعث علی مکران عبید اللہ حضرت عثمان نے مکران کی ہم پر عبید اللہ بن معمر تیمی
 بن معمر التیمی فاشحن فیہا کو روانہ کیا اور انہوں نے مکران سے دریائے
 حتی بلغ النہر۔ سندھ تک کو قتل و غارت کے ذریعہ رام کیا۔
 ۳۰ھ میں مجاشع بن مسعود سلمی نے کرمان کی فتوحات کے ضمن میں قفس یعنی بلوچستان
 کو قتال اور حرب و ضرب کے بعد فتح کیا، بلاذری نے تصریح کی ہے۔

فقاتلہم فظفر بہم، مجاشع نے اہل قفس سے جنگ کر کے ان پر فتح اور
 و ظہر علیہم۔ غلبہ پایا،

اور ۳۶ھ یا ۳۸ھ میں حارث بن مرہ عبیدی نے بلاد مکران و قندابل اور قیقان وغیرہ
 میں قتال و جہاد کے بعد شاندار فتوحات حاصل کیں اور مقامی لوگوں نے زبردست مقابلہ
 کے بعد اپنی ہار مانی، خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے۔

جمع الحارث بن مرہ العبدی حارث بن مرہ نے حضرت علیؑ کے زمانہ میں فوج جمع
 جمعاً ایام علیؑ، و سار الی بلاد کر کے بلاد مکران کی راہ لی، اور مظفر و منصور ہو کر
 مکران فظفر و غنم و اتاکا غنیمت حاصل کی، اور اطراف و جوانب کے مسلمان
 الناس من کل وجہ، ان کے پاس آ گئے۔

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۱ و کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱، ۲۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۳۲، و کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۸
 ۳۔ فتوح البلدان ص ۳۸۲ و کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۹، ۴۔ تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۲۹،

دوسری جگہ لکھا ہے :-

فجاء من مکران الی بلاد قنڈیل حارث بن مرہ مکران فتح کرنے کے بعد قنڈیل کے
ووغل فی جبال القیقان فاصاب شہروں کی طرف گئے اور قیقان کے پہاڑی علاقوں
سبایا کثیرۃ ۱۰ میں گھس کر جنگ کی جس کے نتیجہ میں ان کو بہت
سے قیدی لے لئے۔

بلاذری نے ان فتوحات کے بارے میں لکھا ہے :-

توجه الی ذلک الشغل الحارث حارث بن مرہ عبدی نے حضرت علی کی اجازت
بن مرہ عبدی متطوعاً باذن سے رضا کارانہ طور پر ثغر ہند کا قصد کیا۔ اور
علی فظفر، و اصاب مغنماً و فتحیاب ہو کر غنیمت پائی اور ایک دن میں ایک
سبباً، و قسم فی یوم واحد ۱۱۔ ہزار جنگی قیدی تقسیم کئے۔

صاحب چچ نامہ کے بیان کے مطابق قیقان کی جنگ میں تقریباً بیس ہزار سندھی فوجوں
نے مسلمانوں سے جم کر مقابلہ کیا مسلمانوں نے بھی پوری طاقت سے جواب دیا جس کے نتیجہ میں
قیقانی اور سندھی فوجیں شکست کھا کر پہاڑوں میں پناہ گزیں ہو گئیں اور اسلامی فوج
منظور و منصور ہوئی ۱۲۔

یہ تمام ہندوستانی علاقے عنوة و جبراً اور طاقت سے فتح ہوئے، ان کی زمینیں عام
طور سے فوج کی شکل میں باقی رکھ کر مقامی باشندوں کے پاس ہی رہنے دی گئیں، اور ان پر خرچ
مقرر کر کے جزیہ وصول کیا گیا، یہ لوگ غلام نہیں بنائے گئے۔

جنگ اور قتال کے ذریعہ مفتوحہ علاقوں اور باشندوں کے بارے میں خلافت کا مجموعی
عمل یہی تھا، البتہ اس دور میں ایک مثال ایسی ملتی ہے کہ جنگ سے فتح ہونے والی زمین کو
مسلمانوں میں تقسیم کر کے اس سے عشر وصول کیا گیا ہے، چنانچہ عہد عثمانی میں مجاشع بن مسعود

۱۳۔ تاریخ خلیفہ ج ۲۱ ص ۲۱۲ ۱۴۔ فتوح البلدان ص ۱۲۱ ۱۵۔ چچ نامہ ص ۷۷ و ص ۷۸۔

سلمیٰ نے کرمان بلوچستان کو سخت جنگ کے بعد فتح کیا اور مقامی باشندے ہزیمت خوردہ ہو کر
سجستان اور کرمان کی طرف بھاگ گئے اس لیے ان کی خالی زمینوں اور جائیدادوں پر عربوں
نے قبضہ کر کے کھیتی باڑی شروع کر دی اور خلافت کی طرف سے ان کے قبضہ کو جائز تسلیم کر کے
ان سے عشر وصول کیا گیا، بلاذری کا بیان ہے۔

فا قطعت العرب منازلهم و عربوں نے ان کے مکانات اور زمینوں کو آپس میں
ارضیہم فعمس دھا وادوالعش تقسیم کر لیا اور ان کو سکونت و زراعت سے آباد
فیہا، واحتقروا القنی فی مواضع کر کے ان کا عشر ادا کیا، اور وہاں کے کئی مقامات
منہا۔ میں کنویں کھودے۔

اس کے علاوہ کسی اور جگہ یہ صورت نظر نہیں آتی، بلکہ یہاں کے تمام مغتوحہ علاقے مقامی
باشندوں کے حوالہ کر کے ان سے جزیہ اور زمین سے خراج وصول کیا گیا۔

جزیہ اور خراج کی وصولی میں نہایت نرمی برتی
ذمیوں اور معابدوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم جاتی تھی، احوال و ظروف کا خاص خیال رکھا
جاتا تھا، ان تمام ہدایات و احکام پر شدت سے عمل کیا جاتا تھا جو اس بارے میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور اہل ذمہ اور اہل صلح کے معاملات میں ان کی پابندی ضروری ہے
ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا ہے۔

انکم لعلکم تقاتلون قومًا ہو سکتا ہے کہ تم لوگ ایسے لوگوں سے جنگ کرو کہ
فیتقونکم باموالہم دون وہ اپنی ذات اور اپنی اولاد کو اپنے مال کے
انفسہم و ابناءہم و اصحابکم ذریعہ بچائیں اور تم سے صلح کر لیں، ایسی حالت
علی صلح، فلا تاخذوا منہم فوق میں تم ان سے ان کی طاقت سے زیادہ نہ
طاقتہم، فانہ لا یحلی۔ وصول کرنا اس لیے کہ یہ تمہارے لیے حلال نہیں ہوگا۔

۱۔ فتوح البلدان ص ۳۸ ، ۲۔ کتاب الاموال ص ۱۴۳

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رقیمؓ کو ایک مقام کے ذمیتوں کا جزیہ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا، جب وہ کچھ دور چلے گئے تو آپ نے ان کو آواز دے کر بلایا اور یہ آخری نصیحت فرمائی۔

الامن ظلم معاہداً او کلفاً خبروا راہباً جو شخص کسی معاہد یعنی عہد و پیمان کے ذریعہ فوق طاقتہ او انتقصہ صلح کرنے والے پر ظلم کرے گا، یا اس کی طاقت سے او اخذ منہ بغیر طیب نفسہ زیادہ بار ڈالے گا یا اس کے حق میں کمی کرے گا، یا اس فانا جیجہ یوم القیامتہ کی مرضی کے بغیر اس کی چیز لے گا تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے لڑنے والا ہوں گا۔

خلفاء راشدین نے مصالحوں اور ذمیوں کے ساتھ نہایت لطف و کرم اور نرمی کا معاملہ کیا اور ان کو جزیہ اور خراج کی وصولی میں تکلیف نہیں دی، خود امیر المومنین حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے کہ سفر شام سے واپسی پر راستہ میں ذمیوں کی ایک جماعت کو دھوپ میں دیکھا تو دور یافت فرمایا کہ ان کا کیا معاملہ ہے، بتایا گیا کہ یہ لوگ جزیہ کی رقم ادا نہیں کرتے ہیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا کہتے ہیں؟ جب معلوم ہوا کہ پاس میں رقم نہ ہونے کا عذر کرتے ہیں تو فرمایا:

فدعوہم لا تکلفوہم ما لا یطیقون ان کو چھوڑ دو، اور ان پر طاقت سے زیادہ بار نہ ڈالو، فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انسانوں علیہ وسلم یقول لا تعذبوا کو عذاب نہ دو، کیونکہ جو لوگ دنیا میں انسانوں کو اناس فان الذین یعذبون الناس عذاب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن فی الدنیا یعذبہم اللہ یوم القیامتہ عذاب دے گا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کی رہائی و امر بہم فحلی سبیلہم کا حکم دیا اور وہ سب چھوڑ دیئے گئے۔

نیز حضرت عمرؓ نے اپنے بعد میں آنے والے خلیفہ کو ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی تھی

اور تین باتوں کا خصوصی طور سے حکم دیا تھا امام ابو یوسف نے لکھا ہے۔

(عن عمر رضی اللہ عنہ) اوصی میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو ذمیوں کے بارے
الخليفة من بعدی باهل الذمة میں حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، یعنی ان سے
خیراً، ان یوفی لهم بعهدهم، جو عہد و پیمان ہے اسے پورا کرے، ان کی حفاظت
وان یقاتل من ورائهم، وان کے لیے جنگ کرے، اور ان کی قوت برداشت
لا تکلفوا فوق طاقتهم۔ سے زیادہ ان کو زیر بار مت کرو۔

ایک مرتبہ سعید بن زیدؓ نے کچھ ذمیوں کو دیکھا کہ جزیہ کی وصولی میں دھوپ میں کھڑے
ہیں تو اسے سخت ناپسند کیا اور اسی وقت مقامی امیر و حاکم کے پاس جا کر کہا۔

انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
علیہ وسلم یقول من عذب ہوئے سنا ہے کہ جو شخص انسانوں کو عذاب
الناس عذبہ اللہ۔ دے گا، اللہ تعالیٰ اسے بھی عذاب دے گا۔

اسی طرح حکیم بن حزامؓ نے دیکھا کہ عیاض بن غنمؓ نے ذمیوں کو جزیہ وصول کرنے کے لیے
دھوپ میں کھڑا کیا ہے تو عیاض کو ٹوکا اور فرمایا۔

یا عیاض! ما هذا؟ فان رسول اللہ عیاض! یہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان الذین فریاء ہے کہ جو لوگ دنیا میں عذاب دیتے ہیں، ان کو
یعذبون الناس فی الدنیا یعذبون فی الآخرة آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔

ان چند احادیث بنویہ، آثار صحابہ اور تعالیٰ خلفاء سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خلافت
راشدہ میں پورے اسلامی قلمرو میں ذمیوں اور معاہدوں کے ساتھ کس قدر رحمت و شفقت کا
معاہدہ کیا جاتا تھا جن میں فارس اور سندھ و مکران کے غیر مسلم ذمی اور معاہد بھی شامل تھے۔

چنانچہ یہاں کے جن علاقوں اور قوموں سے عہد و پیمان پر صلح
 شرائط اور عہد و پیمان کا احترام ہوئی مسلمانوں نے ان کے ساتھ معاملات کرنے میں اسلامی
 تعلیمات کی تمام نواکتوں کا پورا پورا احترام کیا اور اس بارے میں حزم و احتیاط کی انتہا کر دی
 ان کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وعید یاد تھی کہ جو امیر و حاکم ذمیوں اور معاہدوں پر
 ظلم کرے گا یا ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بار ڈالے گا میں قیامت کے دن اس ذمی و
 معاہد کی طرف سے اس کا دامن گیر بنوں گا، اس سلسلہ میں عہد فاروقی میں سجستان اور اس
 سے ملحق سندھی علاقوں میں مسلمانوں کا وہ کردار قابل ذکر ہے جس میں انہوں نے مقامی
 باشندوں کے ایک معاہدہ کے احترام میں احتیاط کی انتہا کر دی تھی، ان لوگوں نے اپنی طرف سے
 ایک شرط یہ بھی پیش کی تھی کہ میدان اور اوسرچہ آگاہ رہیں گے، ان کو نہ کسی کی ملکیت قرار دیا جائے
 اور نہ ان سے خراج وصول کیا جائے، مسلمانوں نے ان کی یہ شرط منظور کر لی۔

فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِذَا خَرَجُوا إِلَى مَعَالٍ يَتَّقُونَ مَا كَانَ لِلْمُسْلِمِينَ مِنْ بَابِ الْمَكَّةَ تَوَّاسِطِ
 مَنَازِلِهِمْ وَأَنْتِصِفَ أَنْ يَصِيبُوا مِنْهَا اس وعدہ میں کوئی خلل نہ پڑ جائے ایک دوسرے
 شیئاً فیخفروا لہ کو تنبیہ کرتے تھے کہ ان میدانوں سے کوئی فائدہ حاصل
 نہ کرے۔

اس ایک مثال سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان یہاں کے غیر مسلموں سے عہد و پیمان کر کے
 کس شدت سے اس پر کاربند رہے اور انہوں نے جن جن رعایتوں کا اقرار کیا آخر دم تک
 ان کو پورا کرتے رہے اور ڈرتے رہے کہ کہیں عہد و پیمان کی خلاف ورزی نہ ہو، ورنہ ہم
 پر بد عہدی کا الزام آئے گا اور قیامت کے دن ہمارے رسول ہم سے سوال کریں گے۔
 مسلمانوں کے حسن سلوک اور وسعت ظرفی کا یہ رخنہ
 مفتوحہ علاقوں سے دست برداری بھی بہت ہی دلکش ہے کہ جن مقامات پر اسلامی

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۱

خلافت راشدہ اور ہندوستان

فوج نے حملہ کیا اور مقامی باشندوں نے مقابلہ کے بعد اپنی قوت کا اندازہ کر کے شرائط صلح پر جنگ بندی کی خواہش کی تو مسلمانوں نے اسے منظور کرتے ہوئے جن علاقوں کو ان سے لڑ کر حاصل کیا تھا ان کو بھی شرائط صلح کے ماتحت کر دیا، اور ان پر بھی وہی اسلامی قوانین جاری ہوئے جو صلحاً فتح ہونے والے ملک اور وہاں کے باشندوں پر جاری ہوتے ہیں، امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے تصریح کی ہے۔

وَكُنْ لَكَ لَوَانٌ بِلَادًا افْتَحْتَ، اگرچند بلاد و امصار میں سے بعض جنگ سے اور
فَكَانَ بَعْضُهَا عِنْوَةً، وبعضُها بعض صلح سے فتح ہوں اور اس کا فرق نہ معلوم
صلحاً، لا يعرف هذا من هذا، امضى ہو تو خلیفہ تمام علاقہ کو صلح کے ذریعہ مفتوح قرار
كله على الصلح مخافة التقدم على الشبهة، دے گا تا کہ شبہ پر عمل نہ ہو۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جو لوگ جنگ کرنے کے بعد مفتوح ہو کر مسلمانوں کے غلام بن گئے تھے، وہ صلح کے تحت آجاتے ہی آزادانہ لیے جاتے تھے، اور ان کے ساتھ وہی برتاؤ ہوتا تھا۔ جو صلح والوں کے ساتھ ہونا چاہیے، ابو عبیدہ ہی نے یہ بھی لکھا ہے۔

وسنت رسول الله صلى الله عليه وسلم رسول الله صلى الله عليه وسلم اور مسلمانوں کی سنت
والسلسلین ان لا سباء علی اهل الصلح یہ ہے کہ اہل صلح پر نہ قید ہے اور نہ غلامی ہے
ولا سرق، وانهم احرار۔ بلکہ وہ لوگ آزاد ہیں۔

خلافت راشدہ میں مکران اور سندھ کے بعض علاقوں میں یہ صورت حال پیش آئی تھی کہ اسلامی فوج نے چڑھائی کی اور مقامی باشندوں اور فوجوں نے مقابلہ کیا، مگر جب مسلمان فتح کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے تو انہوں نے صلح کر لی، ایسی صورت میں عنوة فتح صلحاً فتح میں بدل جاتی تھی، سبستان اور سندھ کے مابین جو علاقے فتح ہوئے تھے، ان میں اس قسم کی صورت پیدا ہوئی تھی، بلکہ جو لوگ جنگ کر کے مغلوب ہو گئے اور اسلامی فوج نے ان کو

۱۔ کتاب الاموال ص ۱۷۶، ۲۔ کتاب الاموال ص ۱۸۳۔

غلام بنایا وہ بھی مختلف حیلوں اور بہانوں سے آزاد قرار دیئے گئے۔

زمینوں کی واپسی اور غلاموں کی رہائی | ہندوستان میں غلامانہ ذہنیت کا وجود بہت قدیم زمانے سے ہے یہاں حکمران خاندانوں کی مذہبی طبقوں کے بارہمیں اُلوہیت کا عقیدہ قدیم زمانہ سے پایا جاتا ہے اور یہاں کے عوام ان دونوں طبقوں کی ذہنی اور فکری غلامی میں رہ کر گن رہا کیے ہیں جس دور کا تذکرہ ہو رہا ہے وہ دور خاص طور سے اسی قسم کے لوگوں پر مشتمل تھا، مسلمانوں نے ان کو اس ذہنیت سے نجات دلانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی، تاکہ وہ اسلام کے نظام انسانیت سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ عہد فاروقی میں مقام اہواز کے جاٹوں اور اسادرہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی فوج سے سخت مقابلہ کیا اور ایک شدید معرکہ کے بعد مغلوب ہو کر مسلمانوں کی غلامی میں آ گئے، مگر جب حضرت عمرؓ کو ان کی غلامی کی خبر ملی تو آپ نے ایک بہانے سے ان کو بالکل آزادی دے دی اور مسلمانوں نے ان پر قبضہ کرنے کے بعد آزاد کر دیا، ایک مجاہد شویس عدوی کا بیان ہے کہ اہواز کے جاٹ اور اسادرہ نے ہم سے شدید جنگ کی، مگر ہم ان پر غالب آ کر فتح یاب ہوئے۔

فأصبنا سبيًا كثيرًا وادراس فتح میں ہم نے بہت سے قیدی پائے جن کو اقسمناهم۔ آپس میں تقسیم کر لیا۔

جب حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے ان کو آزاد کر دینے کا حکم دیا چنانچہ ہم نے ان کو آزاد کر دیا۔

فكتب اليناعمر: انه حضرت عمرؓ نے ہمارے پاس لکھا کہ تم لوگ ان کی لا طاقۃ لکم بعبارۃ زمینوں کو آباد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو الارض فخلوا ما فی ایدیکم اس لیے جس قدر قیدی تمہارے پاس ہیں سب من السبی، واجعلوا علیہم کورہا کر دو اور ان پر خراج مقرر کر دو، چنانچہ الخراج، فردنا السبی ولم ہم نے سب کو آزاد کر دیا اور انکو اپنی ملکیت

غلام

نہیں بنایا

یہ سلسلہ کا واقعہ ہے، اس کے بعد سلسلہ میں مجاشع بن مسعود نے کرمان اور بلوچستان کو فتح کیا اور مقامی باشندوں نے پوری طاقت سے جنگ کے بعد ہزیمت اٹھائی، بلکہ ان علاقوں کے تمام باشندے اپنی اپنی جائداد و املاک کو چھوڑ کر مکران اور سجستان چلے گئے تو مسلمانوں نے ان کی زمینوں پر قبضہ کر کے خود کھیتی باڑی شروع کر دی، اگر مقامی باشندے رہ جاتے تو بظاہر حضرت عمرؓ کے حکم کے پیش نظر حضرت عثمانؓ بھی ان کو غلامی سے نجات دے کر ان کی زمینیں واپس کر دیتے اور صرف خراج و جزیہ کے قانون پر اکتفا کرتے؛

ذمیوں پر چند معمولی ذمہ داریاں اور ان کے مصالح

اسلامی قلمرو (بشمولیت ہندوستان) کے غیر مسلم ذمی رعایا معمولی رقم ادا کر کے خلافت کی طرف سے پروانہ امن عافیت پا جاتے تھے، اور ان کے مال و دولت اور عزت و آبرو کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہوتی تھی، خراج و جزیہ کے علاوہ اور کسی طرح کوئی رقم ان سے وصول نہیں کی جاتی تھی اور نہ ان پر کوئی بڑی ذمہ داری ڈالی جاتی تھی، البتہ چند وقتی باتوں میں وہ مجبوری کی وجہ سے ذمہ دار قرار دیے گئے تھے، مثلاً ضیافت مسلمان یعنی اگر اتفاق سے مسلمانوں کی جماعت کا کوئی شخص کسی وجہ سے ذمیوں میں رات گزارے تو اس کو کھلانا پلانا ان پر ضروری تھا، لیکن اپنے کسی کام یا کسی ناگہانی وجہ سے زیادہ ٹھہرے تو کھانے پینے کا انتظام خود کرے، ذمیوں پر بار ڈالنا جائز نہیں ہے، اس زمانہ کے تمدنی حالات کے پیش نظر ضیافت مسلمان ضروری تھی، ورنہ مسلمان بھوکوں مر جاتے، ایسی دعوت عام حالات میں ایک رات دن ضروری تھی، مگر بعض مقامات پر کسی خاص وجہ سے تین رات تین دن تک ضروری تھی، کتاب الاموال میں ہے۔

ضرب عمر الجزية على حضرت عمرؓ نے عراق کے ذمیوں پر جزیہ کے ساتھ یہ
 اهل العراق ومع ذلك بھی ضروری قرار دیا تھا کہ وہ تین دن تک
 اذواق المسلمين وضیافتهم ثلاثاً یا مسلمانون کی ضیافت کریں۔
 نیز اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے ایک حکمانہ امرار و عمال کے نام روانہ فرمایا تھا جس کا
 مضمون یہ تھا۔

انا جعلنا الضیافة على اهل ہم نے اہل سواد پر ایک رات ایک دن مسلمان
 السواد يوماً ولیلت فان کی ضیافت ضروری قرار دی ہے، اس کے بعد اگر
 حبسے مطرا و مرض انفق کوئی شخص بارش یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے رک
 من ماله۔ جائے تو اپنا مال خرچ کر کے کھائے پیئے۔
 ذمیوں کے ذمہ ایک دن یا تین دن کی یہ دعوت و حقیقت اخلاقی تعلیم تھی، اور اس کی حیثیت
 انسانی برادری میں امداد یا سہی کی تھی، اس سے بڑی حد تک مسلموں اور غیر مسلموں میں تعارف و
 تعلق اور اعتماد پیدا ہوتا تھا، اور باہمی اختلاط سے جانبداری کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جاتی
 تھیں بلکہ میل جول کی صورت نکل آتی تھی، اور چونکہ اس زمانہ میں اشیائے خور و نوش عام
 طور پر بازاروں میں نہیں ملتی تھیں اس لیے اس ضیافت کی حیثیت ذمیوں پر مسلمانوں کی
 حق کی دیدی گئی تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ کا یہ حکمانہ ہر ملک میں بھیجا گیا تھا۔
 ایما رفقة من المهاجرين بے وطن مسلمانوں میں سے کچھ لوگ معاہدہ دہ کے کسی
 أو اھم اللیل الی اھل قریبے گاؤں میں رات کو پہنچ جائیں اور وہ ان کے
 من المعاهدین فلو یوولھم کھانے وغیرہ کا انتظام نہ کریں تو ان سے ہماری
 فقد برئت منهم الذمت۔ ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔
 نیز ذمی رعایا کے لیے اپنی بستیوں کے کچھ رفاہ عام کے کام ضروری تھے، جیسے پلوں کی مرمت
 ۱۔ کتاب الاموال ص ۱۴۵ ۲۔ کتاب الاموال ص ۱۴۵

یعنی اگر کسی وقت ہنگامی طور سے کوئی پل ٹوٹ جائے یا اس میں خلل پڑ جائے تو مرمت کریں تاکہ مواصلات بند نہ ہو اور ان کی ضروریات میں یکبارگی فتور نہ پڑ جائے، یہ درحقیقت ذمیوں کا آپس میں تعاون تھا جسے قانونی شکل دے دی گئی تھی، واضح ہو کہ یہ پلوں کی تعمیر نہیں تھی بلکہ ان کی مرمت تھی، اسی طرح ذمیوں کی بستی میں اگر کسی مسلمان کو قتل کیا جاتا تھا تو پوری بستی پر اجتماعی جبرانہ ہوتا تھا، اور ان سے دیت وصول کی جاتی تھی، اگر کسی ذمی نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہے تو پھر قصاص کا قانون جاری ہوتا تھا اور اگر قاتلوں کا پتہ نہیں چلتا تھا تو پوری بستی سے دیت لی جاتی تھی، اگر ایسا نہ کیا جاتا تو بہت سے مقامات پر مسلمانوں کا چلنا پھرنا دو بھر ہو جاتا اور ان کو تنہا پا کر اجالے اندھیرے میں قتل کر دیا جاتا۔

ان عمر اشترط الضیافۃ علی اہل اللہ^{مۃ} حضرت عمرؓ نے ذمیوں پر ایک رات ایک دن کی یوماً و لیلۃً وان یصلحو القناطر ضیافت ضروری قرار دی تھی، اور یہ کہ وہ پلوں کو وان قتل رجل من المسلمین درست کریں، اور اگر ان کی بستی میں کوئی مسلمان قتل بارضہم فعلیہم دیت۔^۱ ہوا تو ان سب کے ذمہ اس کی دیت لازم ہے۔

بعض مقامات میں باہمی بات چیت کے ذریعہ ذمیوں سے کچھ مزید رعایتیں لے لی جاتی تھیں، مثلاً حضرت عمرؓ نے شام کے قبضی ذمیوں کے ساتھ یہ شرط رکھی تھی کہ مسلمان بوقت ضرورت مناسب مقدار میں ان کے پھلوں اور گھاسوں کو استعمال کر سکتے ہیں مگر ان کو لے جا نہیں سکتے، یہی چند ہلکی پھلکی ذمہ داریاں ہندوستان کے ذمیوں پر بھی عائد تھیں، اور ان کے بارے میں مسلمانوں کی شدت احتیاط اور احساس ذمہ داری کا یہ حال تھا کہ مدائن کے حاکم حضرت سلمان فارسیؓ نے ایک مرتبہ ایک سپاہی کو ذمی کا پھل توڑتے ہوئے دیکھا تو اسے سختی سے روکا، اور جب اس نے دریافت کیا کہ ہم مسلمانوں کے لیے ذمیوں کی کیا چیز جائز ہے تو آپ نے فرمایا کہ صرف تین چیزیں جائز ہیں، تم راستہ بھول جاؤ تو ان سے راستہ معلوم کرو، اور بوقت شدت ضرورت ان کی کوئی چیز بقدر ضرورت

لو، اور جب تم ان کے ساتھ سفر کرو تو تم ان کے کھانے سے کھاؤ اور وہ تمہارے کھانے سے کھائیں گے،
وہ تمہاری سواری پر چلیں گے، تم ان کی سواری پر چلو گے، اور وہ جس سمت جانا چاہتے ہیں تم ان
کو اس سے نہ پھرو،

حضرت ابو درودار رضی اللہ عنہ جب ذمیوں کے کسی گاؤں میں جاتے تھے تو ان سے اس
سے زیادہ کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے تھے کہ ان کا پانی پیتے اور ان کے سایہ میں بیٹھتے، اور ان کی
سواری اگر ذمیوں کی چراگاہ میں چرتی تھی تو ان کو کچھ رقم دیدیا کرتے تھے، حضرت سعد بن ابی
وقاص رضی اللہ عنہ اپنے غلام ابو عبد اللہ کے ساتھ ایک ذمی کے یہاں رات کو پہونچے تو آپ نے
فرمایا، کہ اگر تم کو اس بات سے خوشی ہے کہ تم کل اللہ تعالیٰ کے سامنے مسلمان بن کر جاؤ تو اس
ذمی سے کچھ نہ لو، چنانچہ حضرت سعد اور ان کے غلام نے وہ رات بھوکے رہ کر بسر کی۔

جو فتوحات معاہدات و شرائط کے ذریعہ ہوئی تھیں ان میں مجاہدین اسلام اور ان کے
امراء اپنے مقابلہ میں مفتوح و مغلوب قوموں کی سہولت کو مقدم رکھتے تھے، اور ان کی مرضی کے
بغیر کوئی ایسی شرط نہیں لگاتے تھے جو ان کے حق میں مضر ہو، پھر معاہدات و شرائط پر نہایت
احتیاط سے عمل کرتے تھے، لیکن اگر کوئی معاہدہ نہ ہوتا اور مفتوح غیر مسلم جہاد و غزوات میں
مسلمان امیر کی زیر قیادت اپنی فوج بنا کر شریک ہوتے تو خمس سے جو حق مجاہدین اسلام کو
ملتا تھا وہی ان کو بھی ملتا تھا۔ اور اگر وہ انفرادی طور سے اسلامی فوج کے ساتھ غزوات و فتوحات
میں شریک ہوتے تو ان کی خدمات کے پیش نظر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی، اور مناسب
حصہ دیا جاتا تھا جیسا کہ سیر و مغازی کی کتابوں میں مذکور ہے، لیکن اگر وہ انفرادی یا
اجتماعی طور سے اسلامی غزوات میں شریک نہ ہونا چاہتے تو ان پر کسی قسم کا کوئی جبر اور
دباؤ نہیں ہوتا تھا، یا کسی وجہ سے ان کی شرکت سے خطرات کا اندیشہ ہوتا تو ان کو علیحدہ

رکھا جاتا تھا، اور ایسی صورت میں ان سے جزیہ وصول کر کے امن و امان کا پروانہ دے دیا جاتا تھا، جزیہ کا مقصد دولت جمع کرنا نہیں ہوتا تھا بلکہ جزیہ کی تدارک ہوتا تھا، اسی لیے جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ دفاع یا جہاد کی جسمانی و ذہنی صلاحیت نہیں رکھتے تھے اور ہر حال میں ان کا دفاع مسلمانوں کے ذمہ ہوتا تھا ان سے جزیہ کی رقم نہیں لی جاتی تھی، اور عورتوں، بچوں، اپاہجوں، سیاست سے کنارہ کشوں، تارک الدنیا لوگوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا جاتا تھا۔

(۶)

عرب کے مسلمان ہندوستان میں

ہماری تحقیق میں مشرقی ممالک میں مسلمانوں کی سب سے پہلی آبادی کی پہلی آبادی سے پہلی آبادی فارس کے ساحلی اور مرکزی شہر توج میں اس طرح قائم ہوئی کہ حضرت عثمان بن ابوالعاصی ثقفی اور ان کے بھائی حکم بن ابوالعاصی ثقفی نے بحرین کی راہ سے اس شہر کو فتح کر کے بنو عید القیس، بنو تمیم اور بحرین و عمان کے دوسرے قبائل کو آباد کیا اور جامع مسجد تعمیر کی، ویسے بھی بنو تمیم کا خاص علاقہ گویا فارس تھا اور بنو عید القیس بھی اس سے بہت قریب تھے، نیز ان دونوں قبائل کا تجارتی تعلق ہندوستان سے بہت قدیم تھا، اس لیے وہ لوگ یہاں سے ایک گونہ مانوس تھے، اور اسی مرکز سے فارس کے دوسرے مقامات پر اور آگے چل کر ہندوستان کے سواحل پر فوجی مہمات روانہ کی گئیں، عہد فاروقی تک ہم کو یہاں مسلمانوں کی مستقل آبادی کا پتہ نہیں چلتا ویسے علاقہ کمران میں اسلامی فوجیں رہتی تھیں، اور امرار و عمال بھی یہاں اپنے عملہ کے ساتھ سکونت پذیر تھے، قسطل میں عہد عثمانی سے مستقل طور سے گویا فوجی چھاؤنی تھی، جہاں ہر وقت فوجیں اور اسلحہ رہا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ ان فوجی مسلمانوں کے مکانات رہے ہوں گے اور ان کے مستقل حلقے اور منقطے بنائے گئے ہوں گے۔ البتہ عہد فاروقی تک ان دونوں مقامات میں مسلمانوں کی کسی بڑی اور مستقل آبادی کا پتہ نہیں چلتا جس میں وہ امن و آزادی سے بود باش اختیار کیے ہوں، غالباً اس کی وجہ یہاں کے نیم فوجی اور ہنگامی حالات تھے جن میں وقتاً فوقتاً بد عہدی، سرکشی اور بغاوت ہوا کرتی تھی اور بار بار تادیبی اور فوجی کارروائی کرنی پڑتی تھی۔

حق کہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں کرمان اور بلوچستان کے علاقہ میں مسلمانوں نے آباد ہو کر زمینوں پر قبضہ کیا، کھیتی باڑی کی اور خلافت کو یہاں کی پیداوار کا عشر روانہ کیا، بلوچستان کی فتح ۳۳ھ کے سلسلے میں بلاذریؒ نے لکھا ہے۔

فاطحت العرب منذ لهم عربوں نے ان کے گھروں اور زمینوں کو منقطع دار
وارضیہم، فعمروها وادوا تقسیم کر لیا اور ان کو کاشتکاری اور رہائش
العشر فیہا واحتقروا الفتنی فی سے آباد کر کے ان کا عشر ادا کیا اور کئی مقلات
مواضع منها۔ پر کنویں کھودے۔

اس دور میں کرمان سے کابل و سبستان تک کا تمام علاقہ مسلمانوں کے حق میں بڑا پر سکون اور اطمینان بخش ہو گیا تھا، ۲۹ھ میں عبید اللہ بن معمر یتیمیؒ نے یہ سارا علاقہ سخت جنگ کے بعد زیر کر لیا تھا، اس دور میں یہاں کئی امرائے اور عہدہ قضا رکابھی انتظام ہوا۔
الغرض کرمان اور قندابل میں اسلامی فوج اور امرائے فوج کی رہائش تھی اور بلوچستان کے علاقہ میں مسلمانوں کی مستقل آبادی تھی، اور جس طرح اس دور میں مشرقی بلاد اسلام میں مسلمانوں کی آبادی اور رہائش گاہوں میں مکانات و مساجد اور دوسری تمدنی و دینی ضرورتیں مہیا تھیں اسی طرح بلوچستان، کرمان اور قندابل وغیرہ میں مسلمانوں کے مکانات ان کی حیثیات کے مطابق تھے، اور ضرورت کے مطابق چھوٹی بڑی مسجدیں تھیں نیز دینی و علمی مراکز حسب موقع و ضرورت تھے۔

عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں عام طور سے امرائے افتاء قضا اور فقہی و دینی تعلیم فوج اور امرائے بلاد صحابہ کرام ہوتے تھے جو براہ راست

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم و تربیت یافتہ اور دینی و اسلامی علوم کے حامل ہوا کرتے تھے، وہ اپنے حلقہ امارت میں بیک وقت امیر و قاضی اور فقیہ سب کچھ ہوتے تھے،

۱۔ فتوح البلدان ص ۳۸۴۔

اور ایسا بھی تھا کہ احداث و انتظامات کے امیر کے ساتھ دینی و فقہی تعلیم کے لیے علیحدہ قاضی و معلم روانہ کیے جاتے تھے، ہندوستان میں یہ دونوں ہی صورتیں موجود تھیں، یہاں کے امراء و عمال میں حضرات صحابہ بھی تھے اور قضا و فقہی تعلیم کے لیے علیحدہ معلم و قاضی اور مفتی بھی تھے۔

۳۳ھ میں ربیع بن زیاد ہارثی نے سجستان اور علاقہ سندھ فہرج کو فتح کیا، اور ڈھائی سال تک مقام زرنگ میں قیام کیا، اس پوری مدت میں امام حسن بصری ان کے ساتھ میرٹھی اور سکر پٹری کی حیثیت سے رہے اور جہاد کرنے کے ساتھ ساتھ فتویٰ بھی دیا کرتے تھے، اور ان سے پہلے یہ خدمت جابر بن یزید انجام دیتے تھے، ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے۔

کان الحسن یغزو، وکان مفتی الناس جس زمانہ میں امام حسن بصری جہاد میں تھے وہاں
 ھنا جابر بن یزید، قال: ثم کے مفتی حضرت جابر بن یزید تھے، پھر جب
 جاء الحسن فکان یفتی۔ امام حسن بصری آگے تو وہ فتویٰ دینے لگے۔

خلاصہ یہ کہ ۳۳ھ سے ۳۳ھ تک (ڈھائی سال تک) امام حسن بصری اس علاقہ میں مفتی رہے اور مسلمانوں نے ان سے دینی و فقہی مسائل و فتاویٰ معلوم کیے، نیز عہد عثمانی میں سندھ میں باقاعدہ محکمہ قضا کا قیام ہو گیا تھا جہاں سے مسلمانوں کے معاملات و قضایا کے فیصلے دیئے جاتے تھے، خلیفہ بن خیاط نے مختلف بلاد و امصار کے قضاۃ کی فہرست دی ہے اور اس میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے زمانہ میں سندھ کے قاضی حضرت حکیم بن جبلة عبدی تھے، حکیم بن جبلة عبدی وہی بزرگ ہیں جن کو حضرت عثمان نے تغرہ ہند کے حالات معلوم کرنے کے لیے یہاں روانہ کیا تھا، غالباً عہد عثمانی میں مکران کے تینوں امراء کے زمانہ میں یہ یہاں کے قاضی تھے۔

نیز بعض اوقات یہاں کے مسلمان اپنے دینی مسائل میں حضرات صحابہ اور علمائے عرب سے رجوع کرتے تھے، چنانچہ فاتح مکران عبید اللہ بن عمر یتیمی نے فارس کی امارت کے زمانہ میں

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۸، ۲۔ تاریخ خلیفہ ج ۱، ص ۱۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے استفادہ کیا کہ :-

اذا استقر رفاقنا فلانخاف عدونا
وقد اتى علينا سبع سنين
وولدنا، فكم صلاتنا؟
یہاں ہم کو سکون و قرار حاصل ہے اور اب ہم
دشمنوں سے نہیں ڈرتے ہیں، سات سال سے
یہاں رہتے ہیں اور ہمارے بال بچے ہو گئے ہیں تو
ان حالات میں ہم قصر نماز پڑھیں یا پوری نماز

پڑھیں۔ ۹

تو حضرت ابن عمرؓ نے اس کے جواب میں لکھا :-

ان صلاتکم ما کعتان
اب بھی تم لوگوں کی نماز دو ہی رکعت یعنی قصر ہے۔
گزر چکا ہے کہ یہاں کے امراء نے متعدد بار مختلف امور میں حضرت عمرؓ کو لکھ کر ہدایت چاہی
اور آپ نے ان کو جوابات دیے :-

اس دور کے مسلمان اسلامی عقائد و اعمال میں تروتازہ تھے اور
اسلامی زندگی اور دینی چرچا | ان کی پوری زندگی دینی اور اسلامی قالب میں ڈھلی ہوئی تھی،
اس لیے رزم اور نرم دونوں میں دین اور دینی تعلیمات کے چرچے رہا کرتے تھے، اور عام مسلمانوں
اور اسلامی فوجوں کو ان کے امراء و قضاة اور اصحاب فتویٰ دینی احکام سناتے اور بتاتے
رہتے تھے، اور یہی صورت حال فارس اور سندھ و کمران وغیرہ کے مسلمانوں اور فوجوں میں بھی
برپا تھی کہ ان کو موت بہ موقع دینی باتیں بتائی جاتی تھیں، ہندوستان کے سب سے پہلے مجاہد و
فاتح حضرت عثمان بن ابوالعاصی ثقفیؓ نے فتحِ مصر کے موقع پر مجاہدین اسلام کو مخاطب
کر کے یہ نصیحت فرمائی تھی۔

ان الله اذا امر ابا قوم خيراً
كفهم، ووفى امانتهم فاحفظوها
جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنا
چاہتا ہے تو ان کو شر اور خیانت سے روک دیتا ہے

۱۔ اصابع ج ۲ ص ۳۲ و ص ۳۳

فان اول ما تفقدون من اوران میں امانت داروں کی کثرت کر دیتا ہے
 دینکم الامانتہ فاذا فقد تمہاری دیانت سے سب سے پہلے امانتداری ختم
 تموا جتد لکم فی کل یوم ہوگی اور جب تم سے امانتداری جاتی رہے گی تو ہر
 فقد ان شئ من امورکم روز تمہارے معاملات میں نیا نیا نقصان فقدان
 ہوتا رہے گا۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ نے سجستان کی فتح کے ساتھ سندھ کے علاقہ داور کو بھی فتح کیا ہے۔
 فتح کابل کے موقع پر اسلامی لشکر مال غنیمت میں مصروف ہو گیا اور ایک طرح کی بوٹ مچ گئی تو اپنے
 وہیں کھڑے ہو کر فرمایا:-

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹوٹ سے منع
 علیہ وسلم یبغی عن النہی کرتے ہوئے سنا ہے۔

یہ سننا تھا کہ جس نے جو کچھ لیا تھا واپس کر دیا، پھر آپ نے شرعی احکام کے مطابق سب
 کو مال غنیمت تقسیم کیا۔

ہندوستان میں علم حدیث اور علماء و محدثین خلافت راشدہ میں ہندوستان کے مقبوضہ علاقوں میں
 دینی علوم و رجال کا چرچا اور ان کا وجود پایا جاتا
 تھا اس دور کے مطابق حدیث کا مذاکرہ بھی جاری تھا، باقاعدہ "اخبار حدیث" کا سلسلہ پہلی صدی
 کے بعد شروع ہوا جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے حکم سے احادیث کو بدون کر کے صحف مرتب کیے
 گئے، اور ان کی روایت کا سلسلہ جاری ہوا، اس سے پہلے حضرات صحابہ و تابعین حسب موقع احادیث
 آثار بیان کیا کرتے تھے، جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور مختلف بلاد و امصار میں
 صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم دینی و فقہی تعلیم کے لیے روانہ کیے گئے تو انہوں نے وہاں احادیث و
 شرائع کی اشاعت کی، چنانچہ ہندوستان میں بھی یہ حضرات تشریف لائے اور انہوں نے یہاں

پر حسب ضرورت اس وقت کے طریقہ کے مطابق احادیث کا درس دیا، اس دعویٰ کی دلیل امام
 ابن ابی حاتم رازیؒ کے اس بیان میں موجود ہے، وہ مقدمۃ الجرح والتعذیل میں لکھتے ہیں۔
 ثم تفرقت الصحابة رضي الله عنهم في رسول الله صلى الله عليه وسلم کے بعد حضرات صحابہ رضی
 النواحي والامصار، والثغور في فتوح عنهم مختلف شہروں، علاقوں اور سرحدوں میں
 البلدان والمغازي والامارة والقضاء فتوحات، مغازی، امارات اور قضاہ کے سلسلے میں
 بيعت كل واحد منهم في ناحيته و پھیل گئے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے علاقہ
 وبالبلد الذي هوبه، ماوعاه وحفظه اور شہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سن کر
 عن رسول الله صلى الله عليه وسلم یاد کیا تھا سب کو عام کیا اور ان حضرات نے
 وحكموا بحكم الله عز وجل، وامضوا اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 الامور على ما سن رسول الله صلى الله عليه وسلم کے سنن جاری کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 عليه وسلم، وافقوا فيما سئلوا عنه مما وسلم کے طریقہ پر امور و معاملات کو چلایا، اور
 حضرهم من جواب رسول الله صلى الله عليه وسلم من جواب
 عليه وسلم عن نظائرهما من المسائل، میں جو کچھ سنا تھا ان جیسے مسائل میں اسی کے
 وجرءوا انفسهم مع تقدمته حسن مطابق فتویٰ دیا، اور حسن نیت اور اللہ تعالیٰ
 النية والقربة الى الله تقدس اسمه کی رضا جوئی کے ساتھ لوگوں کو فرائض و احکام
 لتعليم الناس الفرائض والاحكام والسنن سنن، حلال و حرام کی تعلیم کے لیے اپنے آپ کو
 والحلال والحرام حتى قبضهم الله ہمہ تن تیار کیا، اور اپنے کام میں لگے یہی ان
 عز وجل رضوان الله ومغفرته ورحمته تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اٹھایا۔
 عليهم اجمعين. فخلف بعد هو التابعون ان کے بعد حضرات تابعین آئے جن کو اللہ تعالیٰ نے
 الذين اختارهم الله عز وجل لاقامته اپنے دین کی اقامت اور اپنے فرائض، حدود
 دينه وخصهم بحفظ فرائضه واداء امر الہی احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وامرہ ونہیہ واحکامہ وسنن رسول اللہ ﷺ کے سنن و آثار کی حفاظت کے لیے مختار و مخصوص
 علیہ وسلم و آثارہ فحفظوا عن صحابہ رسول اللہ ﷺ فرمایا تھا، اور انہوں نے حضرات صحابہ سے حاصل
 علیہ وسلم مانثروہ و ثبوتہ من الاحکام والسنن و کر کے احکام، سنن، آثار وغیرہ کو عام کیا اور ان میں
 الآثار و سائر ما وصفنا الصحابۃ بہ رضی اللہ عنہم اتقان، تفقہ اور علم کا حق ادا کر کے اسلام اور
 عنہم فاتقوا و علموا وفقہوا فیہ فکانوا من خدائی امر وہی میں اس مقام پر تھے جس پر اللہ
 الاسلام والدين و مراعاة امر اللہ عز و تعالیٰ نے ان کو رکھا ہے اور ان کی شان میں کہا
 جل ونہیہ بحیث وصفہ اللہ عز وجل والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم و رضی اللہ
 ونصبہم لہ اذ یقول اللہ عز وجل والذین یعنی جن لوگوں نے حسن و خوبی کے ساتھ صحابہ کی اتباع
 اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی ان سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے
 پس جس طرح حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے بلاد اسلامیہ کے غزوات،
 فتوحات، امارات، اور قضا و غیرہ کے سلسلے میں رہ کر کتاب و سنت کے اوامر و نواہی جاری کیے
 اور احادیث وفقہ کی تعلیم دی، اسی طرح انہوں نے ہندوستان میں تشریف لا کر یہاں
 بھی فرائض، سنن، احکام، حلال، حرام، احادیث، آثار وفقہ وغیرہ کی اشاعت فرمائی، امام
 ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں سندھ میں محمد بن قاسم کی فتوحات کے ذکر میں لکھا ہے کہ
 اس سے پہلے خلافت راشدہ میں ادنیٰ بلاد ہند میں صحابہ کرام فاتح بن کر تشریف لا چکے
 ہیں، وہ دیکھتے ہیں۔

وقبل ذلك قد كان الصحابة في سندھ میں محمد بن قاسم کی فتوحات سے پہلے حضرت عمر
 زمن عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں صحابہ
 عنہ فتحو اغلب هذه النواحي و خلوا کرام نے ان اطراف کے اکثر حصہ کو فتح کیا، اور
 مابينها بعد هذه الاقاليم الكبار مثل الشام، مصر، عراق، یمن اور ادنیٰ بلاد ترکستان
 سہ تقدمة المجرع والتعديل ص ۹۸،

ومصر والعراق، واليمن، واولئک کے وسیع و عریض اتالیم میں پہنچے، نیز وہ حضرات بلاد التورک و دخلوا الی ماوراءالنهر و علاقہ ماوراءالنهر، اوائل بلاد مغرب اور اوائل اوائل بلاد المغرب و اوائل بلاد الهند۔ ہند میں داخل ہو گئے۔

اور ان صحابہ کرام نے اپنی ذات کے چلتے پھرتے مدرسوں سے یہاں دین کی تعلیم عام کی۔ ہماری تحقیق میں ایسے سترہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام مل سکے جو یہاں تشریف لائے ہیں جن میں دو حضرات حضرت معاویہؓ کے دور میں آئے، اسی طرح صرف تابعین رحمہم اللہ کے نام مل سکے ہیں، جب کہ ان کی یہ تعداد یہاں آنے والے صحابہ و تابعین کی تعداد کے مقابلہ میں ”کھانے میں نمک کے برابر“ بھی نہیں ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ تعداد میں یہ حضرات یہاں آئے ہیں اور انہوں نے کتاب و سنت اور احادیث و فقہ کی تعلیم اس زمانہ کے طریقہ کے مطابق جاری کی، اس وقت باقاعدہ ”اخبرنا حدثنا“ کا رواج نہیں ہوا تھا، اور صحابہ و تابعین کی مجلسیں اور مسجدیں دینی علوم و معارف کے مدرسے ہوا کرتی تھیں، بعد میں جب باقاعدہ تعلیم کا دور آیا تو ان ہی حضرات سے احادیث کی روایت کا سلسلہ چلا۔

یہاں آنے والے صحابہ کرام میں سے جن حضرات کے نام اور حالات معلوم ہو سکے علمائے صحابہ ہیں، ان میں مندرجہ ذیل صحابہ احادیث و آثار اور علوم اسلامیہ کے حامل تھے

(۱) عثمان بن ابوالعاصی ثقفیؓ، خیار صحابہ میں سے تھے، ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ان سے اہل مدینہ اور اہل بصرہ نے روایت کی، جن میں امام حسن بصریؒ سب سے آگے ہیں، امام احمد نے حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے عثمان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، ہم ان کے گھر جا کر حدیث کی روایت کرتے تھے، ایک مرتبہ عبداللہ بن بریدہ نے خدا کی قسم کھا کر ان کی توثیق کی۔

(۲) ان کے بھائی حکم بن ابوالعاصیؓ کے بارے میں امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کا شمار

لے البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۸۸ لے استیعاب بذیل الاصابہ ج ۳ ص ۹۲ کتاب العلل و معرفۃ الرجال ص ۲۳۲ و ص ۲۵۵۔

بصرہ کے علماء و محدثین اور رواۃ حدیث میں ہوتا ہے، اور ابن عبد البر نے بھی لکھا ہے کہ ان کا شمار بصرہ کے علماء میں ہوتا ہے اور بعض لوگ ان کی احادیث کو مرسل بتاتے ہیں، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کر کے لکھا ہے کہ ان کا شمار اہل بصرہ میں ہے، ان سے معاذیہ بن قرہ نے روایت کی ہے۔

(۳) زیع بن زیاد عاریؓ سے مطرف بن شخیرؓ اور حفصہ بنت سیرین وغیرہ نے روایت کی محدثین کے نزدیک ان کی کوئی مسند حدیث نہیں ہے، (۴) حکم بن عمر و ثعلبیؓ سے ابو حجاب سوادہ بن عاصمؓ، ابو الشعشاءؓ، ولجہ بن قیسؓ، جابر بن زیدؓ اور عبد اللہ ابن صامت نے روایت کی ہے، صحیح بخاری میں ان کی ایک حدیث مروی ہے، (۵) صحابہ بن عباس عبیدیؓ نے رسول اللہؐ سے دو یا تین احادیث کی روایت کی ہے، ان کا شمار علمائے بصرہ میں تھا، ان سے ان کے مہاجر اور عبد الرحمن ابن صحار اور جعفر بن صحار کے علاوہ منصور بن ابو منصور نے روایت کی ہے۔

(۶) عبد اللہ بن عمیر اشجعیؓ سے ابن و قدان نے روایت کی ہے، (۷) عبید اللہ بن معمر یتیمیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان اور حضرت طلحہ سے روایت کی ہے اور ان سے عروہ بن زبیر اور محمد بن سیرین نے روایت کی ہے (۸) مجاشع بن مسعود سلمیؓ سے ابو ساسان حصین بن منذر یحییٰ بن اسحاقؓ، ابو عثمان مہدیؓ، کلیب بن شہاب اور عبد الملک بن عمیر نے روایت کی ہے، ان کی احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں، (۹) عبد الرحمن بن سمرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معاذ بن جبل سے روایت کی ہے، اور ان سے عبد اللہ بن عباسؓ، قتاب بن عمیرؓ، ہصان بن کاہلیؓ، سعید بن مسیبؓ، محمد بن سیرینؓ، عبد الرحمن بن ابویسیؓ، حسن بصریؓ، ابولبیہؓ، عمار بن ابو عمار مولیٰ بن ہاشم وغیرہ نے روایت کی ہے، ان کی احادیث صحاح کی کتابوں میں موجود ہیں، (۱۰) سنان بن سلمہ ہذلیؓ نے اپنے والد سلمہ بن مجتوبؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت ابن عباس سے مرسل احادیث کی روایت کی ہے، اور ان سے

۱۔ تاریخ الکبیر ج ۱، قسم ۲ ص ۳۲۹، استیعاب ج ۱ ص ۳۰۶۔

خلافت راشدہ اور ہندوستان

سلم بن جناده، معاذ بن معویہ، ابو عبد الصمد حبیب نے روایت کی ہے۔

جو حضرات تابعین یہاں آئے ان میں احادیث و آثار اور علوم دینیہ کے علمائے تابعین کئی اساطین تھے۔ (۱) حکیم بن جبیلہ عبدیؒ عہد عثمانی میں یہاں عہدہ قضا پر فائز تھے کتاب وسنت اور احکام و فرائض کے ماہر تھے اور مسلمانوں کے جملہ امور و معاملات میں ان علوم کی روشنی میں فیصلہ کرتے تھے۔

(۲) امام حسن بصریؒ کی ذات شیخ الكل فی الكل کی حیثیت رکھتی تھی، اور ان کے دینی و روحانی فیوض و برکات سے یہاں کے مسلمان کو حصہ وافر ملا، اور کم از کم ڈھائی سال تک خلافت راشدہ میں انہوں نے ان اطراف میں جہاد کے ساتھ ساتھ افتار و انشاء کی خدمت انجام دی، انہوں نے جن اصحاب کرام سے روایت کی تھی ان میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں، علی بن ابی طالبؓ، عمر بن خطابؓ، ابی بن کعبؓ، سعد بن عبادہؓ، ثوبان مولیٰ رسول اللہؐ، عمار بن یاسرؓ، ابو ہریرہؓ، عثمان بن ابوالعاصی ثقفیؓ، معقل بن سنانؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، ابوبکرہؓ، عمران بن حصینؓ، جبیلہ بجليؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمر بن عاصؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ، معقل بن یسارؓ، انس بن مالکؓ، اور جابر رضی اللہ عنہم، ان ناموں کے لکھنے کے بعد علماء نے لکھا ہے کہ آپ نے ان کے علاوہ صحابہ و تابعین کی ایک بڑی جماعت سے روایت کی ہے، اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے آپ نے ایک سو بیس صحابہ کو دیکھا ہے، آپ سے اکتساب فیض کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے،

(۳) سعد بن ہشام انصاریؒ حضرت انس بن مالک کے چچا زاد بھائی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد ہشام بن عامرؓ، انس بن مالکؓ، ام المومنین عائشہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، اور سمرہ بن جندب سے روایت کی ہے، اور ان سے حمید بن ہلالؓ، زرارہ بن ابی ادنیٰؓ، حمید بن عبدالرحمن حمیریؓ، اور امام حسن بصریؒ نے روایت کی ہے، ثقہ رواۃ حدیث میں سے ہیں، دین و دیانت اور علم و فضل کے منظر تھے اور اسی معیار پر ردہ کر مکران میں شہید ہوئے۔

ان حضرات نے صحابہ کرام کے بعد اس ملک میں اپنے اپنے علوم و معارف عام کیے، انہوں نے سفر و حضر، رحلت و اقامت، غزوات و فتوحات، قصار و امارت کے مقامات و اوقات میں کتاب و سنت کی شمع سے اس علاقہ کو بقیعہ نور بنایا، اور فرائض، سنن، احکام، اوامر، نواہی کی تعلیم کے لیے اس دور کی ضرورت اور طور و طریقہ کے مطابق وہ تمام دینی و علمی خدمات انجام دیں جو تمام بلاد اسلامیہ میں عام تھیں، اور جس طرح ہر ملک میں صحابہ و تابعین ان کی اشاعت میں اپنے اپنے طور پر مشغول تھے، یہاں بھی یہ حضرات اپنے کام میں مشغول تھے، یہاں کے نووارد اور مقیم مسلمانوں میں کتاب و سنت لسانی علوم اور شعراء و ادباء اور دینی علوم کے حاملین کے علاوہ اس دور کے دیگر مروجہ

علوم و فنون کے فضلا و مشاہیر بھی موجود تھے، چنانچہ شعر و ادب اور فصاحت و بلاغت میں یہ حضرات سرنامہ کی حیثیت رکھتے ہیں، فاتح مکران حکم بن عمرو ثعلبیؒ زبردست شاعر تھے اور ان سے سندھ کے ریگستان نے پہلی بار عربی نغمہ سنا، ہماری تحقیق میں ہندوستان کے اسلامی ادب میں یہ پہلا شعری سرمایہ ہے، عاصم بن عمرو تمیمیؒ بھی مشہور بہادر شعراء ہیں سے تھے، عراق کی فتوحات کے سلسلے میں ان کے بہت سے اشعار ہیں، علیہ اللہ بن معمر شیمیؒ بھی شاعر تھے، حضرت معاویہ کے بارے میں ان کے اشعار ہیں حکیم بن جبلة عبدی کے اشعار کتابوں میں مذکور ہیں نسیر بن دسیم عجمی بہادر شعراء ہیں سے تھے اور فتح قادسیہ کے موقع پر ان کے بھی اشعار ہیں۔

صحار عبدی کئی لسانی اور ادبی علوم و فنون کے ماہر تھے، فن خطابت، فصاحت و بلاغت اور حاضر جوابی میں اپنے زمانہ کے مشہور آدمی تھے، ساتھ ہی علم الانساب میں شہرت کے مالک تھے، ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں ان کی کتاب الامثال کا ذکر کیا ہے، انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے سندھ اور مکران کا جو نقشہ کھینچا ہے، وہ فصاحت و بلاغت اور ایجاز کا بہترین نمونہ ہے، انشاع میں امام حسن بصریؒ شہرت رکھتے تھے۔

سیاحت و سیاح | سب سے پہلے اسلامی سیاح حکیم بن جبلة عبدی ہیں جنہوں نے سیر و سیاحت کر کے یہاں کے سرکاری، سیاسی، معاشی، معاشری، اور جغرافیائی حالات نہایت تحقیق و تفصیل کے ساتھ معلوم کئے۔ انہوں نے حضرت عثمان کو نگر ہند کے حالات بتانے سے پہلے بتایا تھا۔

یا امیر المومنین قد عرفتمہا | اے امیر المومنین! میں نے ہندوستان کے حالات کو دیکھا تھا۔ (فتوح ص ۴۲۱) نہایت تحقیق کے ساتھ معلوم کیا ہے۔

ان سے پہلے صحابہ عبدی نے بھی اپنی تحقیق و تلاش سے مکران کے آگے حدود ہند کے حالات کا پتہ چلا لیا تھا، انہوں نے حضرت عمر کو مکران کے حالات سناتے ہوئے آخر میں یہ بھی کہا تھا۔
وما وراءها شرٌّ منها۔ | مکران کے بعد ہندوستان کے حالات اس سے بھی بُرے ہیں۔ (طبری ج ۲ ص ۱۸۳)

ہم ان دونوں بزرگوں کو خلافت راشدہ میں ہندوستان کے جغرافیہ کا عالم بھی مانتے ہیں۔

ایمان و اشرف اور ارباب حیثیت | یہاں کے امرا و فاتحین میں اپنے زمانے کے نامی گرامی اور صاحب حیثیت ایمان و اشرف بھی تھے جو خلافت راشدہ میں عزت و شہرت اور ناموری کے مالک تھے اور بعد میں پشت پاست ان میں عزت و شرافت، دولت و ثروت اور اثر و اقتدار کا دور دورہ رہا، عثمان بن ابی العاصی ثقفیؓ اور ان کے بھائی، نجباء عرب میں سے تھے، اور ان سب کی اولاد اپنے اپنے زمانہ میں ایمان و اشرف میں شمار ہوتی تھی، خاندان بصرہ میں صدیوں تک جاہ و شہرت اور نجابت و کرامت کا وارث و مالک رہا، ان کے نام سے بصرہ میں ایک مستقل علاقہ شط عثمان تھا جہاں وہ اور ان کے تمام بھائی مع آل و اولاد کے رہتے تھے، اس علاقہ کا سرکاری انتظام بھی علیحدہ تھا، فاتح مکران عبید اللہ بن معمرؓ کی اولاد میں بھی نامی گرامی افراد اور ارباب جاہ و شہر

تھے، ان کے لڑکے عمر بن عبید اللہ نے اربائیل فتح کیا اور ان کے پوتے جعفر بن طلحہ بن عبید اللہ۔
 ”صاحب ام العیال“ کے لقب سے مشہور تھے، ام العیال ایک چشمہ تھا جس پر جعفر نے اسی
 ہزار دینار خرچ کیے تھے، اور اس سے جو باغ سیراب ہوتا تھا اس سے سالانہ چار ہزار دینار کی
 آمد ہوتی تھی، اس چشمہ سے بیس ہزار سے زائد کھجور کے درخت سیراب ہوتے تھے، نسیر بن یوم
 بن ثور عجمی ”صاحب قلعة النیر“ کے لقب سے مشہور تھے، یہ فارس کے شہر ہمدان میں ایک قلعہ تھا
 عبد الرحمن بن سمرہ نے بصرہ کے جس علاقہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ وہ ”سکتہ سمرہ“ کی نسبت
 سے مشہور تھا۔ اسی میں ان کا قصر تھا جس کی مسجد کابل کے طرز تعمیر پر تعمیر ہوئی تھی، مجاشع بن
 مسعود سلمیٰ کے پاس ”دیسار“ نامی ایک مشہور گھوڑا تھا جس کی دوڑ سے انعام حاصل کرتے
 تھے، چنانچہ ایک مرتبہ اسی سے پچاس ہزار درہم کا انعام حاصل کیا، عثمان بن ابوالعاصی ثقفی
 کے بارے میں ابن حزم نے من خیار الصحابة لکھا ہے، حکم بن عمرو ثعلبی غفاری کو ابن کثیر نے
 صحابی جلیل بتایا ہے، عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ انصاری کے بارے میں ابن حجر نے تصریح
 کی ہے، ”وکان بطلا شجاعاً من اشرف الصحابة۔“

بسال و شجاعت، اور بہادری و مردانگی عربوں کی خاص صفت تھی،
 بہادران اسلام | جو صحابہ و تابعین میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی، اور اسی کے ساتھ ایمان
 یقین کی روحانی و خدائی طاقت نے ان میں بے پناہ حوصلہ مندی پیدا کر دی تھی، اس
 صفت میں کئی حضرات ممتاز مقام کے مالک تھے، حکیم بن جبلة عبدیؓ اپنے زمانے میں بہادری
 شجاعت میں بے مثال تھے، ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ فسادنی اشجع منہ یعنی ان سے
 زیادہ بہادر آدمی نہیں دیکھا گیا، حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ انصاریؓ کے متعلق
 کان بطلا شجاعاً کا وصف گزر چکا ہے۔ شہاب بن مخرق تمیمیؓ عجم کے غزوات کے نشہ
 سواروں میں خاص شہرت رکھتے تھے، ان کی بہادری کے بارے میں امام طبری نے ایک عجیب
 غریب واقعہ لکھا ہے، اسی طرح حارث بن مرہ عبدیؓ، صحابہ عبدیؓ اور دیگر کئی حضرات

شہ سواروی و بہادری میں مشہور تھے عربوں کی روایتی جو دو سخا اور عطار و بخشش کی پہلی بارش اس سرزمین پر اسی عہد میں ہوئی حارث بن مرہ عبیدی عہد اسلام کے مشہور اسخیا میں شمار ہوتے تھے انہوں نے یہاں پر ایک دن میں ایک ہزار غلام اپنی فوجوں میں تقسیم کیے اور پانچ سو شہ سواروں کو ساز و سامان دیا، محمد بن حبیب بغدادی نے لکھا ہے
ومن اجواد الاسلام - ربيعة الحارث بن مرة العبدي -

زہد و تقویٰ حضرات صحابہ و تابعین کا شعار و نثار تھا مگر اس بارے میں بعض عباد و زہاد بعض اپنے اقران و معاصرین میں خاص نظر سے دیکھے جاتے تھے، ان میں پہلے بن عدی انصاری بڑے مقام و رتبہ کے مالک تھے وہ اصحاب بدر میں سے تھے، صحابہ عبیدی نہایت نیک عابد و زہاد اور فاضل انسان تھے، ابن قتیبہ نے لکھا ہے دکان خیراً، فاضلاً عابداً ریح بن زیاد حارثی کے بارے میں لکھا ہے دکان متواضعاً خیراً، فقر و درویشی کا یہ حال تھا کہ امارت و ولایت کے زمانہ میں عامی آدمی معلوم ہوتے تھے، اور عزت و احترام اور جلالت کا یہ عالم تھا کہ امیر نہ ہوتے ہوئے امیر و حاکم نظر آتے تھے، اس خاص وصف میں اپنے معاصرین مشہور تھے، عبد الرحمن بن سمرہ کی تواضع و فروتنی مشہور تھی، بقول ابن شہر دکان متواضعاً ان کی تواضع اس وقت قابل دید و عبرت ہوتی تھی جب کہ بارش میں ٹوپی پہن کر اور ہاتھ میں پھاوڑا لے کر راستہ صاف کیا کرتے تھے، حکیم بن جبلة عبیدی کی ذات جمع صفات تھی، اور اپنی نیکی و دینداری کی وجہ سے بڑی مقبولیت رکھتی تھی، ابن عبد البر نے لکھا ہے :-

”وكان رجلاً صالحاً له دين مطاعاً في قومه - حسن بصری اپنے زہد و تقویٰ اور خیر و برکت میں امامت کے مرتبہ کے مالک تھے۔“

عہد رسالت اور دور صحابہ کی یہی بابرکت و برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کے زہد و تقویٰ اور اخلاص و للہیت کی قدریں آگے امت مسلمہ کے عباد و زہاد کا مرجع و ماویٰ بنیں اور

اصفیاء روا تقیاء نے اسوۂ بنایا، خلافت راشدہ ہی میں ہندوستان ان قدوسیوں کے انفاس گرم کی برکتوں سے فیضیاب ہوا، اور انھوں نے دینی و اسلامی زندگی میں ایمان و احسان کی کشش پیدا کی، معلوم ہونا چاہئے کہ سلف صالحین کا زہد و تصوف کسی خاص نقطہ نظر یا مکتب فکر میں محدود و محصور نہیں تھا بلکہ ہر طبقہ اور ہر خیال میں زہد و تقویٰ کی باز قدریں ابھریں اور ان کے حاملین کو زاہدین و اصفیاء میں شمار کیا گیا، چنانچہ اس دور کے تمام فرقوں میں اس طرح عباد و ذرہا د گزرے ہیں۔

(۷)

ہندوستان کے مسلمان عربیں

اگر مجاہدین اسلام نے اپنی تلواروں سے بلاد و امصار فتح کئے تو ان کے اخلاق و کردار نے باشندوں کے دلوں کو فتح کیا، اور انہوں نے اپنی عقیدت و محبت کی ساری متاع گراں اسلام اور مسلمانوں کے حوالہ کر دی۔ اس تاریخی حقیقت کی متعدد مثالیں اسلامی ہند کی ابتدائی تاریخ میں موجود ہیں کہ یہاں کے لوگوں نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا، اور مسلمانوں نے اپنے ان دینی و ملی بھائیوں کو عزت و کرامت اور اخوت و محبت کی بھرپور قدروں سے نوازا۔

تین قسم کے ہندوستانی مسلمان اساو رہ | یہ واقعہ تفصیل سے گزر چکا ہے کہ جب ایرانی نرطوسیا بجہ، اور جنگی قیدی ! فوج کے اسوار یعنی شہ سوار اجتماعی طور سے

چند شرائط کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ ہندوستان کے لوگ بھی مسلمان ہوئے جن میں جاٹ، سیابجہ، سبھی شامل تھے، اساو رہ کی طرح وہ بھی عرب کے ایک معزز قبیلہ کے ساتھ دلار اور دوستی کا معاملہ کر کے مجدد شرف کے مستحق بنے، ان کو بھی بصرہ میں آباد کر کے دیگر مجاہدین اسلام کی طرح اسلامی بیت المال سے وظیفہ دیا گیا، اور ان نو مسلم جاٹ اور سیابجہ کی شان و شوکت اور بصرہ کے اسلامی معاشرہ میں ان کی عزت و کرامت نے عرب کے ان ہندوستانیوں کی آنکھیں کھول دیں جو قدیم زمانہ سے یہاں کے سواحل میں گئی گزری زندگی بسر کر رہے تھے، اور تمدن و حضارت نے ان کو سوں دور رہ کر بدادت و خستونیت پر قانع تھے چنانچہ عرب کے ان جاٹ اور سیابجہ نے بھی خوشی خوشی اسلام قبول کر لیا، مسلمانوں نے ان کو بھی اپنے سینے سے لگایا اور اپنی حلف و دلار میں لے کر مجدد شرف کا مالک قرار دیا۔

اس سلسلہ میں علامہ بلاذری کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان نو مسلم ہندوستانیوں کو معلوم ہوا کہ بصرہ کے عربوں میں بنو تمیم کا قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب کا نسب تعلق رکھتا ہے تو اسادہ کی طرح انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے بنو تمیم ہی کی معیت و صحبت میں زندگی بسر کرنی چاہی اور بنو تمیم کے مختلف بطون و قبائل کی شیفتگی و فریفتگی کا یہ عالم تھا کہ ان کا ہر قبیلہ ان ہندوستانی نو مسلموں کو اپنی ولا اور دوستی میں لینے کے لیے کوشش کر رہا تھا اور نہ بت کشمکش کی آگئی تھی، مگر فیصلہ کے طور پر اس کی دو شاخوں نے ان کو آپس میں یوں تقسیم کر لیا کہ ایران کے اسوار بنو سعد کے ساتھ ہو گئے اور ہندوستان کے جاٹ اور سیاح بنو حنظلہ کی حلف و ولا میں چلے گئے، ان ہی کے ساتھ اسلام کے عسکری نظام میں داخل ہو کر عطا یا و وظائف کے مستحق ٹھہرے اور اسلامی فوج کے ساتھ ایران اور ہندوستان میں کفار و مشرکین کے ساتھ جنگ کی۔

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک

ایرانی فوج کے ہندوستانیوں اور عرب میں آباد ہندوستانیوں ہی کو دولت اسلام نصیب نہیں ہوئی، بلکہ یہاں کا ایک طبقہ اور ہے جسے عرب میں جا کر یہ سعادت ملی، یعنی وہ لوگ جو یہاں سے جنگی قیدی اور غلام بنا کر عرب لے جائے گئے اور انہوں نے اسلام قبول کر کے مختلف قبائل اور افراد کی ملکیت اور ولا میں زندگی بسر کی، اس طبقہ نے بھی اپنے آقاؤں کے حسن سلوک سے بڑی شاندار زندگی پائی، اور کہنا چاہیے کہ ان کو اپنے بڑوں اور مربیوں کی نگرانی میں آگے بڑھنے کے مواقع ہاتھ آئے۔

اسلامی قانون جہاد کی رو سے جنگی قیدیوں کے ساتھ چار قسم کا معاملہ کیا جاتا تھا، اور خلیفہ وقت ان میں سے کسی ایک قسم پر حالات کی مناسبت سے عمل کرتا تھا، اور اپنی صوابدید کے مطابق ان میں سے کسی ایک صورت کے اختیار کرنے کا مجاز رکھتا۔

(۱) من یعنی یونہی بغیر فدیہ لیے بطور احسان اور حسن سلوک کے ان کو چھوڑ دے، (۲) فدا یعنی فدیہ کے بدلے میں رہائی دے (۳) قتل یعنی لڑنے والے جنگی قیدیوں کو قتل کر دے (۴) رقی یعنی ایسے مجرموں کو غلام قرار دیدے، واضح ہو کہ یہ تمام صورتیں ان قیدیوں کے کفر و شرک پر قائم رہنے کی صورت میں ہیں، اور اگر یہ قیدی گرفتاری کے بعد مال غنیمت کے ساتھ مجاہدوں میں تقسیم کر دیے گئے اور ان کی ذاتی ملکیت میں آجائے کے بعد ان کے پاس رہے، یا فروخت ہو کر دوسرے کی ملکیت بن گئے۔ تو ایسی صورت میں ان کو صرف غلام بنایا جائے گا، اور غلام و آقا کے درمیان غلامی اور آزادی کا معاملہ رہے گا، امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے لکھا ہے۔

اقتتحم المسلمون بلاد العجم
فاسترقوا الاسارى ايضا
الاحكام الثلاثة، فام الناس على هذا
ان الامام مخير في الاسير من
الرجال في اربعة احكام المقتل،
والقضاء، والقتل، والرق، قال
ابو عبیدہ: وانما يكون للامام
الخيار في الاسارى ما لم يقربوا
بالاسلام فاذا اقروا به زالت
عنهم هذه الاحكام كلها
ولم يكن عليهم سبيل الاسير
الرق خاصة ان كانوا قد بيعوا
او قسموا

مسلمانوں نے بلاد عجم فتح کر کے وہاں کے قیدیوں کو غلام بنایا اور تین صورتوں پر عمل کیا، اور بعد میں بھی اسی پر لوگوں کا عمل رہا، قیدی کے بارے میں خلیفہ وقت چار احکام میں جسے چاہے اختیار کرے، (۱) احسان کر کے چھوڑ دے (۲) فدیہ لے کر چھوڑے۔ (۳) قتل کر دے (۴) غلام قرار دے دے خلیفہ کا اختیار اس وقت تک ہے جب تک کہ قیدی اسلام کا اقرار نہ کرے، مگر جب مسلمان ہو جائیں گے تو ان پر یہ احکام لاگو نہیں ہوں گے اور اس کے بعد اگر وہ فروخت کر دیئے گئے، یا تقسیم کر دیئے گئے تو ان کی غلامی کے سوا اور کوئی صورت باقی نہیں رہے گی

عجم کے قیدیوں کی طرح ہندوستان کے قیدیوں کے ساتھ بھی ان چار طریقوں میں سے بعض طریقے اختیار کیے گئے، ہماری تحقیق میں ان کے ساتھ صرف دو صورتیں پیش آئیں، یعنی من اور رتی، اور ان کے بارے میں اس دور میں فدا یا قتل کی کوئی روایت نظر سے نہیں گزری۔ یعنی ہندوستان کے جنگی اسیروں کو عرب لے جا کر قتل کیا گیا۔ اور نہ ان سے فدیہ وصول کیا گیا بلکہ وہ یونہی آزاد کر دیئے گئے یا پھر غلام بنائے گئے، اور ان کے ساتھ وہ حسن سلوک کیا گیا جو اسلامی تعلیمات کی رو سے آقاؤں اور مالکوں پر واجب ہے، من کے طور پر یعنی بغیر فدیہ لیے ہوا زکے جاٹوں کی بہانی ہوئی تھی جن کو سلسلہ میں شدید جنگ کے بعد مسلمانوں نے گرفتار کر کے آپس میں تقسیم کر لیا تھا، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کو آزادی دے دی، سلسلہ اور بعض اوقات یہاں کے قیدیوں کو غلام بنا کر فوج میں تقسیم کر دیا گیا، چنانچہ سلسلہ یا سلسلہ میں حارث بن مرہ عبدی نے کمران، قندابیل اور قیقان وغیرہ میں فتوحات حاصل کر کے بہت سے قیدی گرفتار کیے حتیٰ کہ ایک فتح کے موقع پر ایک دن میں ایک ہزار جنگی قیدی فوج میں تقسیم کیے گئے، نیز بعض دیگر فتوحات میں یہاں کے قیدی عرب گئے اور غلام بنائے گئے، جن میں سے اکثر و بیشتر وہاں جا کر مسلمان ہو گئے اور اپنے آقاؤں کے خاندان و قبائل سے ان کے دلار کا تعلق یوں قائم ہوا کہ وہ بھی ان میں شمار کیے گئے، اور ان کی طرف منسوب ہوئے آگے چل کر ان میں بڑے بڑے علماء، فقہاء، محدثین، ادباء، شعرا اور ہر علم و فن کے امام پیدا ہوئے، ان کے متعدد خاندانوں میں صدیوں تک ائمہ دین اور حفاظ حدیث کا سلسلہ چلا، اور ان میں بہت سے خاندان و افراد دنیاوی حشمت و جاہ کے مالک ہوئے۔

فوجی ملازمت

یہ تمام ہندوستانی مسلمان اپنے یہاں کے راجوں مہاراجوں کی بندگی و غلامی اور ایران

سلسلہ فتوح البلدان ص ۳۴، سلسلہ تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۱۴، فتوح البلدان ص ۲۱۱۔

کے شہنشاہوں کی نوکری اور چاکری سے نکل کر عرب مسلمانوں کی دُلاہ اور حمایت و حفاظت میں کیا گئے ان کو کھلی فضا مل گئی جس میں انہوں نے آزادی اور زندگی کا سانس لیا اور اپنے کو دین و دیانت اور تمدن و حضارت کے نئے قالب میں ڈھال دیا، مسلمانوں نے بھی اپنے ان بھائیوں کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں پوری کوشش کی، ایران کے اس دور کی طرح ہندوستان کے ان باشندوں نے بھی عزت نفس، احترام ذات، اور خود اعتمادی و خود شناسی کے ساتھ برضا و رغبت اسلام قبول کیا، اور اپنے متعلق خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ شرطیں منظور کیں کرائیں (۱) ہم مسلمان ہو کر دشمنان اسلام غمیوں سے جنگ کریں گے۔ (۲) اگر مسلمانوں میں باہمی اختلاف ہو تو ہم کسی ایک فریق کی طرف سے جنگ نہیں کریں گے (۳) اگر عربوں نے ہم سے جنگ کی تو مسلمان ہماری مدد کر کے ہماری حفاظت کریں گے (۴) ہم عرب کے جس شہر میں اور مسلمانوں کی جس جماعت کے ساتھ چاہیں گے رہیں گے۔ (۵) وظیفہ و عطیہ کے شرف میں ہم کو بھی شامل کیا جائے گا۔

ان شرطوں و اعمید پر ہندوستان کے لوگ اسلام لائے اور مسلمانوں نے ان کی یہ تمام شرطیں پوری کیں، چنانچہ ایرانی فوج کے ہندوستانی سپاہی اور عرب کے ہندوستانی باشندے عراق کے نوآباد اسلامی شہر بصرہ جیسے دینی و علمی اور علوم و رجال سے معمور شہر میں سکونت پذیر ہوئے، اور وہاں کے معزز و محترم قبیلہ بنو تمیم کے ساتھ ہو کر ان کے علاقہ میں اپنے مکانات تعمیر کئے، اور ان کی دُلاہ و دوستی میں اسلامی زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھے، ان دونوں قسم کے ہندوستانی مسلمان عام طور سے اسلامی فوج میں شامل ہوئے، اور وظائف و غنائم سے ان کو وہی حصہ ملا جو عرب کے ہر مسلمان فوجی اور مجاہد کو ملتا تھا، انہوں نے ایران کی فوجی مہمات میں انشراح قلب اور وصلہ بندی کے ساتھ شریک ہو کر کل تک جس سلطنت کی غلامی کی تھی، آج اس سے مردانگی اور بہادری سے مقابلہ کیا اور کل تک جس عقیدہ کی طرف سے جنگ کرتے تھے آج اسی سے جنگ کی، بلاذری نے تصریح کی ہے۔

والنط والسیاحۃ فی بنی حنظلۃ جاٹ اور سیاحۃ بنو حنظلہ سے مل گئے اور ان
 فاقامو امعہم یقاتلون المشرکین ہی کے ساتھ رہ کر مشرکوں سے جنگ کرنے
 وخرجوا مع ابن عامر لگے، اور وہ لوگ عبداللہ بن عامر کے ساتھ
 الی خراسان۔ خراسان کی جنگ میں شریک ہوئے۔

عہد عثمانی میں سندھ میں امیر بصرہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے کابل و سبستان سے لے کر
 سندھ و کمران تک جہاد کیا کرایا تھا، اسی جنگ میں یہ نو مسلم جاٹ اور سیاحۃ بچے نکلے تھے، اس غزوہ
 میں ابن عامرؓ نے ربیع بن زیاد حارثیؓ کو بھاری فوج دے کر اطراف و جوانب میں روانہ کیا تھا
 اور انہوں نے سبستان و سندھ کے درمیان مقام زرنگ کو مرکز بنا کر ڈھائی سال میں آس پاس کے
 تمام علاقے فتح کیے۔ اسی ضمن میں علاقہ دائر کو بھی فتح کیا جو اس زمانہ میں شمال کی طرف سندھ کی آخری
 سرحد تھا، ظاہر ہے کہ ان فتوحات میں ابن عامرؓ اور ربیع بن زیادؓ کے ساتھ ہندوستانی سپاہی
 بھی رہے ہوں گے۔

شہری ملازمت

ان ہندوستانی مسلمانوں کے حسن عمل اور جذبہ خدمت نے ان کو صرف رزم کے میدان ہی
 میں عزت و ناموری نہیں بخشی بلکہ انتظامی امور و معاملات کی بزم میں بھی ان کو معتمد و معتبر قرار
 دیا، خلافت کے بعض اہم شعبے ان کی حفاظت و نگرانی اور معتمدی میں دیئے گئے اور اعیان و
 اشرفان اور ارباب دولت و تجارت کی ملازمت میں رہ کر ان کے بہترین معادن ثابیت ہوئے
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بصرہ کے سرکاری بیت المال کے محافظ و نگراں یہی
 نو مسلم جاٹ اور سیاحۃ تھے، اور انہوں نے اپنی فرض شناسی اور ذمہ داریوں کا یوں ثبوت
 پیش کیا کہ جان دیدی مگر اسلامی خزانہ کی ایک پائی جانے نہیں دی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس
 زمانہ میں بصرہ کے بیت المال کی حفاظت کے لیے جاٹ اور سیاحۃ کی ایک جماعت جو

چالیس افراد اور ایک روایت کی رو سے چار سو افراد پر مشتمل تھی متعین تھی، اس وقت بصرہ کے امیر حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عثمان بن حنیف انصاریؓ تھے، جنگ جل ۳۶ھ سے کچھ پہلے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ وغیرہ اپنے آدمیوں کی جماعت لے کر بصرہ گئے، اور امیر بصرہ عثمان بن حنیف انصاری کو امارت سے برطرف کر کے وہاں کے خزانہ پر قبضہ کرنا چاہا مگر اس کے ان ہندی محافظوں نے حوالہ کرنے سے شددت کے ساتھ انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت علیؓ کے آنے تک ہم اسے کسی کے حوالہ نہیں کریں گے، اس وقت اس گروہ کے سربراہ اور رئیس ابو سالمہ زطی نامی ایک نہایت صالح اور بزرگ شخص تھے، ان کا یہ جواب سن کر عبداللہ بن زبیر نے رات میں ایک جماعت لے کر ان پر حملہ کر دیا اور صبح ہوتے ہوتے سب کے سب قتل کر دیئے گئے، یہ واقعہ انساب الاشراف اور دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے، یہ پہلا موقع تھا جبکہ خود مسلمانوں کی طرف سے ان نو مسلم ہندوستانیوں کے ساتھ وعدہ خلافی کا ظہور نہایت غیر ذمہ دارانہ طریقہ پر ہوا، انھوں نے یہ شرط بھی رکھی تھی کہ ہم مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں سے الگ رہیں گے اور اگر ہم پر کسی جماعت کی طرف سے زیادتی ہوئی تو مسلمان ہمارا ساتھ دیں گے، مگر افسوس کہ اندرونی مشاجرات نے ان کے ساتھ زیادتی روا رکھی، حضرت علیؓ کو فہ میں ہنگامی حالات سے دوچار تھے، اور ان کے امیر بصرہ اس حادثہ سے پہلے ہی معزول کر دیئے گئے تھے، پھر ان مظلوموں اور وفادار ملازموں کی مدد کون کرتا، اسی حادثہ فاجعہ کا رد عمل تھا کہ عراق کے مسلمان جاٹ اور سیاحہ حضرت علیؓ کے ہمنا بن گئے، اور ان میں جانبداری کا رجحان پیدا ہو گیا ورنہ انہوں نے اپنی شرائط میں نہایت صفائی سے طے کر لیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں میں کسی ایک گروہ کا ساتھ نہیں دیں گے، مگر اپنے آدمیوں کے قتل عام کے بعد مجمع عام میں اپنے نظریہ کا اظہار کرنے لگے اور حضرت علیؓ کے ہمنا بن گئے، چنانچہ جب اس جنگ کے بعد حضرت علیؓ بصرہ میں داخل ہوئے تو ستر جاٹوں کے ایک نمائندہ نے ان کی

خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مادری زبان میں حضرت علی کی طرف داری اور ان کے حریفوں سے
بیزاری کا اظہار کیا۔

انہ لما فرغ من قتال اهل بصرۃ جب حضرت علیؑ اہل بصرہ سے جنگ کر کے
اتاقہ سبعون رجلاً فارغ ہوئے تو ان کے پاس شتر جاٹوں نے آکر
من الزط فکلموہا بلسانہم فقالوا اپنی زبان میں کہا کہ آپ کے مخالفوں پر لعنت
لعنہم اللہ، بل انت انت انت! ہو، جو کچھ ہیں، آپ ہیں۔

جنگ جمل جمادی الاخریٰ ۳۶ھ میں ہوئی، اسی زمانہ میں بصرہ کے مسلمان جاٹوں اور
سیاح کا قتل ہوا، اور وہ مجموعی طور سے حضرت علیؑ کے طرفدار بن گئے، نیز حضرت علیؑ نے بھی
ان سے تعلقات خوشگوار طور پر قائم رکھے، خولہ سند یہ حنفیہ پہلے ہی سے ان کی باندی اور کنیز تھیں،
بعد میں حضرت حسین بن علیؑ کی باندی سلافہ یا غزالہ سند یہ اور حضرت علی بن حسین بن علیؑ کی باندی
حیدان سند یہ ہوئیں، اور ان تینوں ہی سے اولاد کا سلسلہ چلا۔

نیز ہندوستان کے یہ باشندے عراق وغیرہ میں اجتماعی اور انفرادی کاموں میں حصہ لیتے
تھے، اور ان کے خلوص، خدمت اور ذمہ داری نے عربوں میں بڑا اعتماد پیدا کر دیا تھا، چنانچہ
یہ لوگ تجارتی جہازوں پر بحری قزاقوں سے جنگ کرنے کے لیے ملازم رکھے جاتے تھے، لسان العرب
میں ہے۔

والسیاح جتہ قوم ذوو جلد من السند سیاح سندھ اور ہندوستان کی ایک طاقتور قوم
والہند یکنون مع رئیس السفینۃ ہے، یہ لوگ بحری جہازوں کے افسروں کے
البحریۃ بیدار قوت تھا۔ ساتھ رہتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں
جاہظ نے یہاں کے بیاسہرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جہازوں کے ناخدا ان لوگوں کو دشمنوں
سے لڑنے کے لیے اجرت پر رکھتے تھے، ہندوستان کے بحری قزاق اپنی غارتگری میں قدیم

۱۔ مجمع البحرین، مادہ زط، ۲۔ لسان العرب، ج ۲، ص ۲۹۳، مادہ سح ۱۔

زمانے سے مشہور تھے، ان کو مید کہتے تھے، یہ عرب اور ہندو چین کے درمیان آنے جانے والے تجارتی جہازوں کو لوٹ لیا کرتے تھے، اس لیے ان ہندوستانی بحری ڈاکوؤں سے مقابلہ کے لیے یہیں کے لوگ رکھے جاتے تھے، جو ان ڈاکوؤں کے داویج سے اچھی طرح واقف تھے، اور ان سے بحری جنگ کرنے میں ماہر تھے، قرین قیاس ہے کہ خلافت راشدہ کی بحری مہمات میں یہی لوگ بحری بیڑے کے نگران اور محافظ ہوتے تھے۔

نیز یہ ہندوستان کے جاٹ اور سیابجہ سرکاری جیل خانہ کے محافظ اور داروغہ ہوتے تھے، اور بیت المال کی حفاظت کی طرح جیل خانوں کی نگرانی بھی کرتے تھے، لسان العرب میں ہے:

السیابجہ قوم من السند کافوا سیابجہ سندھ کی ایک قوم ہے، یہ لوگ بصرہ میں بالمبصرۃ جلاوز و حراس السجن۔

پہرہ داری کرتے تھے اور جیل خانے کے نگران و محافظ تھے۔

غالب گمان ہے کہ یہ لوگ اس زمانہ کے اعیان و اشراف اشخاص کی املاک و جائیداد و قصور و محلات کی پہرہ داری اور درباری بھی کرتے تھے، ہندوستان کے باشندے اپنے جسم و جسم امت، شکل و ہیئت اور قوت و طاقت کی وجہ سے اس قسم کے ذمہ دارانہ کاموں کے لیے بہت مناسب ہوتے تھے۔

یہ لوگ فن تعمیر میں ماہر مانے جاتے تھے، اور قصور و محلات اور مساجد کی تعمیر میں ان کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں، بلکہ بہت بعد تک فن تعمیر میں شہرت و مہارت کی وجہ سے ہندوستان سے عرب بلائے جاتے تھے، چنانچہ خلیفہ ولید نے جامع دمشق کی تعمیر میں دنیا بھر کے ماہر و مشہور معماروں اور مہندسوں کو بلایا تو یہاں کے کاریگر بھی اس کی تعمیر میں شریک ہوئے، ان معماروں نے عرب کی اسلامی تعمیرات و عمارات میں عجمی اور ہندوستانی طرز تعمیر کی آمیزش کی، حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ نے ۳۳ھ میں کابل و سبستان اور علاقہ سندھ و آدر و غیرہ کی فتوحات

لسان العرب ج ۲ ص ۲۹۴، مادہ سج لسان التقاسیم ص ۱۵۸

کے سلسلہ میں حاکم زرنگ سے دولاکھ (دو صیف) نوکروں اور مزدوروں پر صلح کی تھی، بعد میں جب مستقل طور سے بصرہ میں سکونت اختیار کی تو ان ہی مزدوروں نے ان کے قصر میں ایک مسجد یہاں کے طرز تعمیر پر بنائی، بلاذری نے لکھا ہے۔

وكان قدم عبدالرحمن بغلطان عبدالرحمن بن سمرہ کابل سے قیدی غلام لئے
من سبی کابل فعملوا له مسجداً فی تھے جہنوں نے بصرہ میں ان کے محل کے اندر
قصره بالبصره على بناء کابل کے طرز پر ایک مسجد بنائی۔

ان ہندوستانی معماروں اور مہندسوں نے عراق میں کوفہ اور بصرہ وغیرہ کی تعمیر و آبادی میں نمایاں خدمات پیش کی ہوں گی، اور ان میں تصور و محلات اور مساجد تعمیر کر کے ہندوستانی طرز تعمیر کا نمونہ پیش کیا ہوگا۔

عطایا و وظائف میں مساوات

۱۲ھ میں ایرانی فوج کے اساورہ اور ہندی سپاہی اسلام میں داخل ہو کر عجم کی محاربات میں شریک ہوئے، اس کے بعد ہی عرب کے قدیم ہندوستانی بھی مسلمان ہو کر اساورہ کی فسطوں پر اسلامی معاشرہ میں آئے، اور ان میں سے بھی بہت سے لوگوں نے اسلامی فوج میں شرکت کی، اور جو لوگ ہندوستان سے جنگی قیدی بنا کر عرب لے جائے گئے۔ اور انہوں نے وہاں جا کر اسلام قبول کر لیا وہ اپنے آقاؤں کی ماتحتی میں رہے، ان کو فوجی ملازمت یا کسی اور قسم کی ملازمت کے مواقع کم مل سکے، مگر بیت المال کے عطایا اور وظائف میں حسب قاعدہ ان سب کا حصہ ہوا اور سب کے سب اس شرف سے مشرف ہوئے جس کے لیے اساورہ نے شرط لگائی تھی، فوجیوں کو ان کے حساب سے اور مسلمان غلاموں کو ان کے آقاؤں کے حساب سے وظیفہ ملتا تھا۔

۲۳ھ سے پہلے فتوحات و غنائم سے خمس کی جو رقم دارالخلافہ میں آتی تھی مسلمانوں میں

۱۲ فتوح البلدان ص ۳۸۸

خلافت راشدہ اور ہندوستان

فوراً تقسیم کر دی جاتی تھی، اور اس کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا، مگر محرم ۲۷ھ میں حضرت عمرؓ صحابہ کے مشورہ سے بیت المال کا قیام کر کے وظائف و عطایا کا باقاعدہ انتظام فرمایا، دفتر اور دیوان تیار کرایا قبائل و افراد کی دینی و ملی اور نسبی و حسی حیثیات کے مطابق ان کے لیے سالانہ وظیفے مقرر کیے اور عربی النسل مسلمانوں کے ساتھ ہی عجمی النسل مسلمانوں اور غیر عرب موالی اور غلاموں کا وظیفہ بھی مقرر کیا، عجمیوں کے وظائف کے سلسلے میں ایک مرتبہ بنو عدی نے حضرت عمرؓ سے کچھ باتیں کیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

واللہ لئن جاءت العجم لجمل، خدا کی قسم اگر عجم کے مسلمان نیک عمل لے کر آئیں اور ہم وجئنا بغیر عمل، لہذا دلی محمد عرب بغیر عمل کے آئیں تو یقیناً عجم کے لوگ قیامت منایوم القیامت، فان من قصیرہ کے دن ہمارے مقابلہ میں رسول اللہؐ سے زیادہ عملہ لہرئس ع بہ نسبہ۔^۱ قریب ہوں گے، کیونکہ جس کو اس کا عمل پیچھے کر دے، اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔

اس قول سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے وظیفہ میں عرب اور غیر عرب کا فرق روا نہیں رکھا، بلکہ دین اور دینی خدمات کو معیار بنا کر اسی کے مطابق عمل کیا، چنانچہ سب کے لیے یکساں وظیفہ مقرر کیا۔

ایک مرتبہ عربوں اور عجمی موالی اور غلاموں کی ایک جماعت ایک عامل کے دربار میں حاضر ہوئی، اور اس نے عربی روایت کے مطابق عربوں کو اپنی داد و دہش سے نوازا اور عجمی موالی کو چھوڑ دیا، جب حضرت عمرؓ کو اس تغریب کی خبر لگی تو آپ نے اس عامل کو تہدید کی خط لکھا۔

اما بعد فبحسب المرء من الشر ان آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے یحقر اخا المسلم والسلام۔^۲ مسلمان بھائی کو حقیر و کمتر سمجھے، والسلام۔

۱۔ فتوح البلدان ص ۱۳۶، ۲۔ فتوح البلدان ص ۱۳۷

ایسی صورت میں ان سب کو برابر برابر عطیہ

له فتوح البلدان ۱۱۱۱

و شہد و امر ابن الاشعث معہ جاؤں نے ابن اشعث کے خروج میں ان کے ساتھ
 فاضلہم الحجاج فہم دورہم شرکت کی اس لیے حجاج نے ان کو تتر بتر کر دیا
 و حط عطیاتہم و اجلی بعضہم ان کے مکان گردانیئے اور ان کے عطیے بند کر کے
 بعضوں کو جلا وطن کر دیا۔

واضح ہو کہ سرکاری بیت المال سے وظیفہ شہر والوں کو ملتا تھا جو غزوات و فتوحات میں
 شریک ہوتے تھے یا ہنگامی حالات و ضرورت میں جہاد پر نکلتے تھے اور جو لوگ دیہاتوں اور
 صحراؤں میں زندگی بسر کرتے تھے اور غزوات سے سروکار نہیں رکھتے تھے ان کو مستقل طور سے
 وظیفہ نہیں ملتا تھا، البتہ خاص خاص تشریفات و تقریبات میں ان کو عطایا و ہدایا سے نوازا
 جاتا تھا۔

عام وظیفہ کی رقم کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے عراق کے عینیوں اور بنو
 قیس میں سے حسب حیثیت و خدمت کسی کو دو ہزار کسی کو ایک ہزار کسی کو نو سو کسی کو پانچ اور
 کسی کو تین سو درہم سالانہ ملتے تھے، اور تین سو سے کم کسی کو نہیں ملتا تھا، ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے
 فرمایا تھا کہ اگر خزانہ میں مال زیادہ ہوا تو میں ہر شخص کا وظیفہ چار ہزار درہم سالانہ مقرر کر دوں گا،
 ایک ہزار سفر جہاد کے لیے، ایک ہزار اسلحہ کے لیے، ایک ہزار گھر کے لیے، ایک ہزار گھوڑے
 وغیرہ کے لیے، مگر اس منصوبہ کی تکمیل سے پہلے ہی آپ کا وصال ہو گیا، حضرت عثمان کے زمانہ
 میں جب مال و دولت کی فراوانی ہوئی تو عطیہ و وظیفہ میں اضافہ ہوا۔ عرب کے ہندوستانی
 مسلمانوں کے تین طبقوں کو وظائف ملتے تھے (۱) جو ہندوستانی سپاہی ایرانی فوج میں تھے
 اور بعد میں مسلمان ہو کر اسلامی فوج میں شامل ہو گئے، ان کے وظائف عام مجاہدین اسلام کے
 برابر تھے، (۲) جو ہندوستانی قدیم زمانہ سے عرب میں مقیم تھے، ان میں سے جو مسلمان ہو کر
 کوفہ بصرہ وغیرہ آ گئے اور شہری زندگی بسر کرنے لگے ان کو عام شہریوں کے وظائف ملتے تھے، اور

۱۔ فتوح البلدان ص ۳۶، ۲۔ فتوح البلدان ص ۳۷، المغزی ص ۸۲۔

اس بارے میں عرب اور غیر عرب کا فرق نہیں تھا، (۳) جو ہندوستانی غلام بن کر عرب پہنچے اور مسلمان ہو کر آزاد ہو گئے، ان کو وہی وظیفے ملتے تھے جو ان کے سابق آقاؤں کو ملتے تھے، اور غلام و آقا کا فرق نہیں تھا، چنانچہ آل ابی معشر سندی مولیٰ بنی ہاشم، آل بیلما فی مولیٰ آل عمر، اور آل مقسم قیقانی مولیٰ بنی اسد کو وہی وظیفہ ملتا تھا جو بنی ہاشم، آل عمر، اور بنی اسد کو ملتا تھا،

کوفہ اور بصرہ میں ہندوستانیوں کی آبادی

عراق عرب و عجم کا مجمع البحرین تھا، اور اس کے شہروں میں عرب و عجم، آقا و مولیٰ، اور ملکی و غیر ملکی کی ملی جلی آبادیاں تھیں، جن میں ہندوستانیوں کی اچھی خاصی تعداد آباد تھی۔ خاص طور سے عراق کے دونوں مرکزی شہروں کوفہ اور بصرہ میں ”جالیہ ہندیہ“ اپنی خصوصیات و امتیازات کی وجہ سے نمایاں زندگی کی مالک تھی، گزشتہ بیانات میں بصرہ کے جاٹوں اور سیابجہ کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ لوگ سرکاری بیت المال، جیل خانہ، تجارتی جہاز وغیرہ کی ملازمت میں نمایاں تھے، اور بنو تمیم کی شاخ بنو حنظلہ کے علاقہ میں ان کی آبادیاں اور مکانات تھے، اسی طرح کوفہ میں ان ہندوستانیوں کی بہت بڑی آبادی تھی اور ان کے بوٹھے اور جوان اپنی حیثیت و مہیت میں نمایاں تھے، جس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دینی و فقہی تعلیم کے لیے کوفہ روانہ کیا اور انہوں نے یہاں آکر بوٹھے جاٹوں کی کثرت دیکھی تو گھبرا کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور ان کو دیکھ کر حضرت ابن مسعودؓ کو لیلۃ الجن کا واقعہ یاد آ گیا، امام طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہؓ سے روایت کی ہے۔

ذکر لنا ان ابن مسعود لما جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ آئے، اور
قدم الکوفۃ رأی شیوخاً کچھڑی بالوں والے جاٹوں کو دیکھا تو گھبرا کر
شمطاً من الزط فراعوه، وقال دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے
من هولاء؟ قالوا: هو لاء عرض کیا کہ یہ عجمی لوگ ہیں، تو آپ نے کہا کہ

تفر من الاعاجم، قال: ما رايت الذين جن جنات کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے قرآن پیش
 قرع علیہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا میں نے ان کے مشابہ ان لوگوں سے زیادہ
 القرآن من الجن شبھا دنی من هولاء۔ کسی مخلوق کو نہیں دیکھا۔
 نیز حضرت قتادہؓ کی دوسری روایت میں ہے۔

فلما قدم ابن مسعود الکوفۃ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کوفہ میں آکر سیاہ
 رای الزط، وہم قوم طوال سود، رنگ دراز قامت جاٹوں کو دیکھا تو گھبرا کر
 فافزعوا، فقال:۔ اظہروا فقیل کہا کہ بتاؤ یہ کون لوگ ہیں؟ اس پر لوگوں
 لہ: ان هولاء قوم من الزط، نے بتایا کہ یہ جاٹ ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ
 فقال: ما شبہم بالنفر الذین صرخوا ان جنات سے کس قدر مشابہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ
 الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے گئے تھے،

اس گفتگو میں حضرت ابن مسعودؓ نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ ایک رات
 ان کو بطحار مکہ کی طرف لے گئے تھے، اور ایک دائرہ میں ان کو بٹھا کر خود جنات میں تبلیغ اسلام کے
 لیے تشریف لے گئے تھے۔ اور جنات کی ایک جماعت حضرت ابن مسعودؓ کے قریب آئی مگر
 دائرہ کے اندر داخل نہ ہو سکی، یہ جنات اپنے جسم و رنگ اور بال میں جاٹوں کے مشابہ تھے
 مفصل روایت عہد رسالت میں بیان کی جا چکی ہے۔

عراق کے شہر کوفہ بصرہ کے علاوہ خلافت راشدہ میں عرب کے دوسرے مقامات میں بھی
 ہندوستانی مسلمانوں کی آبادی تھی، چنانچہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ،
 نجران، سواحل یمن، سواحل بحرین اور شامی علاقوں میں بھی یہ لوگ آباد تھے۔

ہندوستانی روایات و تقالید

ہندوستان کا ملک اور یہاں کے لوگ اپنی قدیم تقالید و روایات کی حفاظت میں

بڑے سخت جان واقع ہیں، عرب میں بھی انہوں نے اپنے ملکی و خاندانی آداب و رسوم کو یوں باقی رکھا کہ دوسروں سے ممتاز اور جدا رہے، رنگ، نسل اور زبان یہ تین چیزیں دنیا کی قوموں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں، عرب کے ہندوستانیوں پر ان کی گہری چھاپ پڑی ہوئی تھی اور ان کے باعث وہ ہر جگہ اور ہر حال میں نمایاں رہتے تھے، چنانچہ انہوں نے ہندی زبان اور لب و لہجہ کو اس طرح باقی رکھا کہ جن علاقوں میں وہ کثرت سے آباد تھے وہاں کے عرب قبائل کی عربی زبان ان سے اختلاط و تاثر کی وجہ سے درجہ استناد سے گر گئی، اور اس میں عجمیت و ہندیت پیدا ہو گئی، بحرین و عمان کی عربی زبان ان ہی ہندیوں اور عجمیوں کی زبان کے اثرات سے فصاحت سے محروم ہو گئی اور یہاں کے بنو عبد القیس، ازدا و بنو تمیم وغیرہ کی زبان معیاری نہیں رہی، عرب کے ہندوستانی باشندے بلا تکلف عام بول چال میں عربوں کے ساتھ ہندی زبان بول دیا کرتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر ستر جاٹوں نے حضرت علیؑ سے اپنی زبان میں گفتگو کی تھی، اس کے علاوہ یہ ہندوستانی باشندے عربی زبان و الفاظ کی ادائیگی سے عام طور سے قاصر ہوتے تھے اور ان کی عجمیت عربی زبان بولنے وقت بھی نمایاں رہتی تھی، مثلاً یہ لوگ ک کوق، ج کوز، ز کوج، ش کوس کہہ دیا کرتے تھے، اور عربی بولنے کے باوجود ان کی ہندیت نمایاں ہو جاتی تھی۔

جسم و جسمانیات، شکل و ہیئت اور رنگ، بال، لباس وغیرہ میں بھی یہ لوگ نمایاں تھے اور ان کو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ ہندوستانی ہیں، قد و قامت اور ڈیل ڈول کی وجہ سے مہیب نظر آتے تھے، سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے ان کی ہیئت عراق کی مختلف قوموں کے درمیان نمایاں تھی، اور وہ جنات معلوم ہوتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مکہ اور کوفہ میں یہاں کے جاٹوں کو جنات سے تشبیہ دی ہے۔

ان کے لباس اور کپڑے بھی عام طور سے عربوں سے جدا ہوتے اور ان میں ہندوستانی طرز و تراش پائی جاتی تھی، ”ثیاب زطیہ“ اور ”ثیاب سندیہ“ عرب میں مشہور تھے، جو عرب کے جاٹوں اور سندھیوں کے مخصوص لباس تھے، ان میں قرطی یعنی کرتہ، فوط یعنی دھوٹی، کسار

یعنی کبل کا استعمال عام تھا، ان کے کپڑوں کا رنگ عموماً شوخ ہوتا تھا، وہ سیاہ کبل اور دھاری دار کپڑے زیادہ استعمال کرتے تھے، ان کی حجامت بھی جداگانہ ہوتی تھی، وہ اس طرح منترشی کرتے کراتے تھے کہ سر پھیلیب کی شکل بن جاتی تھی۔

موسیقی اور غنا ہندوستان کا قدیم ترین اور محبوب ذوقی فن ہے، اس میں بھی عرب کے ہندوستانی خاص شہرت رکھتے تھے، اور وہاں انہوں نے اپنے سر اور لے باقی رکھ کر ہندی نغمہ میں عربی ترنم کی آمیزش کی تھی، بعد کے بعض شعرا عرب نے پھروں کی آواز کو ”غنا الرظا“ دجاٹوں کے ترنم سے تشبیہ دی ہے۔

الغرض خلافت راشدہ میں ہندوستان کے باشندے عراق اور عرب کے دوسرے علاقوں میں اپنی تہذیبی تقالید و روایات کو باقی رکھے ہوئے تھے، اور اس بارے میں ان پر کوئی پابندی نہیں تھی، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے ظروف و احوال کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا اور وہ عربی و اسلامی معاشرہ سے علیحدہ رہے، بلکہ وہ عربی اور اسلامی زندگی کے جزو بن کر عربوں میں گھل مل گئے تھے، خاص طور سے ان میں سے اہل علم و فضل اور باجیت حضرات کی زندگی عوام سے ممتاز ہوتی تھی، اور وہ ہر اعتبار سے عربی معاشرہ کے ترجمان تھے، البتہ رنگ و نسل اور زبان کی عجیت ان میں باقی رہی، جس کی وجہ سے وہ اپنی ہندیت کے نمائندے بھی تھے عرب کے وہ ہندی مسلمان جو پہلے ایرانی فوج میں تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد عام طور سے اسلامی فوج میں شامل ہو گئے، اور جو قدیم زمانہ سے وہاں تھے، اور مسلمان ہو گئے۔ وہ زیادہ تر ملازمت، تجارت، صنعت، فرفرت اور معاش و معیشت کے دوسرے کاموں میں مشغول ہو گئے اور جو لوگ غلام بن کر وہاں پہنچے ان میں سے اکثر آزادی کے بعد دینی علوم اور اسلامی تعلیمات کے حامل ہوئے، اور مجموعی طور سے ان تینوں طبقوں نے اپنی اپنی حد میں رہ کر اسلام کی بے نظیر خدمات انجام دیں۔

تجارتی تعلقات

عرب و ہند کے درمیان تجارتی روابط تاریخ کے قدیم دور سے استوار تھے، اسلامی فتوحات نے اس میں نہایت اہم اور خوشگوار تبدیلی پیدا کر دی، دینی و ملی تعلق نے تجارتی تعلق میں تنوع اور پائیداری کی راہ نکالی، اور تجارت و معیشت کے قدیم صلات و تعلقات میں دین و دیانت نے عقیدت و محبت کی رنگ آمیزی کی، خلافت راشدہ میں ہندوستان کے تاجر عرب میں آتے جاتے تھے، اور وہاں ہندوستانی اشیاء کا استعمال عام تھا، عہد فاروقی کے ایک عالی کے بارے میں یزید بن قیس کلابی نے ہندی تاجر کا تذکرہ کیا، اور کہا ہے۔

إذا التاجر الهندی جاء بفارقة من المسك ضمت في سوقهم تجری

جب ہندی تاجر نافہ مشک لے کر آتا ہے تو ان کی گردنوں میں مشک بہنے لگتی ہے۔

یہ ہندی تاجر یہاں سے عود کا فوراً زنجیل، تلواریں، نیزوں کی لکڑیاں، ساگون کی لکڑیاں، کپڑے اور اسی قسم کے سامان عرب میں لے جا کر فروخت کرتے تھے، اور وہاں ان کا استعمال عام تھا، عود یہاں کی خاص خوشبو ہے جس نے تاریخ کے قدیم زمانہ عربوں کی محفلوں کو گلستا بنا رکھا تھا، سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے عود کی خوشبو سے مسجد نبوی کو معطر فرمایا، ایک مرتبہ معمولی مقدار میں عود آئی تو آپ نے کہا کہ اسے مسجد میں سلگا دو تا کہ عام مسلمان اس کی خوشبو سے محظوظ ہوں، اس کے بعد مسجد نبوی میں عود سلگانے کی سنت صدیوں تک جاری رہی، سبھاچ یعنی ساگون کی لکڑی بھی ہندوستان کی خاص پیداوار ہے، اور قدیم زمانہ سے عرب میں

۱۔ اصابع۔ بعض کتابوں میں "التاج والداہری" ہے جو مقام دارین کی طرف منسوب ہے، یہ عرب کے مشرقی ساحل کی مشہور بندرگاہ تھی، جہاں ہندوستان سے مشک بھیجی جاتی تھی اور مشک داری یا صدف داری کی نسبت سے مشہور تھی، ۲۔ الدرۃ الثمینہ فی تاریخ المدینۃ فی آخر سفار الغرام ج ۲ ص ۱۳۷۔

استعمال ہوتی تھی، ۳۳۵ میں حضرت عثمان نے مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر کی تو اس کی چھت ساگون کی بنوائی خلافت راشدہ میں ساگون کا استعمال پہلی بار مسجد نبوی میں ہوا، ۳۳۶ حضرت عثمان کے زمانہ میں دولت و ثروت کی کثرت ہوئی اور قصور و محلات بنائے گئے جن میں ساگون کا استعمال ہوا چنانچہ خود عثمان نے مدینہ میں جو مکان بنوایا تھا اس میں ساگون کی لکڑی استعمال ہوئی تھی، ۳۳۷ اسی طرح حضرت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی نے کوفہ میں اپنا محل تعمیر کرایا تو اس میں ساگون کی لکڑی لگائی تھی ۳۳۸ ہندی تلواریں ہندی، مہندی، ہندوانی کے ناموں سے مشہور تھیں اور ان کا استعمال بھی عام طور سے عز و ات و فتوحات میں ہوتا تھا، خصوصاً ہندی مجاہدین اسلام کے ہاتھوں میں ان کی ہندی تلواریں اپنی جو ہریت و برتیش لیے نظر آتی تھیں، اسی طرح یہاں کی دیگر اشیاء اس دور میں زبرد استعمال تھیں، ۳۳۹

اسلامی علوم اور علمائے اسلام | قدیم زمانہ سے ہندوستان علم و دانش اور فنون و معارف کا

ملک مانا جاتا ہے حتیٰ کہ اہل چین "حکمت کا ملک" کہتے تھے۔ ۳۴۰ ساتھ ہی مذہب و روحانیت کے بارے میں یہ ملک شہرت رکھتا ہے اور یہاں کے علماء و حکماء اور ارباب روحانیت دنیا میں مشہور تھے، ۳۴۱ یہی وجہ ہے کہ جب یہاں کے مذہبی طبقوں اور سنیسیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا علم ہوا تو انہوں نے آپ سے تعلقات قائم کرنے میں سبقت کی، اور اپنا ایک نمائندہ وفد خدمت نبوی میں روانہ کیا تاکہ وہ براہ راست اسلامی تعلیمات اور سیرت نبویہ سے واقف ہوں، نیز یہاں کے بعض راجوں اور مہاراجوں نے خدمت نبوی میں ہدیہ بھیج کر اپنی عقیدت و محبت کا مظاہرہ کیا، مگر افسوس کہ عہد رسالت میں ہندوستان سے براہ راست روابط قائم نہ ہو سکے، اور درمیان میں ایرانی سیاست کی خلیج حائل ہو گئی جس سے صورت حال یکسر بدل گئی، ۳۴۲ ورنہ یقین ہے کہ اگر یہاں کے باشندے ایرانیوں کی آقا فی ہیں نہ پڑتے اور ایرانی فتوحات میں مسلمانوں کے خلاف شاہان ایران

۳۳۵ شفاء الغرام باخبار البلد المحرام ج ۲، ص ۳۳۵، ۳۳۶ مروج الذهب ج ۲، ص ۳۳۶، ۳۳۷

کی مدد نہ کرے تو یہ ملک عہدِ راشدہ ہی میں دارالاسلام بن گیا ہوتا، اور ایشیا و افریقہ کے بہت سے ممالک کی طرح ہندوستان بھی عرب ممالک میں شمار ہوتا، اور ہندوستان اور اسلام کو ایران کی طرف سے یہ نقصان نہ پہنچتا، نہ ہندوستان کے باشندے شاہانِ ایران کے حکمرانوں پر کمر مجاہدین اسلام کے مقابلہ میں آتے اور نہ ہندوستان میں حرب و ضرب کی نوبت آتی اور عرب کے ہندوستانیوں کی طرح یہاں کے باشندے بھی برصغیر و رغبت اسلام کے سایہ میں آجاتے، خسران و نقصان کا یہ منظر کس قدر عبرت انگیز ہے کہ جس زمانہ میں ہندوستان کے راجے مہاراجے اور ان کی رعایا ایرانیوں کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھ کر ان کے ساتھ مصروف جنگ تھے عین اسی زمانہ میں ایرانی فوج کے ہندوستانی سپاہی اور عرب میں آباد ہندوستانی براہ راست اسلام اور مسلمانوں کو دیکھ کر اور سمجھ کر جوق درجوق انشراحِ قلب اور کھلے دل کے ساتھ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، یہی نہیں بلکہ ان میں سے کتنے اسلامی فوج میں شامل ہو کر ایرانیوں اور ہندوستانیوں سے جنگ کر رہے تھے، کتنے مسلمانوں کی حلف و دار میں رہ کر اسلامی معاشرہ کے معزز و محترم عناصر بن رہے تھے، اور کتنے علمی و دینی امامت و سیادت کی مسند پر جلوہ گر ہو کر مسلمانوں کے دل و دماغ پر حکمرانی کر رہے تھے، فوجی اور شہری ملازمتوں پر فائز تھے بیت المال سے وظیفہ و عطیہ حاصل کرتے تھے، اور اسلامی تہذیب و تمدن میں ہندی تہذیب و تمدن کی رنگ آمیزی سے دونوں کے صلوات و تعلقات میں دلکشی کا سامان بہم پہنچا رہے تھے۔

عہد رسالت میں ہندوستان کے علاقہ سرندیپ (سنگاپور) سے خدمت نبوی میں ایک وفد کی روانگی کا حال مشہور ہے۔

سیاح و تاجر بزرگ بن شہر یارنا خدا را مہر مزی نے اپنی کتاب عجائب الہندیہ میں یوں لکھا ہے:

وكان اهل سرنديپ وما والاها سرنديپ اور اس کے قرب و جوار کے لوگوں

لما بلغهم خروج النبي صلى الله عليه وسلم كوجب رسول الله صلى الله عليه وسلم کے گھوڑے

وسلم فارسلوا رجلاً فہتما، وامرؤا بغت کی خبر لگی تو انہوں نے اپنے ایک

ان لیسیر الیہ، فیعرف امرہ
وما یدعوالیہ، فعاقت الرجل
عوائق، ووصل الی المدنیہ
بعد ان قبض رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وتوفی ابو بکر رضی اللہ
عنه، ووجد القائم بالامر عمر
بن الخطاب رضی اللہ عنہما
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فشرح
له ویتن وراجع فتوفی الرجل
بنو احی بلاد مکوان، وكان مع الرجل
غلام له ہندی فوصل الغلام
الی سرندیب وشرح لہم الامر
وما وقف علیہ من امر النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر
رضی اللہ عنہ، وانہم وجدوا
صاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بن الخطاب رضی اللہ عنہ
ووصف لہم تواضعہ وانہ
کان یلبس مرقعۃ ویلبس
فی المساجد، فتواضعہم
لاجل ما حکى لہم ذلك

سمجھدار آدمی کو مدینہ منورہ بھیجا اور اس سے
کہا کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ
کے حالات اور آپ کی دینی دعوت کی تحقیق کرے
مگر کچھ مشکلات درپیش آ جانے کی وجہ سے وہ
وہ آدمی اس وقت پہونچا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ
وفات پا چکے تھے، اور حضرت عمرؓ خلیفہ تھے اس
یہ حضرت عمرؓ ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بارے میں سوالات کیے اور حضرت عمرؓ نے
نہایت شرح و بسط کے ساتھ تمام باتیں بتایا
اس کے بعد یہ شخص واپس ہوا مگر کمران کے
اطراف میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کے
ساتھ ایک ہندوستانی ملازم تھا، وہ سرندیپ
پہونچا اور یہاں کے لوگوں کے سامنے رسول
حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے وہ تمام
حالات بیان کیے جن سے یہ دونوں واقف
ہوئے تھے، اور یہ کہ اس وقت رسول اللہ
کے صحابی حضرت عمرؓ خلیفہ ہیں، اس نے
اہل سرندیپ سے حضرت عمرؓ کی تواضع و
انکساری کا حال بیان کیا اور بتایا کہ وہ
پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں، رات
کو مسجد میں سوتے ہیں، اس لیے اہل سرندیپ

الغلام ولبسهم الثياب
 المرقعة لما ذكره من لبس
 عمر رضي الله عنه وقعت
 ومحبتهم للمسلمين وميلهم
 اليهم لما في قلوبهم مما
 حكاه ذلك الغلام عن عمر
 وهم يحبون المسلمين و
 يميلون اليهم ميلاً
 شديداً ۛ

کی تواضع وانکساری کا سبب وہی باتیں جن
 کو اسی خادم نے بیان کیا تھا، اور وہ بھی پیوند
 لگے ہوئے کپڑے اس لیے پہنتے ہیں کہ اس نے
 اس کا بھی تذکرہ کیا تھا، اور ان کو مسلمانوں
 سے محبت اور میل جول اس لیے ہے کہ اس خادم
 نے حضرت عمرؓ کی تواضع اور محبت کا حال
 بیان کیا تھا آج بھی دچوتھی صدی ہجری)
 اہل سرندیب مسلمانوں سے محبت کرتے
 ہیں اور ان کے ساتھ بڑی عقیدت و محبت
 سے ملتے جلتے ہیں۔

اس روایت کے مطابق یہ پہلا دینی اور علمی سفر تھا جو نہ صرف ہندوستان سے بلکہ
 عرب کے باہر کی دنیا سے عہد رسالت میں مدینہ منورہ کی طرف کیا گیا، اگر اس کی قسمت میں
 خدمت نبوی کی حاضری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات رہی ہوتی تو
 سپرد مغازی اور احادیث کی کتابوں میں دیگر وفود کی طرح اس وفد کا بھی تذکرہ ہوتا، اور
 کم از کم سرندیب اور جنوبی ہند کا علاقہ اسی زمانہ میں حلقہ گبوش اسلام ہو گیا ہوتا، اور یہ ملک بھی
 دارالاسلام بن کر اسلامی علوم اور دینی رجال سے معمور ہوتا، مگر قدرتی حالات کی وجہ سے
 یہ صورت پیدا نہ ہو سکی، پھر بھی بعد کے ہندوستانی مسلمانوں نے بڑی حد تک تلافی مافات
 کا نمونہ پیش کیا، اور خلافت راشدہ ہی میں ان میں اسلامی علوم اور دینی معارف اور دنیاوی
 علوم و فنون کے حاملین پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے ہندوستان کے قدیم اور روایتی علم و حکمت
 کو کتاب و سنت کے قالب میں ڈھال کر امامت و سیادت کی بزم سجائی، مسلمانوں نے
 ۛ عجائب الہند ص ۱۵۱، طبع لاہور ۛ

ان کو سر آنکھوں پر بٹھایا، تفسیر، حدیث، فقہ، سیر و مغازی، لغت، ادب، انشاء، شاعری وغیرہ مروجہ علوم و فنون میں وہ بھی عالم اسلام کے مشاہیر علماء اور نامور فضلاء میں شمار کیے گئے اور ان کے تذکروں سے فن تاریخ و رجال کی پیشانیوں چمکتی ہیں۔

ان ہندی مسلمانوں میں خلافت راشدہ ہندو سندھ کے چند علمی و دینی خاندانوں اور افراد میں کئی خاندانوں سے علم دین کے افتخاریوں

چمکے کہ ان کی اولاد میں کئی صدیوں تک دینی و علمی سلسلہ چلتا رہا اور اموی اور عباسی ادوار میں متعدد نامور حفاظ حدیث، ائمہ دین اور فضلاء زمانہ پیدا ہوتے رہے، اس دور کے تین علمی و دینی خاندانوں سے خاص طور سے قابل ذکر ہیں، (۱) آل ابی معشر سندھی ہیں ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن "سندی مدنی حافظ حدیث ہونے کے ساتھ" کان العلم الناس بالمغازی کا مقام رکھتے تھے، ان کی کتاب المغازی اپنے فن کی ابتدائی اور مشہور کتاب ہے اور محمد بن ابو معشر سندھی، حسین بن محمد بن ابو معشر سندھی، داؤد بن محمد بن ابو معشر سندھی اپنے اپنے زمانہ کے مشہور محدث و فقیہ گزرے ہیں۔

(۲) آل بیلمانی ہیں عبد الرحمن ابو زید بیلمانی، محمد بن عبد الرحمن بیلمانی، حارث بیلمانی، محمد بن حارث بیلمانی، محمد بن ابراہیم بیلمانی رواد حدیث اور محدثین میں ہیں، ان میں سے بعض شاعر بھی تھے۔

(۳) آل مقسم قیقانی ہیں مقسم قیقانی، ابراہیم بن مقسم قیقانی، ربیع بن ابراہیم بن مقسم قیقانی، اسمعیل بن ابراہیم بن مقسم قیقانی اور ابراہیم بن اسمعیل بن ابراہیم بن مقسم قیقانی نے کوفہ، بصرہ اور بغداد میں علم و فضل کے ساتھ کسب و تجارت اور ولایت و امارت میں شہرت و ناموری حاصل کی۔

یہ سب کے سب ان ہندوستانی خاندانوں سے تھے جن کے آبار و اجداد خلافت راشدہ میں جنگی قیدی اور غلام بن کر عرب میں گئے اور مسلمان ہو کر مسلمانوں کی ولا و حمایت میں

اسلامی زندگی کی تمام قدروں سے بہرہ یاب ہوئے، ان میں سے اکثر علمائے اسلام اموی دور میں گزرے ہیں اور کچھ عباسی دور میں ہوئے ہیں، اسی طرح امام کچول سندی شامی اور ابوالعطاف سندی شاعر، عمرو بن عبید بن باب سندی مغزلی زاہد کے خاندان بھی ہندوستان سے خلافت راشدہ میں اساری و سبا یا بن کر آئے تھے، اس دور میں سندھ اور ہندوستان کے ان ہی حسنا میں حضرت علیؑ کی باندی خولہ سندیہ حنفیہ، بصرہ کے بزرگ انسان ابو سالمہ زطیٰ اور مدینہ منورہ کے طیب زطی (جنہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علاج کیا تھا) وغیرہ بھی معزز و محترم اور مشہور تھے، ان تمام حضرات کے حالات اپنی جگہ ذکر کیے گئے ہیں یہاں اجمالی طور پر ان کا ذکر مقصود ہے۔

ایک المیہ اور اس کے نتائج

معلوم ہو چکا ہے کہ ایرانی فوج کے ہندی سپاہی اور عرب کے قدیم ہندی باشندے اساورہ ایران کی شرائط پر ایمان لائے تھے، جن میں یہ بات بھی تھی کہ عربوں کی خانہ جنگی میں ہم کسی ایک فریق کا ساتھ نہیں دیں گے اور سب سے صلح و مصالحت کا معاملہ رکھیں گے، اور اگر عربوں کی کسی جماعت نے ہم پر حملہ کیا تو مسلمان ہماری مدد کریں گے، مگر تقریباً بیس سال کے بعد ایسے ناگوار واقعات پیش آئے کہ خود مسلمانوں کی طرف سے ان کے بارے میں کوتاہی کا پہلو نکل آیا جس کی وجہ سے عرب کے مسلمان جاٹ اور سیاح و غیرہ نے بھی اپنی روش بدل دی اور ان کو مسلمانوں کی ایک جماعت کا ساتھ دینا پڑا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے دور میں بصرہ کے بیت المال پر چالیس یا چار سو ہندی مسلمان پہرہ دیتے تھے، اور ان کے سربراہ ان کی جماعت کے ایک نہایت صالح اور نیک شخص ابو سالمہ زطی تھے، یہ لوگ من و تو کی بحث سے الگ رہ کر اپنی ڈیوٹی انجام دیتے تھے، اسی درمیان میں حضرات طلحہؓ و زبیرؓ اور معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں جمادی الاخری

۴
ملاحظہ ہو
”موطا“ امام محمدؒ

۳۶۹ میں جنگِ جبل ہو گئی، حضرت علیؓ کو فہم میں تھے، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اپنے آدمیوں کے ساتھ پہلے بصرہ آئے اور حضرت علیؓ کے امیر عثمان بن حنیف انصاری کو وہاں کی امارت سے علیحدہ کر دیا اور سرکاری خزانہ پر قبضہ کرنا چاہا، مگر اس کے پہرہ داروں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک حضرت علیؓ جنہوں نے ہمیں رکھا ہے نہ آئیں گے ہم خزانہ کو کسی کے حوالہ نہیں کر سکتے، یہ سن کر یہ حضرات وہاں سے چلے آئے اور رات کو اپنے آدمی لے کر گئے اور صبح ہوتے ہوتے ان تمام جاٹوں اور سیاح کو قتل کر دیا۔ بلاذری کا بیان ہے۔

وكانت جماعة السياجة
موكلين بيت مال البصرة يقال
انهم اربعون، ويقال اربعمائة
فلما قدم طلحة بن عبيد الله
والزبير بن العوام البصرة، عليها
من قبل علي بن ابي طالب عثمان بن
حنيف الانصاري، ابوان يسلموا
بيت المال الى قدوم علي رضي الله
عنه فاتوهم في السحر فقتلوه
وكان عبد الله بن الزبير المتولي
لامرهم في جماعة تسرعوا اليهم معه
وكان علي السياجة يومئذ ابوسلمة
الزطی وكان رجلاً صالحاً

بصرہ کے سرکاری خزانہ پر سیاح کی ایک جماعت
تعیّنات تھی، ایک قول کے مطابق یہ چالیس
تھے اور دوسرے قول کے مطابق چار سو
تھے، جس وقت طلحہؓ اور زبیرؓ بصرہ آئے
وہاں کے امیر علیؓ کی طرف سے عثمان بن
حنیف انصاریؓ تھے، ان سیاح نے
حضرت علیؓ کے آنے تک خزانہ ان کے
حوالہ کرنے سے انکار کر دیا، اس پر
عبد اللہ بن زبیرؓ ایک جماعت لے کر
سحر میں آئے اور ان سب کو قتل کر دیا
اس وقت ان کے سربراہ ابو سالمہ زطی
نام کے ان ہی کے ایک نیک و صالح
آدمی تھے۔

مسعودی نے مروج الذهب میں ان مقتولوں کی تعداد ستر بتائی ہے اور لکھا ہے کہ جب لوگوں نے بصرہ کے بیت المال پر قبضہ کرنا چاہا تو اس کے محافظ و نگراں جو رسیا بجھتے آڑے آئے تو زخمی ہونے والوں کے علاوہ ان میں سے ستر آدمیوں کو قتل کر دیا گیا، ان ستر مقتولوں میں سے پچاس کو گرفتار کر کے ان کی گردنیں مار دی گئیں۔

وهولاء اول من قتل ظلمانی یہ لوگ پہلے مقتول ہیں جو اسلامی دور میں ظلم و
الاسلام و صبرا زیادتی کے ساتھ باندھ کر قتل کئے گئے۔

ان چالیس یا ستر یا چار سو ہندی نو مسلموں کے قتل کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ نہ صرف حضرت علیؑ کے ہمنا اور طرفدار ہوئے بلکہ بنو امیہ کے مخالفین میں شامل ہو کر خروج و شورش میں مصروف ہو گئے، اور ان کی سیاست کا رخ یوں بدلا کہ اس حادثہ کے بعد ہی جنگِ جمل ہوئی اور حضرت علیؑ فاتحانہ انداز میں بصرہ میں داخل ہوئے تو جاٹوں اور رسیا بچہ کے ستر آدمیوں کا ایک نمائندہ وفد ان سے ملا، اور اپنی عقیدت و محبت کا یوں مظاہرہ کیا۔

وفی حدیث علیؑ انه لما فرغ حضرت علیؑ کے واقعہ میں ہے کہ جب اہل بصرہ سے
من قتال اهل البصرة اتاکا قتال کے بعد بصرہ آئے تو ان کے پاس ستر
سبعون رجلا من النبط جاٹوں نے آکر اپنی زبان میں بات چیت کی
فکلموہا بلسانہم فقالوا لعنہم اور کہا کہ آپ کے مخالفوں پر اللہ کی لعنت ہو
اللہ، بل انت، انت، جو کچھ ہیں صرف آپ ہیں۔

اس واقعہ کے بعد حضرت معاویہؓ اور ان کے طرفداروں سے ان کی بددلی اور حضرت علیؑ اور ان کے ہمناؤں سے ان کی عقیدت بڑھتی رہی، پھر بھی انہوں نے ان دونوں حضرات کے مشاجرات و محاربات میں حصہ نہیں لیا، بلکہ اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے، چنانچہ واقعہ جمل کے ایک سال بعد صفر ۳۷ھ میں جنگ صفین ہوئی مگر انہوں نے حصہ نہیں لیا

۱۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۳۶، ۲۔ مجمع البحرین، مادہ زط۔

(۱۵)

خلافت راشدہ اور ہندوستان

بالآخر یوم مسعود (سہ) اور یوم زبدہ (سہ) میں کھل کر سامنے آ گئے اور جب ابن اشعث نے (سہ تا سہ) حجاج بن یوسف اور عبدالملک بن مروان کے خلاف بصرہ کے قرار و علماء کو لے کر خروج کیا اور خلافت کی فوجوں سے باقاعدہ جنگ تو یہ نو مسلم ہندوستانی کھل کر ابن اشعث کے ساتھ نکلے اور اموی فوجوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے، مگر اس تحریک کی ناکامی کے نتیجہ میں ان کو بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، حجاج نے ان کو سزا دی، ان کے مکانات گرا دیئے اور ان کے سرکاری وظائف یہ کہہ کر بند کر دیئے کہ:-

کان فی شرطکم ان لا تعینوا تمہاری ایک شرط یہ بھی تھی کہ تم لوگ ہمارے
بعضنا علی بعض۔ جھگڑے میں کسی کی مدد نہیں کرو گے۔

حالانکہ ان کی شرط یہ تھی کہ اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت ہم پر حملہ کرے گی تو مسلمان ہماری مدد کریں گے اور ان کے باہمی جھگڑوں سے ہمیں سروکار نہ ہوگا، مگر خود عربوں کی طرف سے ان کی شرط پوری نہیں کی گئی اور حجاج جس اموی خلافت کا وفادار حاکم تھا، اسکے ابتدائی معاملات میں ایک جماعت نے انکی ایک جماعت کو قتل کر دیا اور کسی نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بھی اپنی شرط کے خلاف اپنی حفاظت کی سیاست اختیار کی، اور خلافت راشدہ کے یہ عقیدت مند خدام اموی دور میں مقابل بن کر سامنے آئے، اور حجاج نے ان کو خطا کار اور بد عہد قرار دے کر ان کے ساتھ اور بھی زیادتی کی، اور دوسری عجمی قوموں کے ساتھ سندھ کے جاٹوں کو ان کے بالی بچوں اور سمیت بصرہ سے جلا وطن کر کے مقام کسکرنشینی علاقوں میں بھیج دیا، جہاں انکی اچھی خاصی جمعیت ہو گئی، پھر ان ہی ایام میں عرب کے غلاموں اور بنو ہلہ کے موالی کی ایک جماعت بھاگ کر ان جاٹوں سے مل گئی، نیز محمد بن سلیمان بن علی کے غلام نوکر یہیں آ گئے اور ان سب نے مل کر حکومت و خلافت کی خلاف اقدام شروع کر دیا تجارتی جہازوں اور سامانوں پر ڈاکہ زنی کی، اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ اموی اور عباسی دور کی مخالف تحریکوں میں یہ بھی ایک زیر دست باغیانہ تحریک ہے، اور بڑی مشکل سے خلیفہ عباسی معتصم کے زمانہ میں فوجی طاقت کے ذریعہ انکی طاقت توڑی جاسکی جیسا کہ بعد میں اس کی تفصیلات آئیں گی۔

(۸)

ہندوستان میں صحابہ تابعین

صحابی و تابعی کی تعریف۔

محدثین اور علمائے طبقات و رجال نے صحابی کی مختلف تعریفیں کی ہیں، اور ان کے مطابق دور نبوی کے مسلمانوں کو صحابی یا غیر صحابی مانا ہے، بعض حضرات کے نزدیک صحابیت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف لقاء کافی ہے، اور بعض حضرات اس کے لیے روایت اور روایت دونوں باتیں ضروری قرار دیتے ہیں، اسی اختلاف کی وجہ سے اس دور کے بعض بزرگوں کے بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، کوئی ان کو صحابی بتاتا ہے اور کوئی انہی صحابیت کا انکار کرتا ہے، حافظ ابن حجر نے الاصابہ کے مقدمہ میں صحابی کی یہ تعریف کی ہے، اور اسی کو اصح و جامع بتایا ہے۔

والصحابی من لقی النبی صحابی وہ شخص ہے جس نے بحالت ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مومنا بہ سے ملاقات کی ہو، اور اسلام ہی پر اس کا خاتمہ ومات علی الاسلام، فیدخل ہو، ہو، اس تعریف میں وہ شخص بھی داخل ہو جاتا فی من لقیہ، من طالت مجالسہ ہے جس نے آپ سے ملاقات کی ہے، اسے ہم نشینی اوقصرت، ومن روی عنہ زیادہ نصیب ہوئی یا کم، آپ سے روایت کی اولم یرو، ومن غزا معہ ولم یا نہیں، آپ کی معیت میں جہاد کیا یا نہیں، یغن، ومن راہ رویتہ ولولہم اور آپ کو ایک نظر دیکھ لیا اگرچہ آپ کے یجالسہ، ومن لعیرہ ساتھ ہم نشینی نہ کی ہو، اور کسی وجہ سے آپ کو لعارضین کالعی نہ دیکھا ہو جیسے اندھا پن۔

اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ میں نے صحابہ کرام کے ان لڑکوں کو بھی صحابہ میں شمار کیا ہے جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے اور وصال نبوی کے وقت سن شعور کو نہیں پہنچے تھے، کیونکہ صحابہ کرامؓ اپنے بچوں کو ان کی پیدائش کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لاتے تھے، اور آپ ان کی تھنیک فرماتے تھے یعنی کھجور وغیرہ اپنے دہن مبارک میں چبا کر بچہ کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالتے تھے، نام رکھتے اور اس کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرماتے تھے، احادیث میں اس قسم کے واقعات بہ کثرت مذکور ہیں۔ اس لیے صحابہ کرام کے جو بچے حیات نبوی میں پیدا ہوئے ان کے بارے میں ظن غالب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا ہے اور وہ بھی صحابہ میں شامل ہو گئے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ نے صحابی کی پہچان کے لیے ایک ضابطہ بنایا ہے جو تین آثار و قرائن پر مشتمل ہے، ان میں سے کسی شخص کے بارے میں اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو اسے صحابی تسلیم کیا جائے گا۔

پہلا قرینہ یہ ہے کہ مغازی میں صرف صحابہ امیر مقرر کیے جاتے تھے، اور جو شخص ایام رقت اور فتوحات کے اخبار و واقعات کا تبلیغ کرے گا اسے ایسے حضرات کی بڑی تعداد ملے گی۔ امام بخاری نے کتاب الفتن میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ آئیگا کہ لوگ جہاد کریں گے اور کہا جائے گا کہ تم لوگوں میں کوئی صحابی رہا ہے؟ تو اثبات میں جواب دیا جائے گا اور اس صحابی کی وجہ سے فتح حاصل ہوگی، اس زمانہ کے بعد لوگ جہاد کریں گے تو کہا جائے گا کہ تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے کسی صحابی کی صحبت پائی ہو؟ تو اثبات میں جواب دیا جائے گا اور اس تابعی کی وجہ سے فتح حاصل ہوگی۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حسب روایت حاکم صحابہ کرام کے یہاں جو بچہ پیدا ہوتا تھا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے تھے اور آپ اس کے حق میں دعا فرماتے

لہ مقدمہ اصحابہ ج ۱ ص ۱۷۔

تھے، ایسے لوگ صفار صحابہ اور اصداث صحابہ ہیں۔
تیسرا قرینہ یہ ہے کہ سندھ میں مکہ اور طائف میں کوئی ایسا نہیں رہ گیا تھا جو مسلمان ہو کر
حجۃ الوداع میں شریک نہ ہوا ہو اس اصول و ضابطہ کی رو سے اس دور کے امر و فتوحات
عہد رسالت میں پیدا ہونے والے اور مکہ و طائف کے باشندے صحابی مانے جائیں گے۔
امام ابو زرہؓ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ایک لاکھ چودہ
ہزار ایسے صحابہ دنیا میں موجود تھے جن سے احادیث کی روایت کی گئی ہے، اور جنہوں نے
آپ سے سماع کیا ہے، ان میں سے ستر ہزار صحابہ آپ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شریک تھے
اور چالیس ہزار صحابہ حجۃ الوداع میں حاضر تھے، یہ تو ایک اندازہ ہے، اور صحابہ کی تعداد کا
صحیح علم کیسے ممکن ہے جب کہ وہ حضرات مختلف بلاد و قریات اور بوادی میں متفرق و منتشر تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات طیبہ کے آخری دور میں ایک مرتبہ صحابہ کرام
سے فرمایا تھا کہ آج جو لوگ تم میں سے روئے زمین پر موجود ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی سو سال
کے بعد باقی نہیں رہے گا، مکہ مکرمہ میں سب سے آخری صحابی حضرت ابوالطفیل عامر بن وائلؓ
ہیں جن کا انتقال سال ۱۱ھ میں ہوا، اور ایک قول کے مطابق حضرت عبداللہ عمرؓ ہیں مدینہ
منورہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ، بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ کو فہم حضرت
عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ شام میں حضرت عبداللہ بن لہٰیؓ مصر میں حضرت عبداللہ بن حارثؓ
دمشق میں حضرت وائل بن اسقعؓ یامہ میں حضرت ہرہاسؓ جزیرہ میں حضرت عرس بن عیرہؓ
افریقہ میں حضرت روفیح بن ثابتؓ اوس بادیه میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ رضی اللہ عنہم سب
صحابہ کے آخر میں فوت ہوئے ہیں، اور ان تمام حضرات میں سب سے آخر میں حضرت
عامر بن وائلؓ فوت ہوئے ہیں، ان کے بعد دنیا صحابہ کے وجود باوجود سے خالی ہو گئی اور
حضرت عامر بن وائلؓ سے پہلے حضرت انس بن مالکؓ کی وفات ہوئی، ابن صلاح نے

مقدمہ میں لکھا ہے کہ موسیٰ سیلانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے دریافت کیا کہ آپ کے علاوہ کوئی صحابی رسول باقی ہے یا نہیں؟ تو فرمایا کہ ہاں کچھ لوگ اعراب میں سے رہ گئے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے، البتہ آپ کی صحبت اٹھانے والا کوئی باقی نہیں رہا۔

عہد رسالت میں کچھ حضرات مخضرم اور مدد رکھے جاتے تھے۔ مخضرم وہ مسلمان ہے جس نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ رسالت پایا ہو مگر اسے صحابیت کا شرف حاصل نہ ہوا۔ اور مدد رک وہ مسلمان ہے جس نے عہد رسالت پایا ہو، اور اسی عہد میں مسلمان ہوا ہو یا اس کے بعد اسلام لایا ہو۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد حضرات تابعین کا دور آیا، تابعی وہ مسلمان ہے جس نے کسی صحابی رسول کی صحبت اٹھائی ہو، اور ایک قول ہے کہ کسی صحابی سے ملاقات کی ہو، تابعین میں مخضرم اور مدد رک بھی ہیں، سب سے آخری تابعی حضرت خلف بن خلیفہؓ ہیں، جن کا انتقال ۸۱ھ میں ہوا، ان کے بعد دنیا تابعین سے خالی ہو گئی، ابن حبان نے لکھا ہے کہ حضرت اسید بن ابی اسید مشہور تابعی ہیں، ان کا انتقال ابو جعفر منصور کی خلافت میں ہوا۔

تابع تابعین میں وہ مسلمان داخل ہیں جس نے کسی تابعی کی صحبت اٹھائی ہو یا ملاقات کی ہو، حافظ بن حجرؒ نے فتح الباری میں مختلف مقامات میں لکھا ہے کہ ائمہ اسلام کا اتفاق ہے کہ جن اتباع تابعین کے اقوال و اخبار قبول کیے جاتے تھے، ان میں سے بعض ۲۳ھ تک دنیا میں رہے۔

صحابہ اور تابعین کی آمد کا اجمالی بیان | امام ابن ابی حاتم رازیؒ نے کتاب الجرح والتعديل

۱۔ مقدمہ ابن صلاح ص ۱۴۶ ، ۲۔ فتح المغیث ص ۳۵۶ ، ۳۔ اصحابہ ج ۱، ص ۱۲۶
۴۔ فتح الباری ج ۱، ص ۱۔

کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف اطراف اور اقصاء و ثغور میں فتوحات و مغازی اور امارات و قضا کے سلسلے میں پھیلے، اور ان میں سے ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت کی، اللہ تعالیٰ کے احکام کو جاری کیا، سنت کی روشنی میں مسلمانوں کے معاملات و مسائل کو حل کیا، اور حسن نیت کے ساتھ فرائض، احکام، سنن، حلال و حرام وغیرہ کی تعلیم دی، ان حضرات کے بعد حضرات تابعین رحمہم اللہ کا دور آیا، جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کے حدود و فرائض اور امور و اہم کی احکام و سنن کی تعلیم و تبلیغ کی توفیق سے نوازا تھا، انہوں نے صحابہ سے کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کر کے ان ہی کی طرح پوری دنیا کے اسلام میں اسلامی علوم کی اشاعت کی، ان کے بعد حضرات اتباع تابعین نے تابعین سے تعلیم پا کر اپنے پیش رو صحابہ و تابعین کے مانند کتاب و سنت اور فقہ کو عام کیا،

چنانچہ عہد فاروقی میں سندھ اور ہندوستان کے حدود اطراف میں صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین کی آمد ہوئی اور ان کی نشریہ آوری کا سلسلہ عباسی دور کی ابتداء تک جاری رہا، اور ان تینوں طبقوں کے انفس گرم نے اس ملک کی فضا میں دین و ایمان کی حرارت پیدا کی، امام ابن کثیر نے محمد بن قاسم کی سندھ اور ہندوستان میں فتوحات سے پہلے یہاں صحابہ کے آنے کی تصریح کی ہے اور لکھا ہے کہ اس سے پہلے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں صحابہ نے ان اطراف (ثغور ہند) کے اکثر حصہ کو فتح کیا، اور شام، مصر، عراق، یمن، اوائل ترکستان کے وسیع و عریض اقالیم میں پہنچے، نیز یہ حضرات ماوراء النہر، اوائل بلاد مغرب اور اوائل ہند میں داخل ہوئے،

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت ہندوستان میں غزوات و فتوحات اور قضا و امارات کے سلسلہ میں آئی، اور چونکہ اس دور میں یہاں کی فتوحات جنوبی فارس کی فتوحات کے ضمن میں ہوتی تھیں اس لیے یہ فیصلہ مشکل ہے کہ عجم کی فتوحات میں شریک

۱۔ تقدیرہ الجرح والتعديل ص ۹، ۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۸۸۔

ہونے والے صحابہ میں سے کون کون حضرات حدود ہند میں آئے، البتہ کتابوں میں جن کے ناموں کی تصریح موجود ہے ان کا یہاں آفاقی قیاسی ہے، اور ہم نے ایسے ہی صحابہ کو ان میں شمار کیا ہے جو اس زمانہ میں سندھ و ہندوستان کے حدود میں آئے ہیں، اگرچہ بعد میں وہ حدود موجودہ افغانستان یا ایران اور پاکستان میں شمار ہونے لگیں، ان حضرات میں عام طور سے اصغر صحابہ اور احدث صحابہ تھے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے اور ان کے والدین انہیں خدمت نبوی میں لائے اور آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی، نیز ان کے ساتھ اکابر تابعین تھے جنہوں نے اجلہ صحابہ کی مدتوں صحبت اٹھائی تھی۔

چونکہ صحابی کی تعریف کے بارے میں علمائے اسلام میں اختلاف ہے اور عام تعریف کے مقابلہ میں کچھ محدثین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کے ساتھ روایت کو ضروری قرار دیا ہے اس لیے ہم نے یہاں آنے والے بعض صحابہ کے بارے میں اختلاف کو بھی نقل کر دیا ہے۔ ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ میں حضرت حارث بن سویدؓ کی صفحہ ۱۱۱ کے حال میں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کے اسماء و احوال کے ذکر میں واجب ہے کہ ان کے بارے میں علماء کے تمام مخالف و موافق حالات بیان کر دئے تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ اختلافات کا علم نہ ہو سکا یا ان کو چھوڑ دیا اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ تمام اقوال و آراء کو نقل کر کے صحیح و صواب قول کو ظاہر کرے۔

اگرچہ ہندوستان کی فتوحات و امارات میں عام طور سے اصغر صحابہ اور احدث صحابہ تشریف لائے، مگر ان میں متعدد حضرات بڑے مقام و مرتبہ کے مالک تھے۔ اور جماعت صحابہ میں ان کو عزت و شہرت حاصل تھی چنانچہ حضرت عثمان بن ابوالعاصیؓ ثقینی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں میں سب سے بہتر صحابی تھے۔

حضرت حکم بن عمروؓ ثعلبیؓ کا صحابیت میں یہ مقام ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے آپ کی صحبت میں پڑے رہے، حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہؓ

اشراف صحابہ اور وجوہ انصار میں شمار ہوتے تھے، اور علمائے ان کو صحابی جلیل بتایا ہے اسی طرح دوسرے صحابہ کرام مختلف امتیازات و خصوصیات کے مالک تھے، جیسا کہ اپنی جگہ مذکور ہے، ان حضرات میں قریشی، انصاری، ثقفی، عبدی، تمیمی، ندحی ہذلی، غفاری، اشجعی سلمی، قشیری، سامی وغیرہ سب ہی شامل ہیں جو اپنے اپنے قبائل کے نمائندے کی حیثیت سے یہاں آئے تھے، یہاں آنے والے صحابہ میں سے صرف سترہ حضرات کے ناموں کی تصریح مل سکی ہے، جن میں دو حضرات خلافت راشدہ کے بعد تشریف لائے ہیں، حضرت سنان بن سلمہ ہذلی، حضرت معاویہؓ کے دور میں، اور منذر بن جبار و عبدیؓ یزید کے زمانہ میں آئے، ان بزرگوں میں صرف حضرت منذر جبار وؓ کے بارے میں متفقہ بیان ہے کہ آپ یہاں پر ساٹھ سال کی عمر میں ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں فوت ہوئے،

حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن عامر بن کریر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کمران کے علاقہ میں تشریف لائے تھے، مگر عربی کتب تواریخ و رجال کے مستند ماخذوں سے اس کی تصدیق تاہنوز نہیں ہو سکی ہے۔ اس لیے یہاں ان کا تذکرہ اس حیثیت سے نہیں کیا جاسکا۔

عہد فاروقی میں جو حضرات غزوات و فتوحات میں آئے وہ عام طور سے طبقہ مد رکبین سے تھے یعنی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔ البتہ ان کے صحابی ہونے میں احتمال کی گنجائش ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اصابعہ میں حضرت ثابت بن طریف مرادیؓ کے حال میں تصریح کی ہے۔

والذین شهدوا الفتوح فی جو مجاہدین حضرت عمرؓ کے دور میں فتوحات عہد عمرؓ لہم ادراک لکن منهم میں شریک تھے وہ مد رک ہیں، البتہ ان میں من لہ صیحة ومنہم لہی یصحب سے کچھ صحابی ہیں اور کچھ صحابی نہیں ہیں۔ اس کلیہ کی رو سے اس دور میں جو حضرات یہاں تشریف لائے ان میں اکثر یا تو

صحابی رسول تھے یا پھر وہ عہد رسالت میں موجود تھے، ان کے علاوہ حضرات کبار تابعین بھی آئے

وہ قبائل اور مقامات جن کے صحابہ و تابعین یہاں آئے

اسلامی غزوات و فتوحات کی سرگرمی

کم و بیش بیس سال تک جاری رہی، اگر ہم عہد فاروقی کے ابتدائی تین حملوں کو ۲۵ یا ۳۰

میں تسلیم کر لیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت سترہ تک کل مدت بیس سال ہوتی ہے

جو خلافت راشدہ میں اسلامی فتوحات کے شباب کا زمانہ ہے، اس مدت میں مسلمانوں نے اس

ملک میں بارہ تیرہ غزوات و فتوحات کیں، اور عہد فاروقی کے ابتدائی تین حملوں کے علاوہ

تمام حملے باقاعدہ حربی اور فوجی عدت و عدت اور ساز و سامان اور سپاہیوں کے ساتھ

تھے، جن میں زیادہ تر بحرین و عمان کے قبائل بنو عبد القیس، بنو بکر بن وائل، بنو تمیم، بنو ازد،

بنو ناجیہ اور طائف کے بنو ثقیف کے مجاہدین شریک تھے، یہ تمام قبائل اتفاق سے آخری

دور رسالت میں اسلام لائے تھے، اور بنو ثقیف کے علاوہ ارتداد کی ہوائے بڑی حد تک

ابتدا میں ان کے پیرا کھاڑ دیے تھے، مگر عہد صدیقی کی روشنی نے بہت جلد ان کو راہ راست

پر لا کر کھڑا کر دیا، یہ تمام قبائل قدیم زمانہ سے بداد و دشمنیت اور جفاکشی کی زندگی کے

عادی تھے، اور بنو ثقیف کے علاوہ ان سب کے بلاد و دیار ایران ہندوستان کے سوا حل

سے قریب تھے اس لیے ان دونوں ملکوں سے ان کے گونا گوں تعلقات قائم و دائم تھے،

خاص طور سے بنو عبد القیس اس بارے میں بہت آگے تھے، اور ایران سے گزر کر ہندوستان

بلکہ سرزمین پیتل ان کی آمد و رفت رہا کرتی تھی جس کی وجہ سے ان کے آدمی یہاں کے

جغرافیائی اور طبعی حالات سے واقف تھے، یہی وجہ ہے کہ اسی قبیلہ کے دو بزرگوں نے

خلافت راشدہ میں یہاں آ کر دربار خلافت کو معلومات بہم پہنچائیں اور حضرت صحابہ

عیدی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت حکیم بن جبہ عیدی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہاں کے

حالات و کوائف فوجی نقطہ نظر سے بتائے، اسی طرح بنو تمیم کا وطن ایران سے متصل علاقہ

میں تھا، اور ان کے تعلقات بھی ایران اور ہندوستان سے بہت قدیم تھے۔
 بحرین کے باد یہ اور صحرائیں بنو عبد القیس اور بنو بکر بن وائل کثیر تعداد میں آباد تھے،
 عہد رسالت میں ایران کی کسرانی حکومت کی طرف سے ان کے حاکم منذر بن سادی تھے، جو نامہ نبوی
 پاکر اسلام لائے، اور اسی سے متصل عمان میں بنو ازد کا غلبہ تھا جن کے حاکم عبید بن جلدی
 اور جعفر بن جلدی تھے، یہ دونوں حضرات بھی نامہ نبوی پڑھ کر مسلمان ہوئے، ان امرار و حکام
 کے اسلام کے بعد مشہ میں بحرین و عمان کے یہ قبائل مسلمان ہو گئے، بنو عبد القیس کا وفد
 خدمت نبوی میں حاضر ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شاندار استقبال فرمایا
 اسی طرح بنو ازد کا وفد بھی خدمت نبوی میں حاضر ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت عمار بن حزمیؓ کو ان کے پاس شریعت کی تعلیم اور زکوٰۃ کی وصولی کے لیے
 معلم و امیر بنا کر بھیجا، بنو تمیم کا وفد مشہ میں اپنے اعیان و اشراف کے ساتھ دربار
 نبوی میں حاضر ہوا، اور ارکان وفد اسی موقع پر مسلمان ہوئے، ان کے دیار و بلاد ایران
 سے متصل تھے اور یہ لوگ ایرانی شہنشاہیت کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے، بنو ازد کی
 طرح بنو ناجیہ بھی عمان میں رہتے تھے، یہ بھی آخری دور رسالت میں اسلام لائے اور
 ان کے ایک وفد نے مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات
 کی طائف کے بنو ثقیف آخری وقت تک اسلام کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ آخر فتح مکہ کے بعد
 انہوں نے اسلام قبول کیا، اور رمضان ۱ھ میں خدمت نبوی میں حاضر ہو کر یوں
 سچے پکے مسلمان ہوئے کہ ارتداد کے طوفان میں بھی ان کے یقین و ایمان کے چراغ جلنے
 تھے، ان قبائل کے علاوہ مکہ مکرمہ کے مہاجر اور مدینہ منورہ کے انصار اور عرب کے
 دیگر قبائل کے مجاہدین بھی ہندوستان کے غزوات و فتوحات میں شریک ہوتے تھے،
 البتہ خلافت راشدہ میں فارس اور ہندوستان کی مہمات میں مذکورہ قبائل زیادہ
 یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جب حضرت عمرؓ نے پہلی بار قندھار کے بارہیں

معلومات چاہیں تو ان کو بتایا گیا کہ یہاں پر فوج کشی میں طرح طرح کی مشکلات ہیں اگر فوج زیادہ ہوگی تو غذائی قلت و نایابی کی وجہ سے بھوکوں مرجائے گی اور اگر کم ہوگی تو دشمنوں کی نذر ہو جائے گی، اس کے بعد صحابہ عہدی نے مکران کے بارے میں یہی خبر دی، اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکیم بن جبہ عہدی کو مستقل طور سے یہاں بھیج کر معلومات حاصل کیں تو حکیم بن جبہ نے بھی یہی بات کہی، اس لیے ابتداء میں ان معلومات کی روشنی میں خلافت کی طرف سے نہ اتنی زیادہ فوج بھیجی جاتی رہی ہوگی کہ بھوک سے مرجائے اور نہ اتنی کم ہوتی رہی ہوگی کہ یہاں کے جنگ باز ان کو ختم کر دیں، البتہ بعد میں حسب ضرورت زیادہ سے زیادہ فوج آتی تھی جو اپنے ساتھ ہر قسم کے سامان خور و نوش رکھتی تھی اور حرب و ضرب کے تمام تقاضوں کو پورا کرتی تھی، چنانچہ ۳۳ھ میں حضرت حکم بن عمرو ثعلبیؓ نے اپنی پوری فوج لے کر مکران پر حملہ کیا تو ان کی مدد کے لیے جنگ کرمان کے امیر دلو اور بردار حضرت سہل بن عدیؓ کے علاوہ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مخارق بھی اپنے اپنے فوجی دستوں کے ساتھ جنگ کرمان میں شریک ہوئے، اس جنگ میں بصرہ کے معسکر کی فوجیں شریک تھیں مگر حضرت عمرؓ نے کوفہ کے معسکر سے بھی فوجیں امرار کی قیادت میں روانہ کیں، حضرت عمرؓ کے فرمان کے مطابق عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن کوفہ کی فوج لے کر غزوہ کرمان میں سہل بن عدی کی مدد کے لیے گئے، اور فتح کرمان کے بعد یہ دونوں امرار اپنی فوجوں کو لے کر حکم بن عمرو ثعلبی کی مدد کے لیے مکران آ گئے اور یہاں کی اسلامی فوج کو تین طرف سے مدد پہنچائی گئی، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مکران و سندھ پر بھرپور فوج کشی ہوئی اور شاندار فتوحات نے اسلامی فوجوں کا استقبال کیا، اور حضرت علیؓ کے آخری دور خلافت میں حارث بن مرہ عہدی نے بہت بھاری جمیعت کے ساتھ قنابلہ و قیقان وغیرہ کو فتح کیا حتیٰ کہ ایک دن میں ایک ہزار قیدیوں کو اپنی فوج میں تقسیم کیا۔

الغرض خلافت راشدہ میں یہاں بارہ غزوات ہوئے ہیں جن میں اسلامی فوج

کے ہمراہ کئی ہزار صحابہ اور ثابعتین تشریف لائے۔ مگر چند حضرات کے علاوہ تاریخوں میں ان کے نام کی تصریح نہیں ملتی ہے، پھر چونکہ اس زمانہ تک عام طور سے سندھ و مکران کی مہمات فارس، بختان اور خراسان ہی کی مہمات کے ضمن میں ہوتی تھیں اس لیے ان ممالک کے مجاہدین بھی یہاں کی مہمات میں شریک ہوتے تھے، مگر یہاں کے غزوات میں ان کے ناموں کی تصریح نہیں ملتی ہے، اور ہم ایسے مجاہدین کی ہندوستان میں آمد کو دلائل سے ثابت نہیں کر سکتے ہیں حالانکہ ان کا یہاں آنا اور غزوات و فتوحات میں شریک ہونا قرب الی القیاس ہے۔

یہ حضرات ۲۳ھ کے بعد سے ۳۵ھ تک عام طور سے مدینہ منورہ کے دار الخلافہ کی ہدایت و رہنمائی میں یہاں آتے رہے، اور ان کے اموال غنیمت اور موالی وغیرہ کی تقسیم بھی مدینہ منورہ میں ہوتی تھی۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت حکیم بن ابوالعاصی ثقفی رضی

حضرت حکم بن ابوالعاصی بن بشر بن عبد دھمان بن عبد اللہ بن ابان بن یسار بن مالک بن حطیط بن جشم بن قسّی ثقفی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عثمان یا ابو عبد الملک ہے، مشہور صحابی حضرت عثمان بن ابوالعاصی ثقفی کے بھائی اور خود بھی صحابی ہیں، ۱۰ھ میں بنو ثقیف کے ساتھ اسلام لائے، ابن سعد ابن اثیر اور ابن حجر سب نے ان کے صحابی ہونے کی تصریح کی ہے، معاملہ فہم حوصلہ مند اور دور اندیش تھے، ملکی اور سیاسی امور میں پوری بصیرت رکھتے تھے، ۱۰ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم کے بڑے بھائی عثمان بن ابوالعاصی کو طائف کی امارت سے بلا کر بحرین اور عمان کا امیر و حاکم بنایا تو عثمان نے حکم کو اپنی صوابدید سے بحرین میں مقرر کیا اور انہوں نے اپنے بھائی عثمان کی امارت کے زمانے میں ایران

اور عراق میں بہت سی شاندار فتوحات حاصل کیں، خاص طور سے ۱۹ھ اور ۲۰ھ میں بہت زیادہ مجاہدانہ خدمات انجام دیں، عثمان نے ان کو بحرین کے حالات درست ہونے کے بعد فارس اور توج کی مہمات پر روانہ کیا، اس سلسلہ میں انہوں نے نختانہ، بھروج اور کمران میں جہاد کر کے فتوحات حاصل کیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔

حضرت حکم صرف اچھے امیر و مجاہد اور مدبر ہی نہیں تھے بلکہ احادیث اور دینی علوم سے بھی حصہ وافر کے مالک تھے، اور بصرہ کے مشہور علماء و محدثین میں شمار کئے جاتے تھے، ان سے مرفوع احادیث مروی ہیں، مگر بعض محدثین کے نزدیک ان کی احادیث مرسل ہیں حضرت عمرؓ اور اپنے بھائی عثمانؓ سے روایت کی ہے، اور ان سے معاویہ بن قمرہ نے روایت کی ہے، ۲۱ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے معزول ہو کر اپنے بھائی عثمان بن ابوالعاصی کے ساتھ بصرہ میں شیط عثمان میں حکمان نامی علاقہ میں مکان بنایا اور وہیں ۲۵ھ میں انتقال فرمایا، عثمان بن ابوالعاصی کی اولاد کی طرح حکم بن ابوالعاصی کی اولاد بصرہ کے اعیان و اشراف میں شمار ہوتی تھی، اور بہت بعد تک جاہ و جلال کی مالک رہی، حضرت حکم کے مفصل حالات ہماری کتاب ”اسلامی ہند کی عظمت رفتہ“ میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، ان کے بھائی حضرت عثمان اور حضرت مغیرہ کے تذکرے بعد میں آ رہے ہیں۔

حضرت حکم بن عمرو ثعلبی غفاریؓ

حضرت حکم بن عمرو بن مجد بن خزیم بن حارث بن ثعلبہ ثعلبی بن ملیک بن ضمیر بن بکیر بن

۱۔ ان کے مزید حالات، کیے ملاحظہ ہو جہرۃ النساب العرب ص ۲۶۶، طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۵۰۹، استیعاب بذیل الاصابہ ج ۱ ص ۳۵، اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۵، اصابہ ج ۲ ص ۲۸، تاریخ کبیر امام بخاری ج ۲ ق ۲ ص ۲۳۹، فتوح البلدان ص ۴۲، کتاب الثقات ص ۳۹، تاریخ الاسلام ذہبی ج ۲ ص ۴۸، البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۴۱، معجم البلدان ج ۳ ص ۴۸، تہذیب الاسماء الصحابہ ج ۱ ص ۱۴۵، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۱۲۳ و ص ۱۳۴۔

عبدمنان بن کنانہ ثعلبی غفاری رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی اور صف اول کے امرار و فائزین میں سے ہیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حکم بن عمرو مستقل طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہا کرتے تھے، جب آپ کا وصال ہو گیا تو مدینہ سے بصرہ چلے گئے، اور وہیں بود و باش اختیار کر لی، امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حکم بن عمرو ثعلبی جلیل القدر صحابی رسول ہیں، تاریخ یعقوبی میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر زیاد بن ابوسفیان کو لکھا کہ تمہارے یہاں حکم بن عمرو غفاری نام کے ایک صحابی ہیں تم ان کو خراسان کا حاکم بناؤ، چنانچہ زیاد بن ابوسفیان نے آپ کو مسکنہ میں خراسان کا امیر و حاکم بنایا، اور آپ نے وہاں پہنچتے ہی جہاد کی تیاری شروع کی، اور سہرات و جوزجان نیز خراسان کے اور بہت سے بلاد و مضافات پر ہوئے اور مسلمانوں کو بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا،

بلاذری نے لکھا ہے کہ حکم بن عمرو غفاری نہایت متقی اور پرہیزگار صحابی تھے، ان کی خراسان کی امارت کا واقعہ یہ ہے کہ زیاد بن ابوسفیان نے اپنے دربان خیل کو حکم دیا کہ حکم کو میرے پاس لاؤ، وہ حکم بن ابوالعاصی ثقفیؓ کو بلانا چاہتا تھا، مگر خیل دربان حکم بن عمرو غفاری کو ساتھ لایا، زیاد نے ان کو دیکھ کر نہایت خوشی اور نیک فالی کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ یہ رسول اللہؐ کے نہایت نیک صحابی ہیں ان سے خیر و برکت کی امید ہے، چنانچہ ان کو خراسان کا امیر بنایا، یہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے علاقہ ماوراء النہر میں سب سے پہلے نماز ادا کی ہے، اور وہیں شہر میں فوت ہوئے۔

جب زیاد بن ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ آپ کے ہاتھوں خراسان میں زبردست فتوحات ہو رہی ہیں تو آپ کے پاس خط لکھا کہ امیر المومنین (حضرت معاویہؓ) نے مجھے تحریر فرمایا ہے کہ مال غنیمت میں سے سونا اور چاندی ان کے لیے مخصوص کر دیا جائے، اس لیے سونا چاندی اسلامی فوج میں مال غنیمت کے ساتھ تقسیم نہ کیا جائے، اس خط کے جواب میں حضرت حکم بن عمروؓ نے زیاد بن ابوسفیان کو لکھا کہ تم لکھتے ہو کہ امیر المومنین نے ایسا ایسا لکھا ہے، اور میں

امیر المؤمنین کے تحریری حکمنامہ سے پہلے اللہ کی کتاب پا چکا ہوں جس میں مال غنیمت کی تقسیم کا حکم اور طریقہ بتایا گیا ہے، تم نے جو کچھ لکھا ہے مجھ سے اس پر عمل نہیں ہو سکتا، اس کے بعد آپ نے بحیثیت امیر شکر کے حکم دیا کہ تمام مال غنیمت سونا چاندی سمیت حسب حکم شرعی تقسیم کر دیا جائے۔

حضرت حکم بن عمرو متعدد احادیث رسول کے راوی بھی ہیں، اور آپ سے حسن بصری، محمد بن سیرین، عبد اللہ بن صامت، ابو الشعثار، ولجہ بن قلیس، ابو حجاب سوادہ بن عامر اور جابر بن زید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریدہ اور حضرت حکم بن عمرو غفاری کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

انما عینان لاهل المشرق۔ تم دونوں اہل مشرق کے لیے دو آنکھ ہو۔

چنانچہ یہ دونوں حضرات مشرق یعنی مرو اور خراسان میں مجاہد و فاتح بن کر تشریف لائے اور اسی علاقہ میں فوت ہوئے، حضرت حکم بن عمروؓ نے شہدہ یا شہدہ میں خراسان میں دصال فرمایا، اور جیسا کہ معلوم ہوا ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ نے آپ کو لوہار مکران دے کر یہاں کے لیے بھیجا تھا اور مکران آپ کے ہاتھ پر فتح ہوا تاریخ دہال کی کتابوں میں عام طور سے آپ کی نسبت ثعلبی لکھی ہے، جو غلط ہے، اور صحیح ثعلبی ہے جو ثعلبیہ کی طرف منسوب ہے اور آپ ثعلبی اور غفاری دونوں نسبتوں کے ساتھ مشہور ہیں۔

حضرت خمریت بن راشد ناجی سامیؓ

حضرت خمریت بن راشد رضی اللہ عنہ عمان کے قبیلہ بنو سامہ کی شاخ بنو ناجیہ سے ہیں

۱۔ جمہورہ النساب العرب ص ۱۸۶، طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲۸ و ص ۲۹، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۲۴۸
اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۸۶، وج ۲ ص ۳۶ و ص ۳۷، اصابع ج ۱ ص ۲۴۶، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۴۷، کتاب المجرم
تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۶۴، فتوح البلدان ص ۴، تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۱ و ص ۱۸۳، استیعاب بذیل الاصابع
ج ۱ ص ۳۱۳ و ص ۳۱۴، کتاب البیان والتبیین ج ۲ ص ۲۳۳۔

ابن عبد البر نے الاستیعاب میں اور ابن اثیر نے اُسد الغابہ میں تصریح کی ہے کہ خُریت بن راشد نے بنو سامہ بن لوی کے وفد کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف پایا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکانِ وفد کی باتوں کو غور سے سنا اور اہل قریش سے فرمایا کہ یہ لوگ تمہاری قوم قریش سے ہیں، یہ سن کر اہل قریش نے ان کو اپنا مہمان بنایا۔

حضرت خُریت نے خلافتِ صدیقی میں جب امداد کی دیا پھوٹ پڑی تھی، بنو ناجیہ کے امیر و سردار بن کر اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جہاد کیا اور قتالِ مرتدین میں نمایاں طور پر شرکت کی خلافتِ عثمانی میں عبد اللہ بن عامر نے ان کو فارس کے ایک علاقہ کا امیر بنایا تھا، بعد میں حضرت علیؓ کے طرفداروں میں شامل ہو گئے تھے، مگر واقعہ تحکیم کے بعد ان کے مخالفین میں ہو گئے اور جنگِ جمل میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے طرفدار بن کر قبیلہ مضر کے امیر رہے، ایک روایت کے مطابق خُریت نے واقعہ تحکیم کے بعد اپنی قوم کے ساتھ حضرت علیؓ کے خلاف طاقت جمع کر لی، حضرت علیؓ نے مقابلہ کے لیے زیاد بن خصفہ کی قیادت میں فوج روانہ کی اور جنگ کے بعد خُریتؓ کے بہت سے ساتھی زیاد بن خصفہ کے ساتھ ہو گئے اور خُریت شکست کے بعد قتل کر دیئے گئے، ایک قول ہے کہ خُریت واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علیؓ سے الگ ہو کر بلادِ فارس کی طرف چلے گئے، اور امام امیر ابن ماکولانے الکمال میں تصریح کی ہے کہ جب خُریت نے مخالفت کی راہ اختیار کی تو حضرت علیؓ کے حکم سے معقل بن قیس رباحی نے ان کا تعاقب کر کے مقابلہ کیا اور شکست دی، اس کے بعد وہ مکران چلے گئے، خُریت بن راشدؓ کے ایک بھائی منجاب بن راشد ناجی سامی تھے جو بعد فاروقی فارس کے ایک علاقہ کے امیر تھے، دونوں بھائی تشابہاتِ صحابہ میں عثمانی الفکر تھے، واقعہ تحکیمؓ میں ہوا تھا اس کے بعد ہی حضرت خُریتؓ حضرت علیؓ کے مخالف ہو کر مکران آئے ہوں گے۔

۱۔ استیعاب ج ۱ ص ۵۳، ۲۔ اُسد الغابہ ج ۲ ص ۱۱، ۳۔ اصحابہ ج ۲ ص ۲۳، ۴۔ الکمال ج ۲ ص ۲۳۲

حضرت ربیع بن زیاد حارثی ندجیؓ

حضرت ربیع بن زیاد بن انس بن یزید الدیان بن قطن بن زیاد بن حارث بن مالک بن کعب بن حارث کعب بن عمرو بن علہ بن جلد بن مالک بن ادو حارثی ندجی رضی اللہ عنہ قبیلہ ندج کی شاخ بنی حارث بن کعب سے ہیں، نہایت نیک، متواضع اور بزرگ صحابی ہیں، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم لوگ مجھے ایسے انسان کو بتاؤ جو امیر ہو کر عوام میں یوں بلا جلا رہے جیسے امیر نہیں ہے۔ اور جب امیر نہ ہو تو ان میں یوں رہے جیسے امیر ہے، لوگوں نے متفقہ طور سے کہا کہ ہمارے علم میں ربیع بن زیاد حارثی کے علاوہ اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے بھی اس کی تصدیق کی، حضرت ربیعؓ گورے رنگ اور ہلکے بدن کے آدمی تھے، ایک روایت میں ہے کہ آپ کا رنگ گندمی، منہ چوڑا اور قد لمبا تھا، ۳۱ھ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت ربیعؓ کو ایران کی ایک مہم کا امیر بنا کر روانہ کیا جس میں ان کو فتح حاصل ہوئی، اس جنگ میں آپ کے بھائی حضرت مہاجر بن زیاد حارثیؓ نے بحالت روزہ اللہ تعالیٰ سے اپنی جان خریدنے کا ارادہ کیا، جب ربیع بن زیادؓ کو بھائی کے اس ارادہ کی خبر گئی تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے اس کا تذکرہ کیا جو اسلامی لشکر کے افسر اعلیٰ تھے، اور انہوں نے فوراً فوج میں اعلان کر دیا کہ جو سپاہی آج روزہ ہو ہیں بحیثیت امیر کے کہتا ہوں کہ وہ روزہ توڑ دے، امیر شکر کا حکم سنتے ہی حضرت مہاجر بن زیادؓ نے بھی روزہ توڑ دیا، اس کے بعد میدان جنگ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

۳۱ھ میں عبداللہ بن عامر بن کریرہؓ والی عراق نے خراسان پر فوج کشی کی، اور کرمان کے علاقہ شیرجان میں پڑاؤ ڈال کر حضرت ربیع بن زیادؓ کو سجستان کی مہم پر امیر بنا کر روانہ کیا، آپ نے فہرج، زالق، کرکویہ، ہیسوں، زرنگ، ہند مند، دشت، ناشروز، شراوڈ، سنارود وغیرہ کو فتح کیا، اور ان فتوحات میں دو سال تک سرگرم رہے۔

جب کہ خراسان میں آپ کی مدت ولایت کل ڈھائی سال ہے، اس مدت میں آپ کے میرمنشی حضرت امام حسن بصریؒ تھے ربیع بن زیاد کو سجستان کی فتوحات میں چالیس ہزار جنگی قیدی ہاتھ آئے، ان کے بعد عبداللہ بن عامر نے بنو حارث بن کعب کے ایک آدمی کو سجستان کا امیر و حاکم بنایا جس میں حضرت ربیعؒ جلیسا تدبیر اور حوصلہ نہیں تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ کابل کے راجہ نے طاقت جمع کر کے وہاں سے تمام مسلمانوں کو نکال دیا، دوسری طرف راجہ رتبیل نے زابلستان اور رنج پیر قبضہ کر کے بست تک کا تمام علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس صورت حال سے بٹنے کے لیے پھر حضرت ربیع بن زیادؒ کے عزم و تدبیر کی ضرورت پڑی چنانچہ ۳۶ھ میں آپ ان سرکش راجوں کے مقابلہ کے لیے نکلے، اور بست میں آتے ہی راجہ رتبیل سے مقابلہ کر کے اس کو شکست دی، وہ رنج کی طرف بھاگا، آپ نے اس کا تعاقب کر کے پھر شکست دی۔ اسی زمانہ میں حضرت ربیع بن زیادؒ نے بلادِ داور کو بھی فتح کیا، اس کے بعد زیاد بن ابوسفیان نے ان کی جگہ عبید اللہ بن ابوبکرہ کو سجستان کا حاکم بنایا، ۳۷ھ میں ربیع تیسری بار خراسان کی امارت پر آئے، اس بار ان کے ساتھ کوفہ اور بصرہ کے تقریباً پچاس ہزار آدمی مع اہل و عیال کے نکلے اور خراسان میں مستقل طور سے آباد ہو گئے۔

حضرت ربیع اگرچہ گورنرِ عراق زیاد بن ابوسفیان کے ماتحت امیر تھے، مگر شدید ضرورت کے علاوہ اس کو کبھی خط نہیں لکھتے تھے۔

حضرت سنان بن سلمہ ہمدانی

حضرت سنان بن محبت بن صخر بن عبید بن حارث ہمدانی رضی اللہ عنہ قبیلہ دابغ بن حیان بن ہمدانی سے ہیں، کنیت ابو عبد الرحمن ہے، ابوجبیر اور ابوبشر بھی بتائی جاتی ہے، فتح مکہ کے دن پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام سنان رکھا جیسا کہ ابن عبد البرؒ ہی اور ابن اثیرؒ نے لکھا ہے، اور دوسری روایت یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد

غزوہ خنین کے موقع پر پیدا ہوئے، اثنائے جنگ میں جب سلمہ بن محبق کو بچہ کی پیدائش کی خبر ہوئی تو انہوں نے کہا:-

لسانُ اطعن به فی سبیل اللہ جس نیزہ سے میں اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہوں
احب الیّ منہ۔ وہ اس بچے سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کا یہ حوصلہ مندانہ جملہ سنا تو بچہ کا نام سنان تجویز فرمایا، ابن کثیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحنیک بھی فرمائی ہے یعنی آپ نے کھجور جبا کر اپنے لعاب مبارک سے ان کو شیریں دہن فرمایا ہے۔

ابن سعد نے سنان بن سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم چند بچے مدینہ کے کھجور کے باغات میں گری ہوئی کھجوریں جن کو خلال کہتے ہیں چن رہے تھے کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے آگئے، سب لڑکے ان کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے، مگر میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ آپ نے مجھے پکڑ لیا، میں نے کہا کہ امیر المومنین! یہ کھجوریں ہوا کے جھونکے کی وجہ سے گر گئی تھیں، آپ نے کہا کہ تم دکھاؤ، میں ان کو دیکھ کر سمجھوں گا کہ کیسی ہیں؟ پھر آپ نے ان کو دیکھ کر کہا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو، اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین! جن لڑکوں کو آپ نے دیکھا ہے وہ سب میری کھجوریں چھین لیں گے، یہ سن کر حضرت عمرؓ میرے ساتھ چلے یہاں تک کہ مجھے محفوظ جگہ پہنچا دیا۔

تقریباً تمام تذکرہ نویسوں نے ان کی شجاعت اور بہادری کو نمایاں طور سے بیان کیا ہے، ۳۷ھ میں عبداللہ بن زبیر کے گورنر مصعب بصرہ سے عبدالملک بن مروان سے لڑنے کے لیے نکلے تو انہوں نے سنان بن سلمہ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا، ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ:-

ما انت بأدرسخ فتکون فارساً، ولا آپ نہ جم کر لڑنے والے ہیں کہ شہسوار ہوں۔

بعظیم الراس فتکون سیداً۔ اور نہ آپ کا سر بڑا ہے کہ سردار ہوں۔

مطلب یہ تھا کہ آپ میں یہ علامتیں نہیں پائی جاتیں پھر بھی آپ شہسوار و سردار ہیں۔

جو علماء اصحاب بیت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کو ضروری سمجھتے ہیں، وہ سنان کو طبقہ صحابہ میں شمار نہیں کرتے ہیں اور جو لوگ اس کے لیے صرف روایت کافی سمجھتے ہیں وہ ان کو صحابی مانتے ہیں۔ چنانچہ ابو زرہ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ صحابی نہیں ہیں مگر عہد رسالت میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ سنان کو روایت حاصل ہے البتہ سماع حدیث حاصل نہیں ہے، مگر ابن حبان اور دوسرے محدثین نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے کیونکہ اکثر محدثین کے اصول کی رو سے ان کی صحابیت ثابت ہے، سنان نے اپنے والد سلمہ بن محبوب، اور حضرت عمر، اور حضرت ابن عباس سے مرسل احادیث کی روایت کی ہے، اور ان سے سلم بن جناد، معاذ بن سعوہ، ابو عبد الصمد جلیب نے روایت کی ہے، سنان سے حضرت قتادہ کی روایت کردہ احادیث ملتے ہیں۔

حضرت سنان کئی بار ہندوستان میں امیر مقرر کئے گئے، بڑے فاضل اور خدا پرست بزرگ تھے، خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ سنان سب سے پہلے ۳۳ھ میں راشد بن عمرو جدیدی کی شہادت کے بعد غزوہ ہند کے امیر بنائے گئے، پھر ۳۴ھ میں حضرت عبداللہ بن سوار عبدی کی شہادت کے بعد یہاں کے امیر ہوئے، حضرت معاویہ نے زیاد بن ابوسفیان کو لکھا کہ تم ایسے آدمی کی تلاش کرو جو عبداللہ بن سوار عبدی کی جگہ پر ہندوستان میں امیر بننے کے لائق ہو ساتھ ہی حضرت معاویہ نے سنان کو زیاد کے پاس روانہ کیا چنانچہ زیاد نے ان کو یہاں روانہ کیا، بعد میں سنان بحرین کے امیر و حاکم بنائے گئے۔ ان کے صاحبزادے موسیٰ بن سنان ملتان کی فتح میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے، خلیفہ نے سنان کی وفات ۹۵ھ میں اور ابن کثیر نے ۹۷ھ میں بعد حج بن یوسف بیان کی ہے۔

البتہ حکومت و امارت کے امور و معاملات میں بوقت ضرورت خط و کتابت کرتے تھے،

۱۔ جہرۃ النساب العرب ص ۲ طبعات ابن سعد ج ۲، تجرید اسماء الصحابہ ج ۱
۲۔ التہذیب التہذیب ج ۱ عیون الاخبار ج ۱، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱
۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۱

آپ نے حضرت عمرؓ سے حدیث کی روایت کی ہے، اور آپ سے مطرف بن شعیب، اور حفصہ بنت سیرین نے روایت کی ہے، محدثین کے نزدیک حضرت ربیع کی کوئی مسند حدیث نہیں ہے، آپ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ ۵۳ھ میں امیر معاویہؓ نے حجر بن عدیؓ کو قتل کرایا جب حضرت ربیع کو اس کی خبر لگی تو دعا کی کہ اے اللہ! اگر ربیع کے حق میں تیرے یہاں خیر ہے تو اب دنیا سے اسے اٹھائے، جس مجلس میں آپ نے یہ دعا کی تھی، اسی میں وصال فرمایا۔

حضرت مغیرہ بن ابوالعاصی ثقفی کے دیہل پر فوج کشی کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت ربیع بن زیاد کو مکران اور کرمان میں شہ سواروں کے دستے کا امیر بنا کر روانہ کیا تھا، نیز آپ نے حدود سندھ یعنی بلاد اور میں جہاد فرمایا ہے۔

حضرت سہیل بن عدی خزر جی انصاریؓ

حضرت سہیل بن عدی بن مالک بن حرام بن خدیج بن معاویہ بن عوف بن خزر جی انصاریؓ جلیل القدر صحابی ہیں، حضرت سہیل بن عدیؓ، حضرت ثابت بن عدیؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عدیؓ تینوں بھائی غزوہ احد میں شریک تھے، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سہیل بن عدیؓ غزوہ بدر میں بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاکم عراق حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو خصوصیت سے لکھا کہ وہ سہیل بن عدیؓ کو امیر بنائیں، ۲۳ھ میں جب فارس کے مختلف بلاد پر منظم طور سے بحری حملے کئے گئے تو لوہا کرمان حضرت سہیلؓ کو دیا گیا، اور انہوں نے کرمان فتح کرنے کے بعد مکران کی جنگ میں اپنی فوجوں کو لے کر حضرت حکم بن عمرو ثعلبیؓ کی مدد کی، نیز اسی سال بلوچستان کو فتح کیا، تاریخ و رجال کی کتابوں میں عام طور سے ان کا نام سہیل بن عدیؓ لکھا ہے۔

۱۔ جہرۃ انساب العرب ص ۲۱۴، طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۱۹۴ و ص ۲۴۳

۲۔ ص ۲۴۸ و ص ۵۴۵، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۲، شذرات الذہب ج ۱ ص ۵۵،

فتوح البلدان ص ۳۸۵ و ص ۴۰۰، پیچ نامہ ص ۷۳۔

مگر صحیح سہل بن عدی ہے۔

خلیفہ بن خیاط نے اللہ کے واقعات میں لکھا ہے کہ حضرت سہل بن عدی انصاری جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، حالانکہ تمام مورخوں نے ان کی امارت وغیرہ کا تذکرہ عہد فاروقی میں کیا ہے، نیز خلیفہ نے ان کو اوس کے بنو عبد الاشہل میں شمار کیا ہے جبکہ عام مورخوں نے ان کے خزرجی ہونے کی تصریح کی ہے۔

حضرت صحار بن عباس عبدیؓ

حضرت صحار بن عباس بن شراحیل بن متقذ بن حارثہ عبدی دیلی رضی اللہ عنہ بحرین کے قبیلہ بنو عبد القیس کی شاخ بنو ظفر بن دیل بن عمرو بن ودیعہ بن لکیز بن افضی بن عبد القیس سے ہیں، باپ کا نام عباش اور صحتر بھی بتایا گیا ہے، کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ صحار عبدی نے عبد القیس کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ پھلوں سے شراب تیار کرتے ہیں، اس کے متعلق آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ تین باریہ سوال کیا اور ہر بار رسول اللہ نے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا، اور اس وقت کوئی جواب نہیں دیا، پھر نماز کا وقت ہو گیا آپ نے نماز کے بعد دریافت کیا کہ کس نے نشہ آور چیز کے بارے میں مجھ سے سوال کیا تھا، مسکرا کر چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھتے ہو؟ تم نہ خود اسے پیو اور نہ اپنے کسی بھائی کو پلاؤ، خدا کی قسم جو شخص اسے مستی اور لذت کے لیے استعمال کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے شراب پینے پلانے کا عذاب دے گا، صحار بڑے نیک، عابد اور عالم و فاضل آدمی تھے، نہایت فصیح و بلیغ حاضر جواب اور زبان آور خطیب و مقرر تھے۔ اور ان صفات میں خاص شہرت کے مالک

۱۔ اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۸، اصحابہ ج ۲ ص ۸۸، تجرید اسماء الصحابہ ج ۱ ص ۳۴۵، تاریخ طبرستان ج ۴ ص ۱۸۱، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۹۴۔

تھے، علم الانساب کے بھی زیر دست عالم تھے، این ندیم نے ان کی کتاب الامثال کا ذکر کیا ہے رنگ سرخ تھا اور آنکھیں ازرق یعنی کربخی تھیں، ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے ازراہ لفتن و لفریح ان کو ازرق کہہ کر پکارا تو فوراً جواب دیا کہ ازرق باز ہوتا ہے جو پرندوں پر چھپتا ہے، پھر حضرت معاویہؓ نے احم کہہ کر پکارا تو فوراً جواب دیا کہ احم سونا ہوتا ہے، نیز ایک بار حضرت معاویہؓ نے ان سے فصاحت و بلاغت کی حقیقت و ماہیت دریافت کی تو فی البدیہہ نہایت جامع و مانع جواب دیا، مشاجرات صحابہ میں عثمانی الفکر تھے، اور جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ شریک ہوئے۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ احنف بن قیس نے ہرات فتح کر کے صحابہ عبدی کو وہاں اپنا نائب مقرر کیا تھا، اور ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ صحابہ عبدی صحابی، اور حدیث کے راوی ہیں، انہوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو یا تین حدیثیں روایت کی ہیں، اور ان سے ان کے دونوں صاحبزادے عبدالرحمن بن صحار اور جعفر بن صحار کے علاوہ منصور بن ابی منصور نے بھی روایت کی ہے۔

۲۳۔ میں فتح کمران میں شریک تھے اور حضرت حکم بن عمرو ثعلبیؓ نے ان ہی کے ذریعہ فتح کی بشارت بھیجی تھی اور حضرت عمرؓ نے ان سے کمران کے حالات دریافت کئے تھے جس کا جواب انہوں نے نہایت فصیح و بلیغ اور پُر از معلومات انداز میں دیا تھا۔

حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ

حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ مشہور صحابی حضرت قعقاع بن عمرو تمیمیؓ کے بھائی ہیں، امام

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۶۲، استیعاب ج ۱ ص ۱۹۳، کتاب المجر ص ۲۹۳، کتاب المعارف ص ۱۲۸
کتاب القہر ص ۱۳۲، عیون الاخبار ج ۲ ص ۱۶۲، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۱، اصابہ ج ۲ ص ۲۴
ابدا یہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۲۴، تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۹ و ص ۱۹۳۔

طبری نے تصریح کی ہے کہ عاصم صحابہ میں سے ہیں، حافظ ابن حجر نے سیف بن عمرو سے نقل کیا ہے کہ جب صلح حدیبیہ میں حضرت سہیل بن عدی کے زیرِ اہتمام عجم کے مختلف مالک میں جہاد کے لیے امر اور ان کے لوازمین کے گئے تو عاصم بن عمر و غنیمہ کو بختان میں جہاد کا لوہا دیا گیا اور وہ صحابی ہیں البتہ ابن عبد البر نے دونوں بھائیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک ان کی صحابیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقاء و روایت ثابت نہیں ہے، کیونکہ بعض محدثین کے نزدیک صحابی ہونے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت اور آپ سے روایت شرط ہے۔

ان دونوں بھائیوں نے جنگ قادسیہ میں عظیم الشان کارنامے انجام دیے ہیں اور عاصم نے عراق اور اس سے متعلق فتوحات کے سلسلہ میں بہت سے اشعار کہے ہیں، ۲۳ھ میں عاصم بن عمر و غنیمہ نے بختان میں فتوحات کیں اور اسی کے ضمن میں سندھ سے متصل علاقوں کو بھی فتح کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبان انصاریؓ

حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبان رضی اللہ عنہ بڑے صاحبِ رعب و داب اور بہادر صحابی ہیں، قبیلہ انصار کی شاخ بنی جلی کے حلیف ہیں، پورے قبیلہ میں معزز و محترم مانے جاتے تھے، ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ عبد اللہ بن عبد اللہ صحابی ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت کی ہے، ان کی قابلیت و صلاحیت کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا کہ تم عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبانؓ کو مقام نصیبین کا امیر و حاکم بناؤ، ایک مرتبہ حضرت سعد بن وقاصؓ کوفہ کی امارت کے زمانہ میں حضرت عمرؓ کے پاس گئے تو عبد اللہؓ کو اپنا نائب مقرر کیا، اور جب حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ

کی امارت سے معزول کیا تو ابتداً میں ان کی جگہ عبداللہؓ کو مقرر کیا، پھر زیاد بن حنظلہؓ کو یہاں کی امارت دی مگر انہوں نے جلد ہی استعفار پیش کر دیا اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو فہ کے امیر ہوئے۔

۲۳ھ میں حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن عبداللہؓ کو اصفہان کی فوجی مہم کا امیر بنایا، اس جنگ میں انہوں نے فتح پانی اور مقامی حاکم کو قتل کر کے وہاں کے لوگوں سے صلح کی اس وقت مقدمہ الجیش کے امیر بدیل بن ورقار رباحی تھے۔ انہوں نے فتح اصفہان کے بعد مقام جی پر فوج کشی کی تو مقامی باشندوں نے چند شرائط کے ساتھ صلح کر لی، یہ صلح نامہ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عقبان نے لکھا تھا جس میں دو نمایاں شرطیں یہ تھیں، ایک یہ کہ مقامی باشندے خلافت کو خراج اور جزیہ دیں گے، اور دوسری یہ کہ ان کے پاس جو جنگی اسلحہ ہیں ان پر مسلمان قبضہ کر لیں گے، اور وہ اپنے جان اور مال میں ہر طرح مامون و محفوظ رہیں گے۔ امام ذہبیؒ نے تصریح کی ہے کہ حضرت عبداللہ نے اصفہان میں قیام کیا اور وہیں سکونت اختیار کی، آپ ۲۳ھ میں فتح مکران کے موقع پر امیر شکر حضرت حکم بن عمرو ثعلبی غفاریؓ کی امداد کے لیے اپنی فوج لے کر آئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمیرؓ

حضرت عبداللہ بن عمیرؓ شجعی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے اپنے قبیلہ سے آ کر مدینہ منورہ میں قیام کر لیا تھا۔

محدثین کے نزدیک ان کا شمار علمائے مدینہ میں ہے، ابن ابی حاتم رازی نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، فتن کے باب میں ان کی یہ

۱۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۹، تجرید اسماء الصحابہ ج ۱ ص ۳۲۱، اصابہ ج ۲ ص ۳۲۸،

تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۱ و ص ۱۸۲ و ص ۱۸۳۔

حدیث مشہور ہے :-

عن عبد اللہ بن عمر الا شجعی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تم کسی ایک شخص پر متحدہ متفق ہو جاؤ، اس کے بعد کوئی دعویٰ ارنکل کر جمیعاً یرید ان یشق عصا المسلمین ویفرق جمعہم فاقتلوہ -

بعض روایات میں اس کے بعد یہ اضافہ ہے -
واللہ ما سمعتہ استثنیٰ
احداً -
حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کسی شخص کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے نہیں سنا۔

۲۳ھ کی منظم فوجی مہمات میں عبد اللہ بن عمر نے شاندار خدمات انجام دی ہیں، غزوہ بختان میں عاصم بن عمر و تمیمیؓ کے ساتھ تھے، اسی سلسلہ میں سندھ کے علاقوں میں فتوحات حاصل کیں، تاریخ طبری میں بعض مقامات پر "عبد اللہ بن عمرو" درج ہے، مگر صحیح "عبد اللہ بن عمر" ہے۔

حضرت عبد الرحمن بن سمرہ قرشیؓ

حضرت عبد الرحمن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی عیشیؓ کی والدہ اروی بنت ابو فرحہ حارثہ بن قلیس بن اعیار بن مالک بن عقیلمہ کنانہ ہیں، اور کنیت ابو سعید ہے، زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد الکعبہ یا عبد کلال تھا، فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تو

۱۔ استیعاب ج ۲ ص ۳۵۳، اصحابہ ج ۲ ص ۲۴۶، تجرید اسرار الصحابہ ج ۱ ص ۳۲۶
تاریخ طبری، ج ۴ ص ۱۸۵، البدایہ والنہایہ، ج ۴ ص ۱۳۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر عبدالرحمن رکھا، جلیل صحابی اور کابل و سبستان کے فاتح ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں شریک ہوئے ہیں، ان کی مرویات میں یہ حدیث بہت مشہور ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:۔

یا عبد الرحمن بن سمرہ
لا تسأل الامارة، فانك
ان اعطيتھا عن مسئلة وكتبت
اليھا، وان اعطيتھا عن غير
مسئلة اعنت عليھا واذ خلعت
على امر و رأيت غير
خيرا منه فكفر عن يمينك واثت
الذي هو خير۔

اے عبدالرحمن بن سمرہ اتم امارت و حکومت
کا سوال نہ کرنا، کیونکہ اگر طلب کرنے کے
بعد تم کو امارت ملی تو تم پر لاد دی جائے گی،
اور بغیر سوال و طلب کے تم کو امارت ملے گی
تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی، اور اگر
تم کسی بات کی قسم کھا لو اور اس کے علاوہ
چیز کو اس سے بہتر سمجھو تو اس اچھے کام کو
کرو اور اپنی سابقہ قسم کا کفارہ دیدو۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان اور اس کے بعد سے رسول اللہ کی خدمت و صحبت میں رہے اور احادیث کی روایت کی، بڑے متواضع اور بزرگ صحابی ہیں، آخری دور میں بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں ایک شاندار قلعہ نما مکان تعمیر کرایا جس کے اندر ایک مسجد تھی، تواضع اور فروتنی کا حال یہ تھا کہ جس دن بارش ہوتی تو پنی پہنتے اور ہاتھ میں پھاوڑ لے کر راستہ کی صفائی کرتے تھے، پوری زندگی گویا جہاد و فتوحات میں بسر کی، حضرت عثمان کے زمانہ میں خراسان کابل اور سبستان میں شاندار فتوحات حاصل کیں، سلمہ میں عبداللہ بن عامر نے آپ کو دوبارہ سبستان میں غزوہ کے لیے روانہ کیا، اب کی بار ان کے ساتھ دیگر کئی مشہور و معزز افراد کے علاوہ حضرت امام حسن بصری بھی تھے، الغرض عبدالرحمن بن سمرہ متعدد بار خراسان و سبستان کی فوجی مہمات کے امیر بن کر آئے،

اور ان ممالک میں شاندار فتوحات حاصل کیں، اسی سلسلہ میں ہندوستان کے علاقوں کو بھی فتح کیا، آخری دور میں بصرہ میں آباد ہو گئے جس محلہ میں رہتے تھے وہ سکۃ ابن سمرہ کے نام سے مشہور تھا۔ بصرہ ہی میں شہدہ یا شہدہ میں انتقال فرمایا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث کی روایت کی ہے، اور آپ سے حضرت عبداللہ بن عباس، امام حسن بصری، محمد بن سیرین، عمار بن ابو عمار، سعید بن مسیب، قتیبہ بن عمیر، یحییٰ بن کاتب، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، اور ابولبید وغیرہ نے روایت کی ہے۔

حضرت عبید اللہ بن معمر قرشی تمیمیؓ

حضرت عبید اللہ بن معمر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی تمیمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان کی کنیت ابو معاذ ہے، علمائے مدینہ میں شمار کئے جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی مشہور روایت یہ ہے۔

ما اعطی اللہ اهل بیت

الرفق الا نفعهم، ولا منعه

الا ضرهم۔

کیا وہ نقصان میں رہا۔

آپ کا شمار اصغر صحابہ میں ہے، آپ نے عجم کی فتوحات میں شاندار خدمات انجام دی ہیں حتیٰ کہ اسی راہ میں ۲۹ھ میں اصطخر میں شہید ہو گئے اس وقت عبداللہ بن عامرؓ کی فوج کے مقدمہ الجیش کے امیر تھے، عبید اللہ عہد عثمانی کے مشہور شہسوار تھے، ان کے صاحبزادے عمر بن عبید اللہ بھی باپ کی طرح مشہور امیر و شہسوار و اورجواد ہیں۔

۱۔ کتاب المعارف ص ۱۳۲، استیعاب ج ۲ ص ۲۹۴، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۹۶ و ص ۲۹۸۔

۲۔ اصابع ج ۲ ص ۳۶۳، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۱۶۸ و ص ۱۹۶ و ص ۲۳۴ و ص ۲۳۸ و ص ۲۴۳ و ص ۲۴۸۔

سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، فتوح البلدان ص ۲۸۸۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۲۹ھ میں عبید اللہ بن معمر کو کمران کی مہم کا امیر بنا کر بھیجا جہاں انہوں نے شاندار فتوحات حاصل کیں، پھر وہاں سے ہٹا کر فارس کے امیر لشکر بنائے گئے، فارس کی امارت کے زمانہ میں آپ نے حضرت عبید اللہ بن معمرؓ کو لکھا کہ ہم مسلمان اس علاقہ میں پورے امن و سکون کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمیں دشمن کا کوئی ڈر نہیں ہے، اسی امن و امان میں ہم یہاں سات سال سے رہ رہے ہیں اور یہاں پر ہمارے لڑکے بچے پیدا ہو گئے ہیں ان حالات میں ہم اپنی نمازیں کتنی پڑھیں، قصر کریں، یا پوری نماز پڑھیں، اس کے جواب میں حضرت عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ آپ لوگوں پر اب بھی دو رکعت یعنی نماز قصر ہی واجب ہے۔ ۲۹ھ میں جب عبید اللہ بن معمر فتح کمران سے فارغ ہو کر اصطخر گئے، مقامی باشندوں نے خروج و بغاوت اور بد عہدی کی راہ اختیار کی اور طاقت جمع کر کے عبید اللہ بن معمر سے مقابلہ کیا، ابھی یہ باغی شہر کے باہر ہی تھے کہ اسلامی فوج نے باہر آکر اس کا مقابلہ کیا اور شہر پناہ کے دروازوں پر سخت جنگ ہوئی، اسی میں آپ شہید ہو گئے، اور اسلامی فوج کو شکست ہو گئی، جب امیر عراق عبید اللہ بن عامرؓ کو اس حادثہ فاجعہ کی خبر لگی تو جہاد کے لیے اعلان عام کر کے خود ایک لشکر جہاد لے کر اصطخر کا رخ کیا اس فوج کے ہر اول دستہ کے امیر عثمان بن ابوالعاصی ثقفی تھے، اصطخر پہنچ کر ایرانیوں سے سخت معرکہ آرائی ہوئی بہت سے ایرانی سپاہی کام آئے، اور آخر میں بڑی ذلت و غواری کے ساتھ مطیع ہوئے، حضرت عبید اللہ بن معمر اصطخر کے دلکشا باغ "بستان را مجرد" میں دفن کئے گئے، وصال ۲۹ھ کے وقت ان کی عمر چالیس سال کی تھی، اس حساب سے وصال نبوی کے وقت کم از کم دس سال کے رہے ہوں گے۔

آپ کی اولاد میں بڑے نامی گرامی افراد گزرے ہیں۔

(۱) عمر بن عبید اللہ ایران کے مشہور شہسوار ہیں، انہوں نے اپنے زمانہ میں سندھ کے شہر اراکیل کو فتح کیا ہے۔

(۲) محمد بن عبید اللہ کو خوارج نے قتل کیا تھا،

(۳) موسیٰ بن عبید اللہ (۴) معاذ بن عبید اللہ

اور معاذ بن عبید اللہ کے نام پر عبید اللہ کی کنیت ابو معاذ تھی، جمعہ کے خطبہ میں سب سے پہلے عبید اللہ بن معمر نے دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے۔

ان کے پڑپوتے جعفر بن طلحہ بن عمر بن عبید اللہ کی ایک بہت بڑی جاگیر اور زمینداری بصرہ میں ام العیال کے نام سے تھی یہاں پر ایک چشمہ تھا جس پر جعفر بن طلحہ نے اسی ہزار دینار خرچ کیا تھا، اور اس کے باغات اور پھلوں سے سالانہ چار ہزار دینار کی آمدنی ہوتی تھی، یہ چشمہ بیس ہزار سے زیادہ کھجور کے درختوں کو سیراب کرتا تھا، حضرت عبید اللہ بن معمر سے عروہ بن زبیر اور محمد بن سیرین نے حدیث کی روایت کی ہے۔

حضرت عثمان بن ابوالعاصی ثقفیؓ

حضرت عثمان بن ابوالعاصی بن بشر بن عبد رہمان بن عبد اللہ بن ہمام بن ابان بن یسار بن مالک بن حطیط بن جشم بن قسّی (ثقیف) ثقفی رضی اللہ عنہ قبیلہ ثقیف کی شاخ بنو مالک سے ہیں، والدہ کا نام فاطمہ بنت عبد اللہ بن ربیعہ اور کنیت ابو عبد اللہ ہے، حضرت عثمان کئی بھائی تھے جن میں سے عثمان، حکم اور مغیرہ نے عہد فاروقی میں ہندوستان میں سب سے پہلے جہاد کیا ہے، عثمان اپنے بھائیوں میں سب سے بہتر صحابی ہیں، رمضان ۹ھ میں طائف کے وفد کے ساتھ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہو کر اسلام لائے، اور مدینہ منورہ کے دوران قیام میں اس قدر زیادہ قرآن کی آیتیں

۱۰ جمہرۃ الناب العرب ص ۱۲، استیعاب ج ۲ ص ۲۲۵، اُسد الغابہ، ج ۳ ص ۲۴۵،

تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶، فتوح البلدان ص ۳۸۲ اصابع ج ۲ ص ۳۳۲

تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۱۶۸۔

یاد کر لیں اور دینی مسائل معلوم کر لیے کہ باوجود ارکانِ دین میں سب سے چھوٹے ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کو اہلِ طائف کا امام و حاکم مقرر فرمایا، اس زمانے کے عہدِ فاروقی میں ۵۱ھ تک اسی مقام اور اسی منصب پر رہے 'عہدِ صدیقی میں ازداد کی وبا سارے عرب میں پھوٹا پڑی تھی مگر عثمان بن ابوالعاصی نے اپنی ایمانی حرارت سے کام لے کر نہ صرف اہلِ طائف کو اس فتنہ سے محفوظ رکھا بلکہ قتالِ مرتدین میں اپنے آدمیوں سے بھرپور مدد کی جب حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بحرین اور عمان جیسے مرکزِ خلافت سے دور اور شورش پسند علاقوں میں امارت و حکومت کے لیے ہوشیار اور تجربہ کار آدمی کی ضرورت پڑی اور حضرت عمرؓ نے محضرِ صحابہ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو تمام حضرات نے متفقہ طور پر عثمان بن ابوالعاصی کا نام پیش کیا مگر رسول اللہ کے مقرر کردہ امیر کو ہٹانا مناسب نہیں تھا اس لیے حضرت عمرؓ نے ان کو لکھا کہ کسی آدمی کو اپنا نائب مقرر کر کے مدینہ آئیں چنانچہ انہوں نے اپنے بھائی حکم کو اپنا جانشین بنایا اور جب حضرت عمرؓ نے ان کو بحرین و عمان کا حاکم و امیر مقرر کیا تو اپنے بھائی حکم کو بلا کر بحرین میں اپنا نائب بنایا، دو سال تک دونوں بھائیوں نے بحرین و عمان کے حالات درست کر کے ایران کی فتوحات کی طرف توجہ کی اور بحرین کے قریب ایران کے توج نامی مرکزی مقام کو فتح کر کے اسے فوجی مرکز بنایا یہاں بنو عبد القیس وغیرہ قبائل کو آباد کر کے مسجدیں تعمیر کیں اور مسلمانوں کی آبادی قائم کی، پھر دونوں بھائیوں نے اسی فوجی چھاؤنی سے ایران اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر فوج کشی کی اور فتوحات و غنائم حاصل کئے۔

حضرت عثمان ۵۱ھ کے بعد سے ایران میں غزوات و فتوحات کے امیر رہے اور شاندار خدمات انجام دیں مگر ۲۹ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے فوجی خدمات سے سبکدوشی حاصل کر لی، حضرت عثمان نے ان کو بصرہ کا ایک بڑا علاقہ

جاگیر کے طور پر دیا جہاں وہ اور ان کے تمام بھائی مستقل سکونت پذیر ہو گئے، اس علاقہ کا نام شط عثمان تھا اور اس میں ہر بھائی کے نام کا الگ الگ خطہ تھا جو ان کے نام سے مشہور تھا۔ یہاں آنے کے بعد سب بھائیوں اور ان کی اولاد کو بڑا فروغ حاصل ہوا اور عزت و شرافت اور شہرت و نیک نامی کا سلسلہ نہایت چلتا رہا، عثمان نے بصرہ میں ۵۵ھ یا ۵۶ھ میں انتقال کیا، نہایت نیک اور خدا ترس صحابی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت کی ہے، آپ سے روایت کرنے والوں میں بھائی حکم بن ابوالعاصی، بھتیجے زید بن حکم بن ابوالعاصی اور غلام ابوالحکم کے علاوہ یہ حضرات شامل ہیں، امام حسن بصری، سعید بن مسیب، موسیٰ بن طلحہ بن عبد اللہ، نافع بن جبیر بن مطعم، ابوالعلماء بن علیہ اللہ بن شخیر، محمد بن عیاض، محمد بن سیرین، عید الرحمن بن جوشن غطفانی، ان تمام حضرات میں امام حسن بصری اپنے شیخ کے علوم و معارف کے سب سے زیادہ نامور آدمی ہیں۔ حضرت عثمان بن ابوالعاصی ثقفیؓ نے ایک مرتبہ اپنے لڑکوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

یا بُنَّیَّ اِیَّی قَدْ اَعَجَدْتُکُمْ
فِی اَمَہَاتِکُمْ، وَاَحْسَنُ
مَہَنَہٗ اَمْوَالِکُمْ، وَاِنِّیْ مَا
جَالِسْتُ فِی ظِلِّ رَاجِلٍ مِّنْ
ثَقِیْفٍ اَسْتَمِعُ عِرْضَہٗ وَالنَّاکِمِ
مَعْتَرِسٍ فَلِیَنْظُرَ اَمْرٌ مِّنْکُمْ
حِیْثُ یَضَعُ عِزَّہٗ وَالْعِرْقَ
السَّوْءَ قَلَمًا یَنْجِبُ وَاَوْ لَعَدَ
حِیْنَ۔

اے میرے بیٹو! میں نے تم لوگوں کو ماؤں کی
طرف سے مجدد شرافت دی ہے، اور تمہارے
لیے نہایت اچھے طریقہ سے مال جمع کیا ہے۔
اور کسی ایسے ثقفی آدمی کے سایہ میں بھی نہیں
بیٹھا جسے میں نے برا بھلا کہا ہو۔ اور شادی کرنے
والا پودا لگانے والا ہے، لہذا تم دیکھ کر
پودا لگانا، اور برائے تعلق بہت کم شریف
اولاد دیتا ہے، اور مدت کے بعد بھی اس
کے برے اثرات کام کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے ایک شخص نے ان باتوں کو نقل کیا تو آپ نے

حضرت عثمان بن ابوالعاصی ثقفی اور ان کے بھائیوں کے مفصل حالات ہماری کتاب "اسلامی ہند کی عظمت و رفعت" میں "بنو ابی العاصی ثقفی" کے ذیل میں درج ہیں۔

حضرت عمیر بن عثمان بن سعد رضی اللہ عنہ عہد عثمانی — ۲۹ھ میں فارس اور مکران کے
امیر و حاکم تھے تاریخ طبری میں ۲۹ھ کے واقعات میں ہے۔

امیر عثمان بن عفان عمیر بن عثمان
 بن سعد علی نمراسان فائض
 فیہا حتی بلغ فرغانہ (الحی
 ات قال) ثم دعا عثمان فی
 سنة تسع وعشرین عبد اللہ
 بن عامر بن کریر و امرّہ علی
 البصرة، وصرف عبید اللہ
 بن معمر عن مکران الی فارس و استعمل
 علی عملہ فی مکران عمیر بن عثمان بن سعد۔

تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر میں متعدد مقامات پر یہ نام اسی طرح آیا ہے، مگر مجھے

له طبقات ابن سعد ج ٥ ص ٥٠٨ و ٥٠٩، جمهرة النساب العرب ص ٢٦٦، تاريخ طبري ج ٢ ص ٣١٩ و ٣٢٠
أسد الغابة ج ٣ ص ٣٤٣، اصابه ج ٢ ص ٢٣١، سيرت ابن هشام ج ٢ ص ٥٣٨ و ٥٣٩ -
فتوح البلدان ص ٦٩ و ٩٢ و ٩٣، تهذيب التهذيب ج ٤ ص ١٢٩، تهذيب الاسماء والبلغات ج ١ ص ٣٢١
كتاب المحبر ص ١٢٤ و ١٢٥، تاريخ خليفة ج ١ ص ١٠٤ و ١٠٥ و ١٢٣ و ١٣٢ و ١٣٥، كتاب البيان
والتبيين ج ٣ ص ٢٢٤ و ٢٢٥ -

تاریخ اور طبقات و رجال کی پیش نظر کتابوں میں عمیر بن عثمان بن سعد کے نام سے کسی صحابی کا تذکرہ نہیں ملا، خیال ہے کہ یہ بزرگ حضرت عمیر بن سعد بن عبید بن نعمان بن قلیس بن عمرو بن عوف بن مالک انصاری اوسی رضی اللہ عنہ ہیں جن کے دادا کا نام بعض علما نے شہید بن عمرو بتایا ہے، یہ نہایت عابد و زاہد اور بزرگ صحابی ہیں ان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بیچ و حدہ (بے مثال) کا لقب دیا اور فرمایا ہے کہ اے کاش! میرے پاس عمیر بن سعد جیسے لوگ ہوتے اور میں ان کو مسلمانوں کا امیر بناتا، شام کی فتوحات میں ان کی شاندار خدمات ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شام کے شہر حمص کا امیر بنایا تھا، ان کے صاحبزادے عبدالرحمن بن عمیر بن سعد کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ملک شام میں تمہارے والد سے زیادہ نیک بزرگ اور کوئی دوسرا آدمی نہیں دیکھا، حضرت عمیر صحابی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی روایت کی ہے۔

ابن سعد کے بیان کے مطابق حضرت عمیر بن سعد عہد فاروقی میں فوت ہوئے، اور دوسرا قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا، اور بعضوں نے اس کے بعد ان کی وفات کو بیان کیا ہے، حضرت عمیر بن سعد سے ان کے صاحبزادے محمود کے علاوہ ابو ادیس خولانی، ابو طلحہ خولانی، جلیب بن عبید، راشد بن سعد، اور زہیر بن سالم وغیرہ نے روایت کی ہے، تجرید اسماء الصحابہ میں امام ذہبی نے اس نام کے ایک اور صحابی حضرت عمیر بن سعد بن فہد عبدی کا تذکرہ کیا ہے، جن سے مسند ابو یعلیٰ میں ایک حدیث مروی ہے۔ بہر حال یہ بزرگ عمیر بن عثمان بن سعد ہوں یا عمیر بن سعد انصاری یا پھر عمیر بن فہد عبدی ہوں، طبری اور ابن اثیر کی تصریحات کے مطابق صحابی تھے اور عہد عثمانی میں لکران کے امیر تھے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اصابہ کے مقدمہ میں لکھا۔

كانوا لا يومرون في المغازی الا الصنحة غزوات وفتوحات میں صرف صحابہ ہی

فمن تلتبّع الاخبار الواردة
فی الردّة والفتوح وحید
من ذلك شيئاً كثيراً
وهم من القسم الاول -
امیر بنائے جاتے تھے اور جو شخص روت اور
فتوحات کے بیانات کو دیکھے گا وہ ایسے
بہت سے صحابہ کو پائے گا اور یہ وہ صحابہ
ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی رویت و روایت ثابت ہے۔

کے طبقات و رجال کے نزدیک صحابیت کی پہچان کے سلسلے میں منجملہ دوسرے
اصولوں کے یہ اصول بھی مسلم ہے۔

حضرت مجاشع بن مسعود سلمیٰؓ

حضرت مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ بن وہیب بن عائد بن ربیعہ بن یزید بن سہل بن
عوف بن امرار القیس بن بہشہ بن سلیم سلمیٰ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور ان کی روایات صحیحین
وغیرہ میں موجود ہیں وہ اور ان کے بھائی حضرت مجالد بن مسعود سلمیٰ دونوں نے رسول
کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، مجاشع کا بیان ہے کہ میں اور میرے بھائی
دونوں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم آپ سے ہجرت پر بیعت کرتے ہیں تو
آپ نے فرمایا کہ :- ہجرت کا دور گزر چکا ہے، اس پر ہم نے عرض کیا کہ پھر کس بات پر ہم
بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ پر بیعت کرو، چنانچہ
ہم نے آپ سے بیعت کی، دور فاروقی و عثمانی کی فتوحات میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔
اسلامی فوج نے ایران کے مرکزی شہر توشج کا محاصرہ آپ ہی کی امارت میں کیا تھا، آپ نے

۱۔ اصابع ج ۱ ص ۵۳۵ و ۳۳۳، تجرید اسماء الصحابة ج ۱ ص ۲۳۳،

تاریخ طبری ج ۳ ص ۳۲، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۸، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۴۴ و

ص ۱۴۵، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۱۵۸، تاریخ جرجان ص ۸۶۔

کابل اور ہندوستان کے علاقہ بلوچستان اور کرمان وغیرہ فتح کئے، دور عثمانی میں حضرت مجاشع کی فتوحات کے بعد مسلمان بلوچستان کے علاقہ میں مستقل طور سے آباد ہوئے اور یہاں ان کی پہلی آبادی قائم ہوئی، ان کی بیوی سمیلہ بنت الوجدہ بن ازیرہ دوسرے تھیں ان کی وفات کے بعد سمیلہ سے حضرت عبداللہ بن عباس نے نکاح کر لیا، حضرت مجاشع نے آخری امام میں مجاہدانہ سرگرمیوں سے الگ ہو کر بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور ۳۶ھ میں جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے حضرت مجاشع سے ابو عثمان ہندی، عبدالملک بن عمر، کلیب بن شہاب، ابوساسا، حصین بن منذر، یحییٰ بن اسحاق نے روایت کی ہے،^۱

حضرت مغیرہ بن ابوالعاصی ثقفیؓ

حضرت مغیرہ بن ابوالعاصی بن بشر بن عبد دھمان ثقفی رضی اللہ عنہ عثمان و حکم کے بھائی ہیں، ملکی و سیاسی اور مجاہدانہ سرگرمیوں میں اپنے بھائیوں کے ساتھ رہ کر عجم کی فتوحات میں حصہ لیا، ان کا مستقل تذکرہ نہ مل سکا، بلاذری نے لکھا ہے کہ عہد فاروقی میں جب حضرت عثمان ثقفی فارس کے جہاد پر روانہ ہوئے تو بحرین و عمان میں ان کے نائب اور جانشین مغیرہ تھے ایک قول ہے کہ دوسرے بھائی حفص بن ابوالعاصی ثقفی اس عہدہ پر تھے، آخری دور میں مغیرہ بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ بصرہ کے شط عثمان نامی علاقہ میں مستقل طور سے آباد ہو گئے تھے، ان کے خطہ کا نام مغیرتان تھا، عہد فاروقی میں انہوں نے ہندوستان کے شہر دیبل پر فوج کشی کر کے فتح پائی تھی، ان کے صحابی ہونے کی تصریح کتابوں میں نہیں ہے، مگر علمائے طبقات و رجال کے بیان کردہ اصولوں کی رو سے آپ کی صحابیت ثابت

^۱ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۳، استیعاب ج ۳، ص ۴۹۳، وص ۴۹۴، اسد الغابہ ج ۴، ص ۳۰۰۔

اصابہ ج ۳، ص ۳۲۲، کتاب المعارف ص ۱۱، تنہذیب التہذیب ج ۱۰، ص ۳۸۔

ہے، نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حجۃ الوداع سے پہلے قریش اور ثقیف میں سے کوئی شخص ایسا نہیں رہ گیا تھا جو مسلمان نہ ہوا ہو اور ان دونوں قبائل کے تمام لوگ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، مغیرہ قبیلہ ثقیف سے ہیں، اس کلیہ میں وہ بھی آجاتے ہیں اور اس سے ان کی صحابیت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت منذر بن جبار و عبدی

حضرت منذر بن جبار و بشر بن عمرو بن ملش بن معلی حارث بن زید بن حارثہ بن معاویہ بن ثعلبہ بن جذیمہ بن عوف بن بکر بن عوف بن انمار عبدی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالاشعث ہے والدہ کا نام مامہ بنت نعمان ہے، ابن حجر نے اصابعہ میں ان کا تذکرہ اصغر صحابہ میں کیا ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کا شرف حاصل ہے، اپنی قوم بنو عبد القیس کے سردار اور مشہور سخی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اصطخر کا امیر مقرر فرمایا تھا، اس زمانہ میں ان کی دلوں دہش اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو شخص بھی ان کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوتا تھا اسے عطیہ سے نوازتے تھے، پھر یزید بن معاویہ کے زمانہ میں عبید اللہ بن زیاد حاکم عراق نے ۳۷ھ یا ۳۸ھ کے شروع میں ان کو سندھ کے شہر قنڈاہیل کا امیر مقرر کیا اور انہوں نے یہاں پورا غلبہ حاصل کر کے بگڑے ہوئے حالات درست کئے، خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ منذر ۳۷ھ میں قنڈاہیل کے امیر بنائے گئے اور اسی سال اسی ملک میں فوت ہوئے، اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر سات آٹھ سال کی تھی، ابن عساکر نے لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد جبار و صحابی ہیں، منذر کو حضرت علی نے اصطخر کا امیر مقرر کیا تھا اور وہ جنگ جمل حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، بعد میں انہوں نے حضرت معاویہؓ سے بصرہ میں

۱۔ جہرۃ النساب العرب ص ۲۶۶، فتوح البلدان ص ۹۳ و ص ۳۵۶ و ص ۴۲۰، پچ نامہ ص ۴۳۔

نہر تار کی کھدائی کے بارے میں بات چیت کی تو حضرت معاویہ نے اس سلسلہ میں زیاد بن ابوسفیان کو لکھا اور انہوں نے نہر معقل جاری کی، چونکہ یہ نہر برکت کے خیال سے صحابی رسول حضرت معقل بن یسارؓ کے ہاتھ سے جاری کرائی گئی تھی اس لیے ان کا نام نہر معقل پڑ گیا۔
 حضرت منذر کے دو بیٹے تھے ایک بشر بن منذر جو ۸۳ھ میں جنگ مسکن میں ابن اشعث کے ساتھ شریک ہو کر قتل ہوئے، دوسرے بیٹے مالک بن منذر تھے جن کی نہر مالکیہ بصرہ میں تھی۔

حضرات تابعین رحمہم اللہ

یہ عجیب بات ہے کہ خلافت راشدہ کے بیس سالہ دورِ غزوات میں ہندوستان آنے والے تابعین کے ناموں کی تصریح صحابہ کے مقابلہ میں بہت کم ملتی ہے۔ کیونکہ صحابہ امراء فوج ہوا کرتے تھے اور ان ہی کی قیادت میں اسلامی فوج خدمات انجام دیتی تھی، اور ہر قسم کے امور و معاملات کا تعلق امیر سے ہوا کرتا تھا، ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں عام مجاہدوں کے مقابلہ میں تاریخوں میں ان کے امراء کے نام زیادہ ملیں گے، اور کسی خاص اور اہم واقعہ کے ضمن میں دوسروں کا ذکر ہوگا، ورنہ اس دور کے ہندوستان میں بارہ تیرہ غزوات و فتوحات میں کئی نہر اور بلکہ کیا عجیب ہے کہ سب غزوات کو ملا کر لاکھوں کی تعداد میں مجاہدین یہاں آئے ہوں گے، جن میں زیادہ تر حضرات تابعین رہے ہوں گے، عام طور سے ہندوستان میں غزوات و فتوحات خراسان، سجستان، کرمان وغیرہ کے ضمن میں ہوا کرتے تھے، اور ان ممالک کی بھاری فوجیں ہندوستان میں بھی آیا کرتی تھیں، جو زیادہ تر تابعین اور تبع تابعین پر مشتمل تھیں، مگر چونکہ ان کے یہاں آنے کی تصریح ناموں کے ساتھ نہیں ملتی ہے، اس لیے ہم اس سلسلہ میں ان کا تذکرہ نہیں کر سکتے ہیں البتہ جن چند حضرات کے نام صراحت کے ساتھ موجود ہیں، ان کا تذکرہ درج کیا جاتا ہے:

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۶۱، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۸۴، اصابہ ج ۳ ص ۵۸، فتوح البلدان ص ۳۹۱
 ۲۔ کتاب البیان والبعین ج ۲ ص ۳۱۹۔

حضرت تاغز بن دعرہ

سلسلہ ۳۸ یا ۳۹ میں حضرت حارث بن مرہ عبدی کی امارت و قیادت میں سندھ پر اسلامی فوج نے جو حملہ کیا تھا اس میں تاغز بن دعرہ اسی قسم کے نام کے کوئی بزرگ شریک تھے، بلکہ علی بن حامد کوئی اوشی نے ان کو اس فوجی مہم کا امیر بتایا ہے، مگر اس نام کے کسی بزرگ کا حال مجھے طبقات رجال کی کتابوں میں نہیں ملا، غالباً دونوں ناموں میں شدید قسم کی تحریف و تصحیف ہے۔ بہر حال کوئی بزرگ اس قسم کے نام کے ہندوستان میں آئے ہیں۔

حضرت حارث بن مرہ عبدی

حضرت حارث بن مرہ عبدی رحمۃ اللہ علیہ بحرین کے قبیلہ عبد القیس کی شاخ ربیعہ سے ہیں اپنے زمانہ میں ربیعہ کے مشہور راجہ اور اسخیار میں سے ہیں، کتاب المجر میں ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں جہاد کے دوران ایک دن اپنی فوج میں ایک ہزار غلام تقسیم کئے اور پانچ سو شہسواروں کو انعام و اکرام سے نوازا، الاخبار الطوال میں ہے کہ حضرت علیؑ نے جنگ صفین میں حارث بن مرہ عبدی کو میسرہ کی پیدل فوج کا امیر مقرر کیا تھا، خلیفہ بن خیاط کے بیان کے مطابق ترجمہ میں اور عام مورخوں کی تصریح کی رو سے ۳۸ھ میں حارث بن مرہ نے حضرت علیؑ سے اجازت لے کر رضا کارانہ طور پر فوج جمع کی اور مکران آ کر قندابل اور قیقان تک کے تمام علاقے فتح کئے، مگر ۳۹ھ میں حارث اور ان کے ساتھ اسلامی فوج کا بیشتر حصہ دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا، عام مورخوں کے اس قول کے علی الرغم ابن خلدون نے لکھا ہے کہ جب خواجہ نے عبداللہ بن خیاب کو قتل کر کے لوگوں کا راستہ مسدود کر دیا تو حضرت علیؑ کو اس پر سخت افسوس ہوا، اور آپ نے حارث بن مرہ عبدی کو معاملات کی تحقیقات کے لیے روانہ کیا تو خواجہ نے ان کو بھی قتل کر دیا، ہمارے نزدیک پہلا قول معتبر ہے۔

حضرت حکیم بن جبلة عبدی

حضرت حکیم بن جبلة بن حصین بن اسود بن کعب بن عامر بن حارث بن دہل بن عمرو بن غنم بن
دویعہ بن لکیز بن اقصیٰ بن عبد القیس عبدی رحمۃ اللہ علیہ کا نام حکیم بروزن قریش ہے انہوں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے مگر روایت دروایت کا ثبوت نہیں ملتا، نہایت
صالح مستدین اور اپنی قوم میں معزز و محترم بزرگ تھے، شعر و شاعری سے بھی تعلق رکھتے
تھے، ان کے دو اشعار یہ ہیں۔

لیس الرزیه بالدينار نفقده ان الرزیه فقد العلم والحکم
یہ مصیبت کوئی مصیبت نہیں کہ ہمارے دینا ختم ہو جائیں، بلکہ مصیبت یہ ہے کہ علم و حکمت گم ہو جائے۔
وان اشرف من اودی الزمان بہ اهل العفاف و اهل الجود والکرم

جن لوگوں کو زمانہ نے فنا کر دیا ہے ان میں اشرف ترین انسان وہ ہیں جو پاک و امن اور سخی و کریم ہیں۔
آپ زندگی کے آخری ایام میں بصرہ میں آباد ہو گئے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
حکیم بن جبلة کو سندھ بھیجا تھا تا کہ وہاں کے حالات کا پتہ لگائیں اور دربار خلافت کو خبر دیں
چنانچہ انہوں نے بھی یہاں کے بارے میں وہی ناگوار حالات بنائے جن کو دو پیش رو حضرات
نے دربار فاروقی میں پیش کیا تھا۔ بعد میں حضرت عثمان نے حکیم بن جبلة کو سندھ کا قاضی بنا
کر بھیجا۔ آپ عہد عثمانی میں اسلام کے پہلے قاضی ہیں جو اس ملک میں اس خاص عہدہ
پر نامزد کر کے بھیجے گئے۔ خلیفہ بن خیاط نے سندھ کے قاضیوں میں لکھا ہے کہ حضرت
عثمان کے زمانہ میں یہاں کے قاضی حکیم بن جبلة عبدی تھے، ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں یہاں
مستقل قیام کیا ہو گا۔ بعد میں حضرت عثمانؓ سے برگشتہ ہو کر حضرت علیؓ کے طرفداروں میں
شامل ہو گئے۔ اور نہایت بہادری و عزیمت کے ساتھ اسی راہ میں جان دے دی۔

(باقی ہاشیہ صفحہ گذشتہ) تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۱۵ و ص ۲۲۱ و ص ۲۲۹، تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۴۴۱۔

صورت یہ ہوئی کہ جنگِ جبل سے پہلے حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ بصرہ آئے اور حضرت علیؓ کے حاکم حضرت عثمان بن حنیف نے ان کے مقابلہ کے لیے بنو عبد القیس کے سات سو سپاہیوں کو حضرت حکیم بن جبلة کی سرکردگی میں روانہ کیا بصرہ کے قریب مقام زابوقہ میں دونوں طرف سے ٹکڑھٹھڑ ہوئی، حکیم نے بڑھ کر مقابلہ کیا اسی اثنا میں ان کا ایک پیر کٹ گیا، مگر اسی حال میں یہ رجز پڑھتے ہوئے لڑتے رہے۔

ياساق لن تراعى ان معى ذراعى احصى بها كراعى
اے میرے پیر! تو سمجھتا نہ ہارنا میرے ساتھ میرا بازو ہے جس سے میں اپنی حفاظت کر رہا ہوں
یہاں تک کہ جب پیر سے بہت زیادہ خون بہہ گیا اور ٹڈھال ہو گئے، تو اسی آدمی کا سہارا لیا جس نے یہ ضرب کاری لگائی تھی۔ کسی نے پوچھا یہ حرکت کس نے کی ہے؟ حکیم نے جواب دیا میرے تکیہ اور سہارے نے یہ کام کیا ہے، یہ شخص سحیم حدانی قبیلہ بنو حدان کا تھا۔ مورخوں نے لکھا ہے کہ بہادری کی مثال اس سے بڑھ کر دیکھنے میں نہیں آئی، حکیم کو ابن کلبی نے فاتح مکران بتایا ہے۔

حضرت امام حسن بن ابوالحسن بصریؒ

حضرت امام حسن بن ابوالحسن بصریؒ سلمہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد بصرہ کا مقام بصرہ سے ایک جنگ میں گرفتار ہو کر مدینہ منورہ آئے، اور حضرت انسؓ کی پھوپھی ریح بنت نصر نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا، ان کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی آزاد کردہ باندی تھیں مدینہ میں پیدا ہوئے اور مقام وادی القریٰ میں پرورش پائی، آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد و زاہد اور غازی و مجاہد تھے اور رزم و بزم دونوں میں بے مثال تھے، کم از کم

۱۔ جہرۃ الانساب العرب ص ۲۹۸، استیعاب ج ۱ ص ۳۲۲ و ص ۳۲۳، اسد الغابہ ج ۲ ص ۲، اصابہ ج ۱ ص ۳۶۹، الاکمال ج ۲ ص ۴۸۶، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۱۸۱ و ص ۱۹۴ و ص ۱۹۹ و ص ۲۰۲ و ص ۲۲۲، انساب الاشراف ج ۵ ص ۵۹، بیج نامہ ص ۴ و ص ۵۷۔

دو تین بار خراسان، بختان، اور کابل وغیرہ کے غزوات و فتوحات میں شریک ہو کر داد شجاعت دی ہے، لطف کی بات یہ ہے کہ اس دوران میں جہاد اور افتاد دونوں کام کرتے تھے، سلیمان تیمی کا بیان ہے۔

کان الحسن یغزو، وکان مفتی الناس امام حسن بصری جہاد کرتے تھے اور حضرت
ہا ہنا جابر بن یزید قال: شہم جابر بن یزید اسلامی فوج کے مفتی تھے، پھر
جاء الحسن وکان یفتی۔ حسن بصری فتویٰ دینے لگے۔

۳۳۰ میں حضرت ربیع بن زیاد عارثی بختان کی مہم پر روانہ ہوئے تو ان کے میرٹھی اور سکریٹری امام حسن بصری تھے، ربیع بن زیاد نے بختان کے تقریباً تمام علاقے فہرج، زالق، کرکویہ، ہلیسون، زرنگ، دریائے ہند، توتق، دشت، ناشروز، شر اور وغیرہ فتح کیے۔ اور اس ڈھائی سالہ دورِ امارت میں دو سال تک زرنگ میں مقیم رہے، ان تمام مہمات و فتوحات میں حضرت حسن بصری اپنے امیر ربیع بن زیاد کے ساتھ ساتھ تھے، مذکورہ بالا فتوحات میں فہرج کی فتح سندھ کی فتح تھی، یہ مقام سندھ کے مشہور شہروں میں سے تھا، اور مقدسی نے اس کو حدود منصورہ میں شمار کیا تھا، اس مہم میں امام حسن بصری کا بحیثیت میرٹھی کے شریک ہونا مصرح ہے طبقات ابن سعد، اور فتوح البلدان میں ہے۔

وکان ولایۃ الربیع سنتین ربیع کی ولایت و امارت ڈھائی سال تک
ولضفاً، و سببی فی ولایتہ ہذہ رہی اُس مدت میں انہوں نے چالیس ہزار
اسربعین الف راس، وکان لوگوں کو قید کیا، اور ان کے کاتب حسن
کاتبہ الحسن البصری۔ بصری تھے۔

اس کے بعد ۳۳۱ھ میں حضرت عبدالرحمن بن سمرة بختان پر فوج کشی کے لیے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ عیان و اشرف کی جو جماعت تھی جس میں امام حسن بصری بھی تھے، اور آپ نے تین سال تک عبدالرحمن بن سمرة کے ساتھ رہ کر بختان و خراسان کے متعدد غزوات

میں دادِ شجاعت دی، ابن سعد کا بیان ہے۔

درود الحسن بن عبد الرحمن بن حسن بصری نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے عبد الرحمن سمیع اللہ غزاعہ کابل، والاندقان، بن سمرہ کے ساتھ تین سال تک کابل، اندقان، والاندقان، وراہلسان ثلاث سنین۔ اندقان اور زابلستان دغزنہ میں جہاد کیا ہے یہ تمام مفتوحہ علاقے اور بلاد ہندوستان سے متصل ہیں اور ان میں سے کئی ایک اس زمانہ میں ہندوستان میں شمار ہوتے تھے، ربیع بن زیاد حارثی اور عبد الرحمن بن سمرہ دونوں حضرات نے خراسان و بختان کی فتوحات کے سلسلے میں ہندوستانی علاقوں کو فتح کیا ہے اور دونوں حضرات کے ساتھ امام حسن بصری شریک رہے ہیں، آپ نے منہ میں انتقال فرمایا۔ ہم نے اس سے پہلے ”اسلامی ہند کی عظمت رفتہ“ میں لکھا تھا کہ ”امام حسن بصری کے زرننگ کے زمانہ قیام میں کابل فتح ہوا، جو ان دنوں کئی وجوہ سے سندھ سے نسبت رکھتا تھا، امام حسن بصری نے ہندوستان کی سرحد پر واقع اس شہر کے جہاد میں پوری دلچسپی لی، کیا عجیب ہے کہ آپ حدود سندھ میں بھی تشریف لائے ہوں۔“

اور اب ہماری تحقیق میں حضرت امام حسن بصری کا سندھ کی شمالی حدود اور اس کے قرب و جوار میں آنا محقق ہو گیا ہے، مگر یہ آئندہ براہ راست اور باقاعدہ سندھ میں نہیں تھی بلکہ بختان و کابل کی فتوحات کے سلسلہ میں تشریف آوری ہوئی تھی۔

تفسیروں میں امام حسن بصری کا یہ قول منقول ہے۔

۱۔ ہبط آدم بالہند، وحواء بجدة حضرت آدم ہندوستان میں اتارے
۲۔ ابلیس بدست میسان۔ من گئے، حضرت حواریہ میں، شیطان
۳۔ البصرۃ علی امیال۔ واهبطت ابلیس دست میسان میں جو بصرہ سے

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴

الحیة با صبهان رواہ چند میل کی دوری پر واقع ہے اور سانپ
ابن ابی حاتمؒ
اصفہان میں۔

حضرت سعد بن ہشام انصاری

حضرت سعد بن ہشام بن عامر بن امیہ بن زید بن حنظل بن مالک بن عامر بن غنم بن
عدی بن نجار انصاری مشہور صحابی حضرت انس بن مالکؓ کے چچا زاد بھائی ہیں، ابن سعد نے
ان سے روایت کی ہے کہ میں ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر
ہوا اور ان سے اپنے قبیلہ کا ذکر کیا تو دریافت فرمایا کہ کیا تم ان ہی ہشام کے بیٹے ہو جو غزوہ
احد میں شہید ہوئے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا، نیز سعد بن ہشام نے حضرت عائشہؓ سے
صلوٰۃ وتر کے بارے میں سوال کیا ہے، نہایت ثقہ راوی حدیث ہیں، اپنے والد ہشام بن عامر
چچا زاد بھائی انس بن مالک، حضرت عائشہ، عبداللہ بن عباس، ابو ہریرہ اور سمرہ بن جندبؓ
سے روایت کی ہے، اور ان سے حمید بن ہلال، زرارہ بن ابی اوفی، حمید بن عبدالرحمن حمیری
اور امام حسن بصری رحمہم اللہ نے روایت کی ہے، ابن حبان نے ان کا شمار ثقات میں کیا ہے
ابن حجر نے ان کو رواۃ حدیث کے طبقہ ثنائیہ میں لکھا ہے، صحاح ستہ میں ان کی احادیث
موجود ہیں، امام بخاری نے تاریخ کبیر میں بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن ہشام مکران میں
شہید ہوئے۔

سعد بن ہشام بن عامر الانصاری سعد بن ہشام بن عامر انصاری حضرت انس کے
ابن عم انس، ... قتل فی ارض مکران چچا زاد بھائی ہیں سرزمین مکران میں بحالت
علی احسن حال۔

و دیانت شہید ہوئے۔

ابن حجر نے اصابہ میں ان کے ساتھ ایک اور بزرگ کی شہادت کا ذکر کیا ہے جن کے نام

سے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۸۷

کی جگہ بیاض رہ گئی ہے۔

وقرأت فی کتاب الزہد میں نے سیار بن حاتم کی کتاب الزہد میں
سیار بن حاتم بسند لہ ان سعد ان کی روایت سے پڑھا ہے کہ سعد بن ہشام
بن ہشام استشهد ہوا۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ دونوں ایک جہاد میں شہید
فی غزاة لہما۔ ہوئے۔

مکران میں ان کی شہادت کا ذکر تقریباً سب ہی تذکرہ نگاروں نے کیا ہے مگر امام بخاری
کی طرح کسی نے یہ تصریح نہیں کہ وہ مکران کے کس غزوہ میں یا کس سنہ میں شہید ہوئے ہمارا
مکان ہے کہ حضرت سعد بن ہشام کی شہادت خلافت راشدہ میں ہوئی ہے۔

حضرت سعید بن کندی قشیری

حضرت سعید بن کندی بن ابو کندی سعید بن حیدہ بن معاویہ بن حیدہ بن قشیر بن کعب بن
ربیعہ بن عامر بن صعصعہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب اسی طرح جمہورہ الثواب العرب اور
أسد الغابہ سے معلوم ہوتا ہے ان کا حال مجھے کتابوں میں نہیں مل سکا، اصحابہ میں ان کے والد
کندی بن سعید کا تذکرہ ہے اس کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دادا کے نام پر ان کا نام
بھی سعید ہے، تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر میں صرف اتنا ہے کہ:-

ومات عثمان، وابن کندی القشیری حضرت عثمان کی وفات (۳۵ھ) میں ہوئی
علی مکران۔ اس وقت ابن کندی قشیری مکران کے امیر تھے،

ابن کندی قشیری کے دادا سعید بن حیدہ کا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک مرتبہ میں نے
حج کیا، ایک دن ایک بزرگ کو دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے ہیں۔

لہ تاریخ کبیر ج ۲، طبعات ابن سعد ج ۱، ص ۲۰۹، کتاب الشقات ص ۸۷۔
تہذیب التہذیب ج ۳، ص ۲۸۳، اسد الغابہ ج ۵، ص ۱۶۴۔

رَدِّ عَلٰی رَاكِبِي مُحَمَّدًا وَاَصْطَنَعَن بَرْدًا عِنْدِي يَدًا

(اے اللہ) میرے سوا محمد کو میرے پاس پہنچا دے اور ان کو واپس کر کے مجھ پر احسان کرے۔ جب میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں اور ان کا کیا معاملہ ہے؟ تو معلوم ہوا کہ یہ عبدالمطلب بن ہاشم ہیں ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اس کی تلاش میں ان کے پوتے محمد بن عبد اللہ نکلے ہیں، ان کے واپس آنے میں دیر ہو گئی ہے جس کی وجہ سے دادا کو یہ بے قراری ہے، تھوڑی دیر کے بعد آپ آگئے، اور دادا نے ان سے پیار کی باتیں کیں۔

حضرت شہاب بن مخارق تمیمی

حضرت شہاب بن مخارق بن شہاب بن قیس تمیمی قبیلہ بنی جندب عنبر بن تمیم سے ہیں بعض مورخوں نے ان کی نسبت مازنی بھی بیان کی ہے، بہادران اسلام میں شمار کئے جاتے ہیں، ایران کی مہمات میں ان کی جلیل القدر خدمات ہیں، طبری نے سلسلہ کے واقعات میں لکھا ہے کہ مدائن میں ایک مشہور ایرانی شہسوار اور بہادر تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ عرب ایران میں داخل ہو گئے، اور ان کے ڈر سے ایران کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، اس نے بظاہر اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور ایک ایرانی سردار کے گھر میں گیا دیکھا کہ گھر والے اپنے کپڑے وغیرہ سنبھال رہے ہیں، گھر والوں نے بتایا کہ بھڑوں (عربوں) نے ہم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے، اور ہمارے گھروں سے نکال دیا ہے، یہ سن کر اس ایرانی شہسوار نے گیلی مٹی دیواروں پر لگو کر اپنی غلیل سے مٹی کی کچی گولیاں اس دیوار پر یوں مارنا شروع کیں کہ تمام گولیاں ختم ہو گئیں پھر اپنے گھوڑے پر زین کس کر اس کی رکاب کاٹ دی، اور اس پر سوار ہو کر وہاں سے نکلا، وہ آگے بڑھا تو ایک شخص نے سامنے آ کر اسے تیر مارا جس کے لگتے ہی وہ مر گیا، اس

۱۔ جمہور انساب العرب ص ۲۹، اُسد الغابہ ج ۲ ص ۲۰۴، اصحاب ج ۱ ص ۳۶۴، وج ۲ ص ۴۳۔

۲۔ انساب الاشراف ج ۱ ص ۸۲، تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۲، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۸۔

شخص نے تیر چلا تے وقت صرف اتنا کہا۔

خذھا وانا ابن المَخارق یہ لو میں ابن مخارق ہوں۔

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ حضرت شہاب بن مخارق بن شہاب تھے۔

ان کے والد مخارق بن شہاب صحابی ہیں، اور اسلامی دور کے مشہور شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں قبیلہ بنو بکر بن وائل کے لوگ بنو ضبہ کے اونٹ ڈاکہ ڈال کر لے گئے تھے، اس موقع پر بنو ضبہ نے مخارق بن شہاب کی دہائی دی تو یہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو لے کر آگئے اور بنو بکر بن وائل والوں سے جنگ کر کے اونٹ واپس لے لیے، تاریخ و ادب کی کتابوں میں ان کے اشعار پلے جاتے ہیں۔

حضرت شہاب بن مخارق عہد فاروقی میں (۳۲ھ میں) کمران کی جنگ کے موقع پر حضرت حکم بن عمرو ثعلبیؓ کی مدد کے لیے پہنچے اور اس جنگ میں اپنی خدمات پیش کیں۔

حضرت صیفی بن فہیل شیبانیؓ

حضرت صیفی بن فہیل شیبانی رحمۃ اللہ کو خلیفہ بن خیاط نے قبیلہ ربیعہ سے بتایا ہے، والد کا نام کتابوں میں مختلف ہے طبقات ابن سعد میں قیل بالقاف، تاریخ یعقوبی میں فہیل بالفار، تاریخ خلیفہ بن خیاط میں فہیل بالفار اور تاریخ طبری میں فہیل بالنون ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہ لفظ فہیل بالفار ہے۔

عہد عثمانی میں صیفی کے قندابل میں آنے کا حال علامہ ابن سعد نے حضرت سہیل بنت عمر شیبانیؓ کے تذکرہ میں بیان کیا ہے، سہیل تابعیہ تھیں بصرہ میں رہتی تھیں انہوں نے حضرت عثمان اور حضرت علیؓ سے روایت کی ہے، یہ صیفی کی بیوی تھیں، ان کو معلوم ہوا کہ میرے شوہر صیفی

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۱، ۲۔ اصابع ج ۳ ص ۵۵۵، کتاب الامالی ابو علی القالی ج ۳ ص ۵۰

کتاب الاضداد فی اللغة ص ۴۰ -

قنذا بیل میں فوت ہو گئے ہیں اس لیے انہوں نے ایک دوسرے آدمی عباس بن طریف قلیسی سے شادی کر لی، مگر بعد میں صیفی آ گئے اور یہ معاملہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوا تو صیفی دوسرے شوہر کے حق میں درست بردار ہو گئے، ابن سعد نے لکھا ہے۔

ان الحكم بن ايوب بعثه (ابا المليح) حكم بن ايوب في ابو المليح كواسي معامله كى تحقيق كى يسه
الى سهيته بنت عمير الشيبانيه سهيته بنت عمير شيبانيه كى پاس بھيجا تو انہوں نے بتایا
فقال لنى الى زوجى من قنذا بيل كى ميرے شوہر صیفی بن فیل كى بارے میں مجھے بتایا كى
صيفى بن فسيل فلتزوجت بعدا ۱۰ وہ قنذا بیل میں فوت ہو گئے ہیں اس لیے میں نے بنی
العباس بن طريف اخا بنى قليس قلیس كى عباس بن طريف سے نکاح كریا، اس
شہان الزوج الاول جاءنا۔ كى بعد پہلے شوہر بصرہ آ گئے۔

پھر سہیہ نے بیان کیا كى صیفی كى آجانے كى بعد ہم نے اپنا معاملہ حضرت عثمانؓ كى پاس لے جا كى
ان كى فیصلہ پر اپنی رضامندی ظاہر كى، اور آپ نے پہلے صیفی كى اختیار دیا كى وہ اپنی بیوی سے مہر
كى رقم وصول كریں یا اسے اپنے ساتھ رکھیں، صیفی نے مجھ سے اور میرے دوسرے شوہر عباس
بن طریف دونوں سے دو دھڑا كى رقم وصول كى۔

بعد میں صیفی بن فیل حضرت علیؓ كى سرگرم طرفداروں میں شامل ہو كى حضرت معاویہؓ اور ان
كى طرفداروں كى مخالفت میں سرگرمیوں كا جواب دیتے تھے، یعقوبی نے لکھا ہے كى لشعہ میں
زیاد نے حجر بن عدی كندى، عمر بن حنظلہ خزاعی، اور ان كى ساتھیوں كو گرفتار كیا، یہ لوگ حضرت
علیؓ پر طعن و تشنیع سنتے تو مجمع میں كھڑے ہو كى بر ملا جواب دیا كرتے تھے، اور معاویہؓ و زیاد كى
خلاف بولتے تھے، اس لیے زیاد نے ان كو گرفتار كى كى حضرت معاویہؓ كى پاس دمشق بھجوا دیا
جب یہ لوگ مقام مرج عذرا پر پہونچے جو دمشق سے چند میل كى دورى پر تھا، تو حضرت معاویہؓ
نے ان كو وہیں روك كى
میں سے چھ بات چیت كى بعد چلے گئے، اور باقی سات آدمیوں كو اس شخص نے قتل كى دیا

ان کے نام یہ ہیں۔ حجر بن عدی کنڈی، شریک بن شداد حضری، صیفی بن فہیل شیبانی، قبیسہ بن ضبیعہ علبی، محرز بن شہاب تمیمی اور کد ام بن حیان غنزی خلیفہ بن خیاط نے اس واقعہ کو ۱۵ھ میں مختصر طور سے لکھا ہے، اور مسعودی نے ۳۵ھ میں بتایا ہے،

حضرت نسیر بن ولیم عجل

حضرت نسیر بن ولیم بن ثور بن عربیہ بن محلم بن ہلال بن ربیعہ بن عجل بن لجم بن صعوب بن علی بن بکر بن دائل عجل، بحرین کے قبیلہ بنو بکر بن دائل کی شاخ بنو عجل کے بہادروں میں سے ہیں، اور "صاحب قلعة النیر" کے لقب سے مشہور ہیں، جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پایا ہے، رسول کی حیات طیبہ میں موجود تھے، عہد صدیقی میں قتال مرتدین اور عہد فاروقی میں عجمی فتوحات میں پیش بہا خدمات انجام دی ہیں، حضرت نسیر بن ولیم نے ایام رسالت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ جو کارنامے پیش کئے ہیں ان کی تفصیل علامہ بلاذری نے یوں بیان کی ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے نسیر بن ولیم کو ایک فوجی دستہ کا امیر بنا کر عین التمر سے بنو تغلب کے ایک چشمہ کی طرف روانہ کیا، انہوں نے وہاں پہونچ کر شب خون مارا اور بنو تغلب میں قتل و غارت کر کے ان کے بہت سے افراد کو قید کیا، ان میں ایک شخص نے وعدہ کیا کہ اگر اسے رہا کر دیا جائے تو وہ بنو ربیعہ کے ایک مرتد قبیلہ کی نشاندہی کرے گا، چنانچہ اس نے رہائی پا کر وعدہ پورا کیا، اور حضرت نسیر نے اس پر بھی شب خون ار کر مال غنیمت اور قیدی حاصل کئے، پھر یہاں سے ریگستاں طے کرتے ہوئے تکریت پہونچے اور وہاں بھی مسلمانوں کو فتح اور غنیمت حاصل ہوئی، مقام عکبرار میں پہونچے تو مقامی باشندوں کو امن دیا، انہوں نے نسیر کی فوج کو کھانا اور جانوروں کو چارہ دیا، پھر آگے بڑھے، جب مقام بروان کے باشندوں کو اسلامی فوج کی آمد کی خبر

۱۵ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۱، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۱ و ۲۳۲، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۲۵۱، تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۱۱۔

لی تو وہ اپنی بستی سے نکل کر مسلمانوں کے آگے آگے دوڑنے لگے، ان کا یہ حال دیکھ کر حضرت نسیر نے ان کو اطمینان دلایا، اور ان کا یہی فعل ان کے حق میں اسلامی فوج کی طرف سے امان ثابت ہوا۔ پھر یہاں سے محرم ہوتے ہوئے قصر ساہور کے قریب والے پل کو پار کیا، یہاں کے ایرانی حاکم خرزادہ بن ماہبنداد نے نکل کر حضرت نسیر سے مقابلہ کیا، جس میں اسلامی فوج کو فتح ہوئی اور خرزادہ شکست کھا کر پسا ہوا، ان فتوحات کے بعد نسیر پھر عین التمر واپس آئے مقام محرم اس زمانہ میں کسی اور نام سے مشہور تھا، بعد میں محرم بن حزن بن زیاد بن الن بن دیان حارثی نے یہاں مستقل سکونت اختیار کی تو ان کے نام سے موسوم ہو گیا، اسی طرح قصر ساہور بعد میں قصر عیسیٰ بن علی کے نام سے موسوم ہوا۔

خلافت فاروقی میں نسیر بن وسیم کی ابتدائی فوجی خدمات کے بارے میں واقفی کا بیان ہے کہ یوم جسر کی مشہور جنگ کے بعد جب اسلامی فوجیں مقام حقان کی طرف بڑھیں تو حضرت مثنیٰ بن حارثہ نے نسیر بن وسیم اور خدیفہ بن محسن کو شہ سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ روانہ کیا، اور انہوں نے آگے بڑھ کر بنو تغلب کی ایک جماعت پر یلغار کی، پھر تکریت آئے اور مقامی باشندوں کو امن و امان کی تحریر دی، جو بعد میں بھی کام آئی۔

خلافت فاروقی کی فتوحات میں نسیر بن وسیم کا بڑا حصہ ہے جنگ قادسیہ کے موقع پر انہوں نے یہ شعر کہا ہے۔

لقد علمت بالقادسیۃ انی صبور علی اللأواء، عفت المکاسب

میری محبوبہ نے جنگ قادسیہ میں دیکھ لیا کہ میں مصائب پر صبر کرنے والا، اور پاکیزہ کام کرنے والا ہوں ان کے ”صاحب قلعة النیر“ کے لقب سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ۲۲ھ میں معلوم ہوا کہ ایرانی باشندے مقام نہادند میں طاقت جمع کر کے اسلامی فوج پر شدید حملے کی تیاری کر رہے ہیں، اس لیے کوفہ سے مزید فوج مقام حلوان کی طرف روانہ کی گئی تاکہ یہاں کی اسلامی فوج کی مدد کی جائے، اس امدادی فوج نے مقام ماہ میں پہنچ کر ایرانیوں کے

ایک میدانی قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اندر سے ایرانی سپاہیوں کو نکال کر اسلامی فوج کے سپاہی اس کی حفاظت کے لیے مقرر کیے بعد میں یہاں کی فوجی چھاؤنی مرج القلعہ کے نام سے مشہور ہوئی، پھر یہاں سے امدادی فوج نہادند کی طرف بڑھی، جہاں ایرانی اور اسلامی فوجیں جنگ کر رہی تھیں، راستہ میں اسلامی فوج نے ایرانیوں کے ایک اور قلعہ پر قبضہ کیا، اور اس کی حفاظت کے لیے حضرت نسیر بن وسیم عجل کی قیادت و امارت میں بنی عجل اور بنی ثور کا ایک دستہ متعین کیا گیا، اسی وجہ سے بعد میں نسیر کو "صاحب قلعۃ النسیر" کہا جانے لگا اور یہ قلعہ ان کے نام سے مشہور ہوا، یہ جماعت اپنے امیر حضرت نسیر کی ماتحتی میں قلعہ کی حفاظت کرتی رہی جس کی وجہ سے نہادند کی جنگ میں بنو عجل یا بنو حنیفہ کا کوئی سپاہی شریک نہ ہو سکا، اس کے باوجود جنگ نہادند اور دیگر قلعہ جات کے مال غنیمت میں ان لوگوں کو بھی شریک کیا گیا اگرچہ قلعہ نسیر کے محافظین جنگ نہادند میں شریک نہیں تھے لیکن اس کے مجاہدوں کی مدد کر رہے تھے، ۲۳ھ میں بلوچستان کی فتح کے موقع پر آپ اسلامی فوج کے مقدمۃ الجیش کے امیر تھے، تاریخ طبری، اور اصابہ میں نسیر بن ثور ہے اور تاریخ طبری میں ایک جگہ غلطی سے نسیر بن عمرو ہے، ابن خزم نے جہرۃ انساب العرب میں اور بلاذری نے فتوح البلدان میں نسیر بن وسیم بن ثور لکھا ہے، غالباً نسیر اپنے دادا کی نسبت سے زیادہ مشہور تھے اسی لیے بعض مورخوں نے ان کے والد کا نام نہیں لکھا ہے۔

عرب میں چند ہندوستانی مسلمان

خلافت راشدہ کے بیس سالہ دور میں اس ملک کے مغربی شمالی علاقے دارالاسلام بن چکے تھے، جہاں خلافت اور اس کے ماتحت حکام و عمال کی طرف سے باقاعدہ امیر و حاکم رہتے تھے

سہ جہرۃ انساب العرب ص ۳۴۳، فتوح البلدان ص ۲۲۹ و ص ۲۵۰ اصابہ ج ۳ ص ۵۵۳ و تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۴۲ و ص ۱۸۰

محکمہ قضا قائم تھا اور بعض علاقوں میں عرب مسلمانوں کی آبادیاں قائم کی گئی تھیں، اس دور میں یہاں پر ایسے خوش بخت ہندوستانی باشندے ضرور رہے ہوں گے جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے دیس ہی میں بودو باش باقی رکھی ہوگی اور اپنی اپنی بستیوں میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا رہے ہوں گے، مگر افسوس کہ ہمیں اب تک ایسی روایت نہیں مل سکی جس سے ان کی تعداد، نام اور حالات معلوم ہوں۔

البتہ اس دور میں ایسے ہندوستانی مسلمانوں کے نام اور حالات ضرور ملتے ہیں جو عرب میں موجود تھے، مستقل طور سے تو نہیں البتہ اسلامی تاریخ کے حاشیہ اور بین السطور سے ان کا پتہ چلتا ہے اور جیسا کہ تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے عرب کے ایسے ہندوستانی تین قسم کے تھے۔

۱۔ وہ ہندوستانی جو اسلام کے قانون جہاد کے مطابق جنگی قیدی بن کر عرب میں گئے اور وہاں اسلام قبول کر کے عرب مسلمانوں کی دلاء اور دوستی میں رہے۔

۲۔ وہ ہندوستانی جو پہلے سے ایرانیوں کی فوج میں تھے۔ اور بعد میں مسلمان ہو کر اسلامی فوج میں آ گئے۔

۳۔ وہ ہندوستانی جو قدیم زمانہ سے عرب کے سواحل و صحاری میں بودو باش رکھتے تھے۔ اور بعد میں یہ سب بھی مسلمان ہو گئے۔

یہ تمام ہندوستانی مسلمان اپنی دیانت و امانت اور خلوص و خدمت کی وجہ سے اسلامی معاشرہ کے قابل احترام عنصر قرار پائے، ان کی بڑی تعداد عراق کے دونوں آباد اسلامی شہر کوفہ اور بصرہ میں رہتی تھی، اور دوسرے مقامات میں بھی یہ لوگ سکونت پذیر تھے، ان میں سے کئی خاندان اور افراد خلافت راشدہ میں ابھرے اور اموی و عباسی دور میں شہرت و ناموری کے مالک ہوئے، جن میں جاٹ قوم کے مسلمانوں کا عنصر غالب تھا، ہم ان سے بعض حضرات کے حالات پیش کرتے ہیں۔

ابوسالمہ زطی

ابوسالمہ زطی بڑے نیک اور صالح تابعی تھے، حضرت علیؓ کے دور خلافت میں بصرہ کے سرکاری خزانہ کی نگرانی اور پہرہ داری کے لیے چالیس یا چار سو جاٹ اور سیاح مسلمانوں کی جو جماعت مقرر تھی، یہ اس کے رئیس اور سردار تھے، مورخ بلاذری نے لکھا ہے۔

وکان علی السیاحۃ یومئذ
ابوسالمۃ الزطی وکان رجلاً
صالحاً۔

حضرت علیؓ کے زمانہ میں بصرہ کے خزانہ کے ہندی محافظوں کے رئیس و سردار ابوسالمہ زطی تھے جو نہایت صالح اور نیک آدمی تھے۔
اور جیسا کہ گزر چکا ہے جنگ جمل سے پہلے ۳۶ھ میں اپنے تمام ساتھیوں اور ماتحتوں کے ساتھ قتل کر دئے گئے۔

طیب زطی مدنی

مدینہ منورہ کے یہود جادو میں بہت آگے اور سفلی اعمال کے ذریعہ مسلمانوں کو پریشان کیا کرتے تھے، اس لیے وہاں ان کے سحر اور جادو کے معالج بھی رہتے تھے، چنانچہ جاٹ قوم کے ایک مسلمان طیب و عامل بھی تھے، جنہوں نے ایک موقع پر ام المومنین حضرت عائشہؓ کا علاج کیا، ان کا تذکرہ امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں یوں کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ پر سحر کا اثر ہوا تو ان کے بھتیجوں نے ایک طیب جاٹ کو علاج کے لیے بلایا۔
ان عائشہ رضی اللہ عنہا دبرت امہا لھا حضرت عائشہؓ نے اپنی ایک باندی مدبرہ بنا کر آزاد فاشکت عائشہ فسأل بنو اخیھا کی، اس کے بعد بیمار پڑ گئیں تو ان کے بھتیجوں نے طبیباً من الزط، فقال انکم تخبرونی عن ایک جاٹ طیب سے رجوع کیا، اس نے بتایا کہ

لہ فتوح البلدان ص ۳۶۹

امراۃ مسحورۃ سحر تھا امتہ لہا۔ ان پر ان کی باندی نے سحر کیا ہے۔
حضرت عائشہ کی وفات ۳۵ھ میں ہوئی، اور یہ واقعہ اس سے پہلے پیش آیا تھا۔

خولہ سند یہ حنفیہ

خولہ سند یہ حضرت علیؑ کی باندی تھیں جو خلافت صدیقی میں یمامہ کی جنگ میں گرفتار ہو کر مدینہ منورہ آئی تھیں اور حضرت علیؑ کی ملکیت قرار پائی، ان کے بطن سے حضرت علیؑ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے، محمد بن حبیب بغدادی نے کتاب المنق میں ابناء السندیات (سندھی عورتوں کی اولاد) میں محمد بن علیؑ المشہور بہ ابن الحنفیہ کو شمار کیا ہے، اور ابن خلکان نے لکھا ہے: وعن اسماء بنت ابی بکر قالت، رأیت ام حضرت اسماء بنت ابوبکر نے کہا ہے کہ میں نے محمد بن حنفیہ محمد بن الحنفیہ ستدیۃ سوداء کی ماں کو دیکھا ہے، وہ سیارہ رنگ کی سندھ کی رہنے وکانت امتہ لبنی حنیفۃ ولم تکن منہم والی تھیں اور یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کے خاندان سے وانما صالحہم خالد بن الولید علی التقریب نہیں تھیں بلکہ ان کی باندی تھیں اور حضرت خالد ولم یصلحہم علی انفسہم بنو حنیفہ سے غلاموں پر صلح کی تھی۔
ان تصریحات کے علی الرغم بعض لوگوں نے خولہ سند یہ حنفیہ کو قبیلہ بنو حنیفہ ہی سے شمار کیا ہے۔

بصرہ کے ہندی مسلمان

گذر چکا ہے کہ جب ایرانی فوج کے اساورہ یعنی شہسوار اجتماعی طور سے مسلمان ہو گئے تو ان کے بعد ہی ایرانی فوج کے جاٹ اور سیاحجہ اور قدیم زمانہ سے سواحل عرب میں رہنے والے ہندوستانی نسل کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے، اور بصرہ میں بنو تمیم کی شاخ بنو حنظلہ کی دلاور دوستی میں داخل ہو کر ان ہی کے جو اہل اپنے مکانات تعمیر کئے اور وہیں بود و باش اختیار کی، ان کی کثرت کا اندازہ بعد کے واقعات سے ہوتا ہے۔

۱۔ ادب المفرد، باب بیع الخادم من الاعراب ص ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰

کوفہ کے ہندی مسلمان

عراق کے دوسرے مرکزی اور اسلامی شہر کوفہ میں بھی ہندی مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد تھی اور ان میں اعیان و مشائخ پائے جاتے تھے چنانچہ عہد فاروقی میں جب حضرت عبداللہ بن مسعود یہاں آئے تو یہاں کے جاٹ مسلمانوں کی کثرت اور ہدیت کو دیکھ کر گھبرائے اور ان کو لیلۂ بطنیہ کا واقعہ یاد آگیا جیسا کہ گذر چکا ہے۔

چالیس یا چار سو سیاحہ اور جاٹ مسلمان

حضرت علیؑ کے زمانہ میں بصرہ کے سرکاری خزانہ کی پہرہ داری کے لیے ابوسلمہ زطی کی ماتحتی میں چالیس یا چار سو جاٹ اور سیاحہ مقرر کئے گئے تھے جن کو ایک رات میں قتل کر دیا گیا۔ بلاذری نے لکھا ہے:
وكانت جماعة السیاحۃ موكلين بمبیت^{مال} بصرہ کے بیت المال پر سیاحہ کی ایک جماعت تعینات البصرۃ، يقال انهم اربعون، ويقال اربع مائۃ^م تھی جن کی تعداد چالیس یا چار سو تھی۔

ستر جاٹ مسلمان

حضرت علیؑ بصرہ کی جنگ ۳۳ھ میں کامیاب ہو کر بصرہ میں داخل ہو گئے تو ستر جاٹوں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی وفاداری اور قلبی تعلق کا مظاہرہ کیا مجمع البحرین میں ہے۔
اتاہ سبعون رجلاً من المزط حضرت علیؑ کے پاس ستر جاٹوں نے آکر اپنی ہندی فکھو کا بلسا انھم^۲ زبان میں ان سے بات چیت کی۔

چونکہ اس سے چند دنوں پہلے بصرہ کے چالیس یا چار سو ہندوستانیوں کو حضرت علیؑ کے مخالفین نے رات میں قتل کر دیا تھا، اس لیے ان لوگوں میں مخالفین علیؑ سے پزیری پیدا ہو گئی تھی، اور وہ حضرت علیؑ کے پاس اظہار وفاداری کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ (تمام شد)

حقوق طبع محفوظ ہیں



نائب رئیس طبعی و قانونی برائے دہلی